حروف سرخ ہمرنگ فسانہ

قال اللہ تعالیٰ

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○

يقول اشرف علی لما كانت الآية باشتراك العلة ناعية على التقول على شخص بغير دليل - وداعية الى تعميم تحسين الظن ولو لم يكن اليه اونم سبيل وكان بعض من ينتسب الى العلم يطيل اللسان فى الحسين بن منصور وهو اعنى به ممن شرب من خمر المحبة ولم يقدر على الكف عن صياحه وعويل - وكانت رسالة

القول المنصور فى ابن منصور

من نتائج قريحة الفاضل النبيل - البارع الجزيل - الذى هو فى النسب الظاهر ابن اختى وفى النسب الباطن من اشياع الامام الجليل - سمى نبى ابراهيم الخليل - اعنى به المولوى ظفر احمد الهمه الله تعالى فى كل مسئلة اقوم قيل - واسبغ الله تعالى عليه نعمه من كل كثير وقليل - وحط عنه اوزاره من كل خفيف وثقيل ذابة عن هؤلاء الاكابر بما يشفى العليل - ويروى الغليل

اهتم بطبعها سيد توسل حسين

فى المطبع يونائيٹڈ انڈیا الواقع فی لکھنؤ

قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک وغیرہ دو روپیہ (عہ)

تنبیہاتِ ضروریہ
متعلقِ دوامی اسلامی جنتری

نظر کردہ و پسند فرمودہ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا مولوی حاجی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی

حامدًا و مصلیًا

(۱) سہولت کیلئے ملخص ہے اُس جنتری کا جس کو مولانا سید علی صاحب نونہی نے اسلامی اوقات معلوم کرنے کے لئے خاص لکھنؤ کیلئے بنایا ہے۔ دیگر مقامات کیلئے ایک فہرست اور ہر مقام کے سامنے تفاوت کے منٹ دیدئے گئے ہیں۔ جو لکھنؤ کے وقت پر اضافہ یا اُس سے منہا کئے جائینگے، دوسرے مقامات کے لیے اصل تو یہی ہے کہ وہاں کے حساب پر جنتری علیحدہ بنائی جائے مگر اس فہرست سے بھی تقریبی وقت اُن مقامات کا معلوم ہوسکتا ہے۔

(۲) جنتری میں وقت ریلوے کا دیا گیا ہے جو صاحب اس جنتری پر عمل کرنا چاہیں وہ بہت صحیح رفتار کی گھڑی اپنے پاس رکھیں، اور اُس کو روزانہ ریل کے وقت سے ملا لیا کریں، ہر تارگھر میں ۴ بجے شام کو وقت صحیح کیا جاتا ہے، وہ وقت گھڑی ملانے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

(۳) ہر خانے میں اوپر کا عدد گھنٹے کا اور نیچے منٹ کا ہے۔

(۴) سحری اور تہجد احتیاطًا طلوع صبح صادق سے دس یا پندرہ منٹ پہلے ختم کردی جائے۔

(۵) ظہر کا انتہائی وقت امام صاحب کے نزدیک دو مثل اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل ہے۔ اسی طرح عشاء کا وقت امام صاحب کے نزدیک غروب شفق ابیض کے بعد ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل تک پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل پر اور عشاء کی نماز غروبِ شفق ابیض کے بعد پڑھی جاوے۔

جمیل احمد تھانوی غفرلہ

دوامی اسلامی جنتری

تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	ختم وقت ظہر ایک مثل	ختم وقت ظہر دو مثل	غروب آفتاب	ختم وقت غروب شفق ابیض
۱۔ جنوری	۵/۲۵	۶/۵۲	۳/۲۰	۴/۲	۵/۲۸	۶/۵۸
۵۔ جنوری	۵/۲۶	۶/۵۲	۳/۲۹	۴/۶	۵/۳۲	۶/۵۶
۱۰۔ جنوری	۵/۲۸	۶/۵۲	۳/۲۰	۴/۱۰	۵/۳۶	۶/۰
۱۵۔ جنوری	۵/۲۸	۶/۵۲	۳/۲۶	۴/۱۶	۵/۳۶	۶/۴
۲۰۔ جنوری	۵/۲۸	۶/۵۰	۳/۲۸	۴/۱۹	۵/۳۹	۶/۹
۲۵۔ جنوری	۵/۲۷	۶/۴۸	۳/۳۰	۴/۲۳	۵/۴۳	۶/۱۲

تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	ختم وقت ظہر ایک مثل	ختم وقت ظہر دو مثل	غروب آفتاب	ختم وقت غروب شفق ابیض
۱۔ فروری	۵/۲۵	۶/۴۴	۳/۳۳	۴/۲۸	۵/۴۷	۶/۱۴
۵۔ فروری	۵/۲۳	۶/۴۲	۳/۳۵	۴/۳۲	۵/۴۹	۶/۱۶
۱۰۔ فروری	۵/۲۰	۶/۳۸	۳/۳۶	۴/۳۴	۵/۵۲	۶/۱۸
۱۵۔ فروری	۵/۱۶	۶/۳۴	۳/۳۸	۴/۳۶	۵/۵۴	۶/۲۳
۲۰۔ فروری	۵/۱۴	۶/۳۰	۳/۳۸	۴/۳۸	۵/۵۸	۶/۲۵
۲۵۔ فروری	۵/۱۰	۶/۲۵	۳/۳۹	۴/۴۰	۶/۰	۶/۲۸

نوٹ: اختصار اور ضبط کے لیے درمیان میں بعض تاریخیں لکھنے میں چھوڑدی گئی ہیں اُن کے وہ اوقات سمجھے جائیں جو اُن کے اوپر یا نیچے کے اوقات ہیں۔ جس میں احتیاط ہو۔

صحت نامہ رسالۂ القول المنصور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	حاشیہ سطر ۲	کتاب طبقات	کتاب عبقات
۶	۲۱	علمائے اخیم	علمائے اخمیم
۷	۵	تقریر کی جو لوگوں نے	تقریر کی تو لوگوں نے
۸	۹	اقوال میں سے	اقوال میں
۹	۳	طریق انسداد	طریق السداد
〃	۱۰	ایہام	ابہام
۱۶	۲۰	حقیقت کیطرف دی	حقیقت کی طرف دعوت دی
۲۲	حاشیہ	ابن ابی حمزۃ	ابن ابی جمرۃ
۲۴	۲	کتاب السنن	کتاب المنن
۲۷	۱۸	حسب الواحد	حسب الواجد
۲۷	۱۸ و ۱۹	واحد کے لیے یہی کافی ہے کہ لفظ واحد تنہا اوسی کے لیے مخصوص ہے	پانے والے کے لیے یہی بس ہے کہ تنہا خدا اوسکا ہے اور کوئی یار و مددگار نہیں
۳۰	۱۲	بکل مکنون	بکل سو مکنون
۴۱	۱۲	طریقہ	طریقۃ
〃	۱۴	پردہ	بردہ
۴۵	۴	) اور انکو محققین میں سے	(اور انکو محققین میں سے قرار دیا
۴۵	۵	یہ قول کہ	یہ قول ہے کہ
۴۶	۱۳	پس دو چار ہی	بس دو چار ہی
۵۰	۲۱	میں ظاہر کر رہا ہوں	جیسے میں ظاہر کر رہا ہوں
۵۲	۱۷	قبول اصلاح	قبول و صلاح
۵۴	۱۴	صفوۃ الصفوۃ	صفۃ الصفوۃ
〃	۱۶	بین الحرزمین	ما بین الحرزمین
۵۵	۱۸	من السادات	من سادات
۵۸	۲۰	الی تزکیۃ	الی تزکیتہ
۶۰	۲۰	صفوۃ الصفوۃ	صفۃ الصفوۃ
۶۱	۸	ضمیمۂ اول	ضمیمۂ اولی
۶۲	۴	یہ دس بزرگ تو وہ ہیں	یہ دس بزرگ وہ ہیں
۶۲	۱۲	اور بعض علمائے دہلی	بعض علمائے دہلی
۶۲	۱۴	السنۃ الجلیلہ	السنۃ الجلیہ
۶۶	۱۳	مولف کرامات الاولیاء	مولف جامع کرامات الاولیاء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲	۱۹	اور حقیقت تو یہ کہ	اور حقیقت تو یہ ہے کہ
۶۳	۱۴	پس قاضی	بس قاضی
۶۴	۶	دستخط کرا رہے تھے	دستخط کر رہے تھے
〃	۱۵	اور ادا الحدود	اور ادا الحدود
۶۵	۲	وتقضاۃ الاسلام	وقضاۃ اسلام
〃	۱۶	لجماعۃ	لجماعتہ
〃	۱۷	عزقہ	عزفتہ
۶۶	۲	فلم یتادۃ	فلم یتادۃ
۶۸	۱۷	سوئے کبکہ	سوئے کعبہ
۶۹	۱۹	ماکول کو	ال کو
۸۱	۱۷	انتہی مخلصا	انتہی ملخصا
۸۳	۳	عانیہ	عاینہ
۸۷	۱۷	ولغیر اللہ	لغیر اللہ
۸۸	۲۱	دار العلوم	دار العوام
۹۱	۱۴	خبیث تھا	خبیث بھی تھا
۱۰۱	۸	نہ آنا	نہ آیا
۱۰۳	۷	۱۴ ذیلقعد	۲۴ ذیلقعدہ
〃	۸	حسب الواحد	حسب الواجد
〃	۱۱	کذا من لیشرح الراح	کذا من لیشرب الراح
۱۰۴	۱۰	اللہ تعالے تم کو	اللہ تعالے نے تم کو
۱۰۶	۵	حسب الواحد	حسب الواجد
۱۱۳	۷	اس کی رسوخ کا	اسکے رسوخ کا
۱۱۵	۱۵	وظنی انہ نہتک	وظنی انہ یہتک
۱۱۶	۴	نسب بعض اہل الحال	نسب الی بعض اہل الحال
۱۱۶	۱۲	کم شود	گم شود
۱۱۷	۴	غرق آن آب باشد	غرق آب آن باشد
۱۱۸	۱	ہجوم البلا	ہجوم البلاء
۱۲۳	۱۰	یمنی	ینبی
۱۲۹	۲۲	لجوابی	لجوابی
۱۲۷	۵	اشغار الغیور	اشعار الغیور
〃	۱۰	ومعی	دمعی
۱۳۰	۱۴	نقد	فلقد
۱۳۱	۲۳	وفاداری کی	وفاداری اور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۳	لاارید للثواب	لااریدک للثواب
۱۳۳	۴	خطر الملیک	خطر الملیک
۱۳۷	۲	تسلی بھی دی ہے	تسلی دی ہے
۱۴۰	۱۵	بردخلق	بروخلق
۱۴۹	۴	دے	درم
۱۵۱	۲	انہم یحیی	انہم قد صح عندہم انہ آلہ یحیی
۱۵۳	۱۰	ادنی	دنی
〃	۲۰	فی احوال السنیۃ	فی احوالہ السنیۃ
۱۵۷	۲۲	یخجرہ	بخجرہ
۱۶۰	۲	انیش جبت	لانیش جبت
۱۶۳	۸	کان الوزیر حین احضر	کان الوزیر حامد بن العباس حین احضر
۱۶۳	۹	حامد بن العباس	×
〃	۱۹	سال	سال
۱۶۴	۲۰	یقول فارسا	یقول سمعت فارسا
۱۶۵	۲۳ حاشیہ	والنفرۃ	والبرۃ
۱۶۷	۱	وانمارجل	وانما انا رجل
۱۶۸	۸	فاشتر فاشتر	فاشہد اشتر
۱۶۹	۴	حزراسہ	حزراسہ
〃	۱۳	حول الجلس	حول المجلس
〃	〃	ست	لست
〃	۱۴	رحبۃ المجلس	رحبۃ المجلس
۱۷۴	۶	فی حلمها	فی حلمها
۱۷۴	۷	ولایحلا	ولم یحلا
۱۷۶	۱۹	علی السورۃ	علی الصورۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۷	۲۰	الزدان	النهروان
۱۸۰	۹	بحوم البلا	بحوم البلار
〃	۱۶	والثوری	والنوری
۱۸۲	۱۸	اغتناہ	اغتناہ
۱۸۵	۴	ان الحسین بن منصور	ان الحسین بن منصور
〃	۶	قال النادی	وقال النادی
〃	۸	علی دکان	علی دکان
〃	۱۱	دیکھ دخدہ	دیکھ دیدہ
〃	۱۲	دغهنا	دمنها
۱۸۷	۱	معتقد تھے	معتقد تھے
〃	۸	چار تولہ ۲ ماشہ	۳ تولہ ۹ ماشہ
۱۹۶	۶	صفتہ	صفتہ
〃	۱۳	مجنوں بن عامر	مجنوں بنی عامر
۱۹۹	۱۶	ایک ہاتھ آگئی	ایک بات ہاتھ آگئی
۲۰۳	۳	عندالوزیر قاضی القضاۃ	عندالوزیر و قاضی القضاۃ
〃	〃	دعبرۃ	دعبرۃ
۲۰۵	۲۱و۲۲	معتقد تھے	معتقد نہ تھے
۲۰۶	۱۰	من اصحابنا	من اصحابنا ہے
۲۰۸	۳	درد نیز نکنم	درد نیز بکنم
۲۱۲	۱۱	احکام ظاہر	حکام ظاہر
۲۱۳	۸	الخامس الثمانین	الخامس والثمانین
۲۱۸	۲۱	نہ وہ مجاہدات در یاضات تھے	نہ مجاہدات وریاضات کی یہ صورت تھی
۲۱۹	۱۳	اُن کو تمام اعمال	اُن کے تمام اعمال
۲۲۰	۱۰	حکیم الامۃ کا رسالہ	حکیم الامۃ کے رسالہ
۲۲۲	۱۲	ساتویں صدی	پانچویں صدی
۲۲۴	۳	خاکی را	خاکسے را

تم تصحیح ما فیہ من الاغلاط والشبہات والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علےٰ افضل الکائنات سیدنا النبی محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واھل بیتہ وذریتہ صلوٰۃ تسبق الغایات۔

فہرست مضامین رسالہ القول المنصور

تمت الفہرس وللہ الحمد

تقریظ القول المنصور

من الامام الهمام العارف الکامل المبرور حکیم الامۃ مجدد الملۃ کاشف الغمۃ بمنظوم کلامہ والمنثور شیخ الاسلام حجۃ اللہ علی الانام حضرت مولانا محمد اشرف علی التھانوی دام اللہ ظلال برکاتہ علینا وعلی العالمین طول الایام والاعوام والشہور

(وھذا لفظہ دام اللہ کرمہ وبرہ)

التقریظ المسطور علی القول المنصور

من الاحقر اشرف علی عفا عنہ ربہ الغفور۔ ووقاہ موجبات لویلات الثبور۔ الی مرالدھور۔ ثم فی یوم النشور۔ منقول از رسالۂ النور بابت جمادی الاولی خامس الشہور من ۱۳۶۰؁ھ من ہجرۃ سید اہل البطون والظہور۔

شذرہ نمبر ۱۹ و ۲۰ قسط دوم اشرف السوانح مین جن دو وصیتون کا ذکر تھا اور اُنمین ایک وصیت کی ضروری تکمیل کی اطلاع قسطِ چہارم سوانح مندرجۂ النور ذی الحجہ ۱۳۵۹؁ھ مین شائع ہوچکی ہے۔ الحمد للہ کہ دوسری وصیت متعلقۂ القول المنصور کی تکمیل کا بھی اللہ تعالےٰ نے انتظام فرمادیا، اور ایسے مؤلف کے ہاتھون جن سے وہ رسالہ ہر طرح کی تہذیب ترتیب باحسن طریقہ واتقن سلیقہ کا جامع اور جمیع رعایاتِ نصرتِ اولیا اور حفاظتِ شریعت غرا اور تبریہ عن الافراط والتفریط اور تعریہ عن الالتباس والتخلیط کا حاوی ہوگیا۔ مختصر یہ کہ مین خود ایسے طرز سے لکھنے پر قادر نہ تھا۔ گو برئے حدیث ابن اخت القوم منھم وہ ہاتھ بھی حکماً میرے ہی ہاتھ ہین، مگر وجہ تمائز کے درجہ مین اُن مؤلف کا نام مولوی ظفر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جن کا ذکر مین مثنوی کے ایک شعر مدحی اور ایک شعر دعائی پر ختم کرتا ہون۔ وہما ہذان ؎

مدح توحیف ست با زندانیان | گویم اندر مجمع روحانیان
ساعدِ شہ مسکن این باز باد | تا ابد بر خلق این در باز باد

زاد اللہ تعالیٰ بہ الھدایۃ وازال بہ کل غوایۃ۔

شکر النعمۃ

حضرت اقدس سیدی حکیم الامۃ دام مجدہم و برکاتہم نے اثنائے تالیفِ رسالہ القول المنصور مین ایک قیمتی جانماز کے عطیہ سے حسب ذیل تحریر مبارک کے ساتھ احقر کی عزت افزائی فرمائی۔ وہو ہذا۔

"ایک جانماز میرے پاس ہے۔ جس کے لئے جی چاہتا تھا کہ کسی مناسب محل پر دون۔ کل سے دل پر تقاضا ہے کہ تمھارے پاس رہے۔ ایک نکتہ بھی بیساختہ ذہن مین آیا۔ جو حضرت مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا تھا۔ کہ ابن المنصور کو نماز پڑھتے کسی نے دیکھ کر پوچھا کہ جب تم خود حق ہو تو نماز کس کی پڑھتے ہو؟ اُنھون نے جواب دیا، کہ میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ کرتا ہے آہ۔ تم اُس مصلّی کا حال لکھ رہے ہو اور مصلّی سے مصلّٰی کی مناسبت ظاہر ہے۔ اسلئے بھی مصلّٰی کو جو کہ اس مصلّی کی یادگار ہو سکتا ہے تمھارے لئے تجویز کرنا نہایت اوفق ہوگا۔ خیر یہ تو نکتہ ہے، اصل چیز تطییبِ قلب ہے۔ اشرف"

اس نعمت کا شکر کس دل و زبان سے ادا کرون، کہ الحمد للہ یہ ناچیز تالیف حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کی بارگاہ مین شرفِ قبول سے باریاب ہوئی۔

کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید

اللہ تعالےٰ حضرت اقدس کے عطیۂ مبارک کی برکت سے اس ناکارہ کو تمام صلوٰۃ و تمام[ع] رضوان سے بھی کامیاب فرمائین۔ آمین۔

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ

ع اشارۃ الی ما ورد فی الدعاء الماثور۔ عن روح عالم الظہور۔ من الدیجور الی النور۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہم انی اسئلک تمام الوضوء و تمام الصلوٰۃ و تمام رضوانک۔ ۱۲۔ ظفر

دیباچہ

القول المنصور

فی

ابن منصور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الحکم العدل اللطیف الخبیر الذی خلق کل شیٔ فاحسن بتقدیر ودبر الخلائق فاکمل التدبیر۔ وقضیٰ بحکمتہ علی العباد بالسعادۃ والشقاوۃ فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ابی القاسم البشیر النذیر۔ السراج المنیر۔ ارسلہ اللہ رحمۃ للعالمین وصیر امتہ خیر امۃ اخرجت للناس فیاحبذا التصییر۔ وجعل فیہم ائمۃ نقادا یدققون فی النقیر والقطمیر۔ ویتبصرون فی حفظ الآثار اتم تبصیر۔ ویتعوذون باللہ من الھوی والتقصیر۔ ویتکلمون فی مراتب الرجال وتقریر احوالھم احسن تقریر۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اولی العزم والتشمیر۔

اما بعد یہ ناکارہ آوارہ جب ماہ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ میں ڈھاکہ سے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون صینت عن الآفات والمحن میں حاضر ہوا ؎

منازل کنت تہواھا وتألفھا ایام انت علی الایام منصور

تو حضرت اقدس سیدی سندی وسیلتی فی یومی وغدی حکیم الامۃ مجدد الملۃ ملاذ الطالبین غیاث السالکین معاذ العاشقین مروح ارواح الوالھین مولانا محمد اشرف علی صاحب

تھانوی ادام اللہ ظلال برکاتہم علی العالمین نے اپنی مجلسِ مبارک مین ارشاد فرمایا کہ مین نے ایک رسالہ ابن المنصور حلاج کے اشعار کی شرح مین لکھا ہے۔ جس کا نام اشعار الغیور بمافی اشعار ابن منصور رکھا ہے۔ جس مین بحمد اللہ اُن کے اشعار کا بہت اچھا حل ہوگیا ہے۔ جس کے بعد کوئی بات شریعتِ مقدسہ کے خلاف اُن کے کلام مین باقی نہین رہتی۔ مگر جی چاہتا ہے کہ اس رسالہ کے شروع مین ابن منصورؒ کے تاریخی حالات و واقعات کو بھی تحقیق کے ساتھ جمع کر دیا جائے۔ مین نے اپنے وصایا مین اس کے متعلق وصیت بھی کر دی ہے۔ کہ اگر یہ کام میرے سامنے پورا نہ ہوا تو بعد مین کوئی صاحب اسکی تکمیل کر دین اسکے لئے کچھ مواد مین نے جمع بھی کرایا ہے جو عربی عبارات کی صورت مین غیر مرتب ہے اور اُسکا نام بھی القول المنصور فی ابن منصور تجویز کر دیا ہے۔ ضرورت اسکی ہی کہ کوئی ان عبارات کو مرتب کر کے اردو مین ترجمہ کر دے اور اُنکے علاوہ کچھ اور حالات بھی ملجائین۔ تو اُنکو بڑھا دیا جائے۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ کام مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی اچھا کر سکتے ہین۔ دیوبند مین کتابین بھی بہت ہین اور مولانا موصوف کو کام کا سلیقہ بھی اچھا ہے۔ فرمایا۔ ہان، مین اُن سے کہون گا۔ بات ختم ہوگئی۔ مگر میرے دل مین اُسیوقت ایک تقاضا شدید پیدا ہوا، تو دبی زبان سے عرض کیا۔ کہ اسوقت مجھے سوا مہینے کی فرصت ہے۔ اگر ارشاد ہو۔ تو اس فرصت مین موادِ مجتمعہ کو ترتیب دیکر اردو مین ترجمہ کر دون۔ حضرت نے خوش ہو کر فرمایا۔ ہان یہ صورت بہت مناسب ہے، اور اُسیوقت کتب خانہ مجلسِ خیر سے مواد رسالہ القول المنصور کا میرے حوالہ فرمایا۔ چنانچہ اللہ کا نام لیکر قلم ہاتھ مین لیا اور حضرت کی دعا و توجہ کے سہارے آج ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲ھ ہجری کو بروزِ جمعہ ساعتِ مبارکہ مین کتاب کی تالیف شروع کر دی۔ واللہ ولی التوفیق وھو خیر معین و خیر رفیق

مقدمہ

(الف) کتاب کا مقصود اہل اللہ مقبولین کی حمایت اور تبریہ ہی۔ کہ اس جماعت کی شان مین گستاخی اور بے ادبی کرنا موجب مقت ہے۔ حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم فرماتے تھے کہ کسی غیر مقبول کے ساتھ حسن ظن رکھنا مضر نہین۔ اور مقبول سے بلا وجہ بدگمانی کرنا مضر ہے۔ اسکی ایسی مثال ہی کہ کسی رذیل کے ساتھ شریفون جیسا معاملہ کرنا برا نہین۔ لیکن کسی شریف سے رذیلون جیسا برتاؤ بہت برا ہی۔ انتہیٰ۔ چونکہ حسین بن منصور حلاج ہمارے اکابر کے نزدیک مقبولین مین سے ہین۔ جیسا آئندہ واضح ہوگا اور اُنکے متعلق بعض علماء نے سخت سخت الفاظ استعمال کئے ہین۔ اسلئے اس رسالہ سے اُنکے حالات کی تحقیق اور اُنکی عباراتِ موحشہ کی شرح و تاویل مقصود ہے۔ تاکہ جو لوگ بلا وجہ اُن سے بدگمان ہین، وہ اپنی بدگمانی کو حُسنِ ظن سے بدل دین۔

(ب) علامہ شعرانی طبقات مین فرماتے ہین کہ شیخ محی الدین (ابن عربی) رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ "کہ بسا اوقات قلوبِ عارفین پر تجلیاتِ الٰہیہ کی ہوائین چلتی ہین۔ اگر وہ اُنکو زبان سے بیان کردین تو بعض دفعہ عارفین کاملین بھی اُنکو نہین سمجھتے اور اہلِ ظاہر تو رد ہی کردیتے ہین، مگر اُن لوگون کے ذہن سے یہ بات اُسوقت غائب ہوجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو کرامات عطا فرمائی ہین جو معجزات کی فرع ہین تو اسمین کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنکی زبانون کو ایسی عبارات بھی عطا فرمائین جنکے سمجھنے سے علماء عاجز ہوجائین" انتہیٰ۔ جسکو اس قول مین شک ہو وہ شیخ ابن عربی کی کتاب المشاہد یا سیدی محمد کی کتاب الشعائر یا ابن قسی کی کتاب خلع النعلین یا شیخ ابن عربی کی کتاب عنقاءِ مغرب مطالعہ کرے، کہ بڑے بڑے علماء اُنکا مطلب نہین سمجھ سکتے، اُنکا مطلب وہی

ع۵ اور ہمارے زمانے مین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب آبِ حیات کا مطالعہ کرے کہ باوجود اردو زبان مین ہونیکے بڑے بڑے علماء اُسکے سمجھنے سے قاصر ہین، نیز حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی شہید کی کتاب طبقات اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب تفہیمات الٰہیہ کا مطالعہ کیا جائے، کہ اکثر اہل علم اُنکے بہت سے مقامات نہین سمجھ سکتے۔ ۱۲

سمجھ سکتا ہی، جو اس متکلم کے ساتھ بارگاہِ قدس مین داخل ہوا ہو، کیونکہ یہ قدسی زبان ہے جسکو ملائکہ ہی سمجھ سکتے ہین یا وہ جو بشریت کی قید سے خلاصی پا چکے، یا وہ جنکو کشفِ صحیح عطا ہوا ہی (الطبقات الکبرےٰ صہ ۱۲ ج ۱)

(ج) جماعتِ صوفیہ پر لعن وطعن ذوالنون مصری اور ابو یزید بسطامی کے وقت سے اسوقت تک ہر زمانہ مین برابر ہوتا رہاہے، بلکہ سیدی ابراہیم دسوقی نے نقل کیاہے کہ بعض لوگون نے تو صحابہ کی ایک جماعت پر طعن کیاہے، کسی کو ریاکار کہا کسی کو منافق، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نماز بہت خشوع سے پڑھتے تھے، تو بعض لوگ اُنکو ریاکار کہتے تھے۔ اسکی دلیل حق تعالیٰ کا یہ قول ہی۔ وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون وکان ربک بصیرا۔ ہم نے تم مین سے ایک کو دوسرے کے لیئے (سببِ) فتنہ بنایا ہے، کیا تم (اس پر) صبر کروگے؟ اور تمھارا پروردگار خوب دیکھنے والا ہے (کہ کون صبر کرتا ہے، کون نہین) اور اس فتنہ وابتلا سے ہر ولی کو پورا حصہ دیا جاتا ہے، کیونکہ ابتلا بھی ایک شرف ہے، تو اللہ تعالےٰ نے اس امت کے خواص کے لیئے اُن تمام مصائب و آلام کو جمع فرمادیا ہے جو پہلی امتون مین متفرق اور منقسم تھے۔ کیونکہ اس امت کا درجہ اللہ تعالےٰ کے یہان بلند ہے۔ چنانچہ ابو یزید بسطامیؒ کو سات دفعہ اُنکے شہر سے جلاوطن کیا گیا۔ ذوالنون مصریؒ کی شکایت بعض حکام تک پہونچائی گئی، تو اُن کو بغداد تک اس صورت سے لایا گیا کہ گلے مین طوق تھا اور پیرون مین بیڑیان، جب خلیفہ نے اُن سے گفتگو کی تو اُنکے کلام کی صولت وشوکت سے متاثر ہوکر بیساختہ کہنے لگا "اگر یہ زندیق ہے تو روے زمین پر کوئی مسلمان نہین"

سمنون محب کو بھی بڑی مصیبت کا سامنا ہوا تھا، خلیفہ نے اُنکی اور اُنکے اصحاب کی گردن مارنے کا حکم دیدیا تھا، جسکی وجہ سے یہ حضرات برسون روپوش رہے۔

علماء نے شیخ ابو سعید فراز کی بعض الفاظ کی بنا پر جو اُنکے مکتوبات مین پائے گئے تھے، تکفیر کی۔ اسیطرح علمای اخیم نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف شور وشغب کیا اور کشتی مین سوار ہوکر سلطانِ مصر کی طرف چلے، تاکہ ذوالنونؒ کے کفر پر شہادت دین، اُنکو اسکا علم ہوا، تو فرمایا، اے اللہ اگر یہ لوگ جھوٹے ہون، تو انھین غرق کردیجئے،

چنانچہ کشتی اُلٹ گئی، اور لوگون کی نظرون کے سامنے سب غرق ہو گئے۔
سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اُنکے وطن سے نکالا گیا، اُنکی طرف بہت سی بُری بُری باتین منسوب کیگئین، کافر تک کہا گیا، چنانچہ وہ اپنے وطن سے بصرہ آئے اور مرتے دم تک وہین رہے، حالانکہ علم و معرفت و مجاہدات مین بڑے درجہ پر تھے۔
حضرت جنیدؒ نے علم توحید پر تقریر کی جو لوگون نے اُنکے خلاف شہادت دی۔ پھر اُنھون نے فقہ مین (مشغولی اختیار کرکے) اپنے کو چھپایا، حالانکہ اُن کا درجۂ علم و جلالتِ مقام معلوم ہے۔
شیخ ابن ابی جمرہ نے جب یہ فرمایا کہ مجھے بیداری مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرفِ اجتماع حاصل ہوتا ہے۔ لوگون نے اُنکے خلاف ایک مجلس منعقد کی، جسکے بعد وہ اپنے گھر سے باہر نہین نکلتے تھے۔ صرف جمعہ کیلئے گھر سے باہر آتے تھے۔ مرتے دم تک یہی حال رہا۔
مقام رے کے زہاد و صوفیہ نے شیخ یوسف بن الحسین پر انکار کیا اور اُنکو عظائم امور سے متہم کیا، مگر اُنھون نے کسی کی پروانہ کی کیونکہ وہ اپنی حالت مین متمکن تھے۔
امام سبکی کے متعلق بارہا کفر پر شہادت قائم کی گئی۔ باوجودیکہ اُنکا علم و عمل بہت کامل تھا۔ بڑے مجاہدہ کرنیوالے اور کامل متبع سنت تھے۔
شیخ ابوالحسن حصری رضی اللہ عنہ پر بھی کفر کا حکم لگایا گیا اُنکے کچھ الفاظ ایک محضر مین لکھکر قاضی القضاۃ کے سامنے پیش کیے گئے۔ قاضی نے اُنکو بُلایا اور اُن سے گفتگو کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُنکو جامعِ مسجد مین بیٹھنے (اور حلقہ قائم کرنے) سے روک دیا گیا۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تکفیر کی گئی اور اُنکی کتاب احیاء کو جلایا گیا، غزالی پر انکار کرنے اور کتاب کے جلانے کا فتوے دینے والون مین قاضی عیاض اور ابن رشد بھی تھے۔ جب غزالی کو یہ خبر پہونچی تو قاضی پر بددعا کی چنانچہ وہ اچانک حمام کے اندر مر گئے، بعض نے یہ کہا ہے کہ خلیفہ نے اُنکے قتل کا حکم دیا تھا۔
اسیطرح بہت سے علماء اور صوفیہ کو ابتلا پیش آیا ہے۔ ائمۂ اربعہ امام ابوحنیفہؒ امام مالک

وامام شافعی واحمد بن حنبل وغیرہم کے ابتلاءات مشہور اور کتب مناقب مین مسطور ہین ۔
(ملخصاً من الطبقات للشعرانی ص ۱۴-۱۵ ج ۱)

پس کسی شخص کے متعلق اُسکے بعض معاصرین کے سخت کلمات یا بعض مورخین کی ضعیف روایات یا بعض علمار کے فتاوے مشتمل بر تکفیر وتفسیق اُسکے مردود ہونے کی دلیل نہین ہوسکتے ورنہ کوئی عالم یا ولی بھی مقبول نہ رہے گا کیونکہ اس قسم کے ابتلاءات سے بہت کم لوگ بچے ہین، بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ موافقین ومخالفین کے اقوال مین سے غلبہ اور بقا کس جانب کو ہوا، اگر اہلِ اسلام کے قلوب مین اس شخص کی مقبولیت اور ولایت کا اعتقاد باقی رہا مخالفین کی باتون کا کچھ اثر نہ رہا تو وہ مقبول اور ولی ہے اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو مقبول اور ولی نہین جسکی دلیل حق تعالےٰ کا ارشاد وکذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس اور حدیث نبوی انتم شہداء اللہ فی الارض ہے ۔

تنبیہ

ملقب[*] بہ

طریق السداد فی اثبات الوحدۃ ونفی الاتحاد

بعض احباب کا مشورہ ہے کہ اس رسالہ مین مسئلۂ وحدۃ الوجود کی حقیقت بھی واضح کردیجائے جسکے غلط عنوان سے مخالفین اسلام نے ایک شور برپا کیا اور عوام کو بہت بہکایا ہے خصوصیت کے ساتھ ابن منصور حلاج کو اس باب مین زیادہ بدنام کیا جاتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ خالق ومخلوق مین اتحاد مانتے ہین، کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق مین خدا کے حلول کے قائل ہین، اور اس مغالطہ کا اصل منشا مسئلۂ وحدۃ الوجود کی حقیقت سے بیخبری ہی اسلئے مختصراً عرض ہے کہ یہ مسئلہ نہ مقاصد تصوف سے ہی، نہ مقامات سلوک مین اسکا شمار ہے چنانچہ سلف مین اسکا مفصل تذکرہ تحریراً یا تقریراً نہ تھا، صرف ایہام کے درجہ مین کہین کہین اُسکے آثار کا ظہور ہو جاتا تھا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ معنون تھا، عنوان نہ تھا۔ پھر خلف مین اسکا عنوان ظاہر ہوا، اور مختلف تعبیرات سے ظاہر ہوا۔ اسی لئے بعض لوگ غلطی مین پڑ گئے اور دوسرون کو مغالطہ دینے لگے۔ اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ اسلام کے تمام فرقے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل اتفاق رکھتے ہین۔ اسلام مین توحید کی جیسی سادہ، بے تکلف اور صاف تعلیم ہی اُسکی نظیر کوئی مذہب اسوقت پیش نہین کرسکتا، محققین کے نزدیک اسلام کی سرعت اشاعت کا بڑا سبب یہی ہے کہ توحید کی تعلیم جیسی اسلام مین ہے کسی مذہب مین نہین خصوصیت کے ساتھ صوفیۂ کرام سب سے زیادہ عقیدۂ توحید کے علمبردار ہین، کیونکہ دوسرون کے نزدیک تو یہ مسئلہ محض عقلی ونقلی ہے۔ مگر صوفیہ کے نزدیک کشفی اور بدیہی بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کے کلام مین توحید کا ذکر دوسرون سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اعتقاد سے

---

[*] لقبہ بہ سیدی حکیم الامۃ دام مجدہ وعلاہ ۱۲ ناظ

گذر کر ذوقیات اور کشفیات مین داخل ہو کر توحید اُنکا حال بنگئی ہی، اسی لئے صوفیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت زیادہ ہوئی اور لوگ انکی برکت سے جوق در جوق حلقہ بگوشِ توحید ہوگئے۔ پس اُنکی طرف کسی ایسی بات کی نسبت کرنا جو توحیدِ اسلامی کے خلاف یا کسی درجے مین بھی اُسکے منافی ہو بہت بڑا ظلم ہے، جسکا منشا اسکے سوا کچھ نہین کہ حضرات صوفیہ نے غلبۂ حال مین جن مختلف عنوانات سے اپنے ذوق کو تعبیر کرنا چاہا بعض لوگون نے اُسکے سمجھنے مین غلطی کی، اور غلطی کے ازالہ کا جو طریقہ تھا کہ اُنکے اُس کلام کی طرف رجوع کیا جاتا جو حالتِ صحو مین اُنھون نے فرمایا ہے، اُس سے کام نہین لیا گیا، چنانچہ ابن منصور حلاج کے بھی ایسے ہی عنوانات سے دھوکا کھایا گیا ہے جو عاشقانہ اشعار اور غلبۂ حال مین اُن سے صادر ہوئے۔ اُس کلام کو نہین دیکھا گیا جسمین اُنھون نے اپنے عقیدۂ توحید کو محققانہ طرز سے بیان فرمایا ہے ملفوظاتِ ابن منصور کے باب مین ہم نے سب سے پہلے اُنکا عقیدۂ توحید ہی بیان کیا ہے، جس سے اچھی طرح یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ ابن منصور کامل موحد اور مسئلۂ توحید کے بڑے محقق تھے، وہ صاف فرماتے ہین باینھم بقدمہ کما باینوہ بحدوثھم اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ قدم کے سبب تمام ممکنات سے جدا ہے، جیسا ممکنات اپنے حدوث کے سبب اُس سے الگ ہین، کیسی صاف تصریح ہے کہ خالقِ جل و علا کو مخلوق سے نہ اتحاد کا تعلق ہے نہ حلول کا۔ اسکے بعد فرماتے ہین معرفتہ توحیدہ و توحیدہ تمییزہ من خلقہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اُس کو واحد سمجھنا ہے، اور توحید یہ ہے کہ مخلوق سے اُسکو ممتاز (اور الگ) جانے، پس جو لوگ صوفیہ کو یا اُنہین سے ابن منصور کو یہ کہکر بدنام کرتے ہین کہ وہ خالق و مخلوق مین اتحاد یا حلول کے قائل ہین۔ یقیناً وہ اُنپر افترا کرتے ہین۔ اب سمجھئے کہ حکمائے اسلام اور صوفیائے کرام نے جہان اللہ تعالیٰ کی دوسری صفاتِ علم و قدرت و کلام و حیات و تکوین وغیرہ مین اجمالی گفتگو کی ہے تاکہ لوگون کو فی الجملہ ان صفات کی معرفت حاصل ہو جائے، اسیطرح صفتِ وجود مین بھی اجمالی گفتگو کی ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ :-

اللہ تعالےٰ کا صفت **وجود** سے متصف ہونا تو جملہ اہلِ ادیان کے نزدیک مسلم ہے،

اور اسپر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ممکنات کو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا ہے، جس سے بظاہر وہ بھی صفتِ وجود کے ساتھ موصوف نظر آتے ہین اور اسمین بھی شک نہین کہ اللہ تعالےٰ کا وجود واجب (ناقابلِ زوال) ابدی وازلی ہے۔ اور ممکنات کا وجود حادث اور موجد کا محتاج ہے۔

اب تحقیق طلب یہ امر ہی کہ ممکنات کا وجود مستقل وجود ہی یا غیر مستقل؟ مستقل ہونے کا یہ مطلب نہین کہ حدوث وبقا مین موجد کا محتاج نہو، کہ یہ تو تنہا وجودِ حق کی شان ہے بلکہ استقلال سے مراد یہ ہی کہ یہ وجودِ حادث نہ کسی وجود کا عین ہو نہ اُسکا ظل، پس علمائے ظاہر تو فرماتے ہین کہ ممکنات کا وجود بھی بایںمعنے مستقل وجود ہے، گو ضعیف ہے کہ حدوث وبقا مین موجد کا محتاج ہی اور صوفیائے کرام فرماتے ہین کہ ممکنات کیلیے مستقل وجود نہین۔ وجودِ مستقل بس ایک ہی ہی یعنی وجودِ حق۔ اور ممکنات کا وجود یا خیالی اور وہمی ہے، جیسا شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین، اور وحدۃ الوجود اسی کا عنوان ہے یا وجودِ حق کا ظل اور پرتو ہے، جیسا کہ مجدد الف ثانی قدس سرہ کا قول ہے جس کو وحدۃ الشہود سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر شیخ اکبر کے کلام مین وجودِ عالم کے خیالی ہونے سے خیالی غیر واقعی مراد نہین، بلکہ خیالی واقعی مراد ہے، کیونکہ خیالی اشیا مین بعض تو محض منگھڑت ہوتی ہین جنکا کوئی منشا خارج مین نہین ہوتا، بلکہ اُنکا مدار محض ہمارے خیال پر ہوتا ہے، خیال کے قطع ہوتے ہی وہ بھی معدوم ہوجاتی ہین۔ اس قسم کو موجودِ فرضی کہا جاتا ہے، اور بعض واقعی ہین، جنکا منشا خارج مین ہوتا ہی، کہ خیال قطع کرنے سے وہ معدوم نہین ہوجاتین، اس قسم کو اصطلاح مین موجود انتزاعی کہتے ہین۔ مثلاً انسان کو گدھا فرض کرنا خیالی غیر واقعی ہے اور اسکو اوپر نیچے مقدم، موخر کہنا خیالی واقعی ہے کیونکہ اگرچہ فوقیت تحتیت، تقدم وتاخر کا خارج مین مستقل وجود نہین مگر اُسکا منشا انسان مین موجود ہے، اسیطرح تمام موجوداتِ انتزاعیہ کو سمجھ لیا جاے کہ اُنکے لئے خود کوئی مستقل وجود نہین مگر اُنکو خیالی غیر واقعی نہین کہا جاسکتا، بلکہ خیالی واقعی کہا جائیگا، حتےٰ کہ اگر کوئی کسی مقدم کو مقدم نہ کہے، فوق کو فوق نہ کہے، تب بھی مقدم مقدم

ہوگا، اور فوق فوق ہوگا۔ پس شیخ اکبر کا وجودِ عالم کو خیالی کہنا اُسکے غیر واقعی ہونے کو مستلزم نہین، اور واقعی کہنا وجودِ مستقل کو مستلزم نہین۔ اسکی کنہ اور حقیقت تو محض ذوقی اور کشفی ہے، لیکن سمجھنے کیلئے موجودِ انتزاعی کو اسکی نظیر کہا جا سکتا ہے۔ اور خیالی واقعی کا موجودِ انتزاعی مین منحصر ہونا کسی دلیل سے ثابت نہین، بہت ممکن ہے کہ جن چیزون کو ہم نے وجودِ مستقل سے موصوف سمجھا ہے دوسرے کو ان کا وجود اسی درجہ مین منکشف ہوا ہو جس درجہ مین موجودِ انتزاعی کو ہم نے سمجھا ہے۔ یا اُس سے کسی قدر زیادہ ہو مگر وجودِ مستقل کہلانے کا مستحق نہو، اور خیالی امور کے درجات مین تفاوت ہوسکتا ہے جو فاعل مختار کے اختیار مین ہے، پس شیخ کے قول ماشمت الممکنات رائحۃ الوجود (ممکنات نے وجود کی بو بھی نہین پائی) سے تکالیف شرعیہ و ثواب و عقاب کی نفی لازم نہین آتی، نہ اس سے عالم کا معدوم محض ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اُنکی مراد وجودِ مستقل کی نفی ہے نہ مطلق وجود کی۔ اب اہلِ انصاف غور فرمائین کہ صوفیائے کرام کی توحید کس قدر کامل ہے کہ وہ ممکنات کے وجود کو مستقل وجود نہین کہتے بلکہ برائے نام وجود کہتے ہین؎

ہمہ ہرچہ ہستند ازان کمتر اند کہ با ہستیش نامِ ہستی برند

جسکا ذوق یہ ہوگا وہ ممکنات پر تاثیر و نفع و ضرر کے اعتبار سے اصلا نظر نہ کریگا بلکہ اُسکی تمامتر توجہ حضرتِ حق کی طرف ہوگی۔

اسمین شک نہین کہ علمائے ظاہر کا قول بظاہر نصوص شرعیہ کے موافق ہی مگر صوفیائے کرام کا قول بھی کسی نص کے خلاف صراحۃً نہین، کیونکہ شریعت نے ممکنات کے وجود کا کوئی درجہ متعین نہین کیا۔ اگر کسی کی سمجھ مین صوفیہ کا قول نہ آئے تو اُسکو علمائے ظاہر کے قول پر اعتقاد رکھنا چاہیئے، مگر صوفیہ سے مزاحمت بھی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اُنکا کشف اور ذوق ہے جو اگرچہ حجت نہین مگر جبتک نصوصِ شرعیہ کے خلاف نہو اُسکو غلط بھی نہین کہا جا سکتا۔ بالخصوص جبکہ منشا اُسکا توحید کی تکمیل ہی، نہ تنقیص۔ اور اگر کسی کی عقل مین

؎ خیالاً یا ظلاً۔ ۱۲ ظ

اسکا کشفی اور ذوقی ہونا بھی نہ آئے تو وہ یہ سمجھ لے کہ **وحدۃ الوجود** ان حضرات کی خاص حالت اور کیفیت کا نام ہے جو غلبہ عشق و محبتِ الٰہیہ سے اُنپر وارد ہوتی ہے جیسا عشاقِ مجازی پر بھی اس قسم کی کیفیت بعض دفعہ طاری ہو جاتی ہے کہ محبوب کے سوا کسی چیز پر التفات نہین ہوتا، سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت اُسی کا دھیان لگا رہتا ہے، اسیطرح حضرات صوفیہ کو غلبہ محبت و عشق اور غلبہ استحضارِ محبوب کی وجہ سے حضرتِ حق کے سوا کوئی بھی موجود معلوم نہین ہوتا۔ قلب پر سلطانِ حق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اُسکے سوا ہر چیز حتے کہ خود اپنی ذات بھی معدوم نظر آتی ہے ؎

چو سلطانِ عزت علم بر کشد　　　جہان سر بہ جیبِ عدم در کشد

با وجودت زمن آواز نیاید کہ منم۔ اب اگر کسی مغلوب الحال کے شاعرانہ کلام یا والہانہ عنوان سے کسی ایسے مضمون کا ایہام ہوتا ہو جو بظاہر توحید اسلامی کے خلاف ہے، تو اُسکے سمجھنے کیلئے کسی محقق عارف سے رجوع کرنا چاہیئے، جو اصطلاحاتِ صوفیہ سے واقف ہو، خود اپنی رائے سے کوئی مطلب متعین نہ کرنا چاہیئے۔ مولانا رومی فرماتے ہین ع اصطلاحاتیست مر ابدال را۔ اور جسکو اس سے زیادہ تحقیق کا شوق ہو، وہ حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم کا رسالہ **ظہور العدم بنور القدم** مطالعہ کرے، جو رسالہ النور جلد ۹ نمبر ۲ بابت جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ھ مین شائع ہوا ہے، اُسمین ہر پہلو سے مسئلہ **وحدۃ الوجود** کی پوری تحقیق کی گئی، اور تمام اشکالات کو حل کر دیا گیا ہے، جسکا خلاصہ سہل عبارت مین یہ آپکے سامنے ہے ع وللہ الحمد علے ما علم وفہم وھو الاعز الاکرم۔

اب رسالہ **القول المنصور** شروع ہوتا ہے جسمین اول حسین بن منصورؒ کے نسب و ولادت و ابتدائی حالات کا ذکر ہوگا پھر مؤرخین و علماء رجال کے موافق و مخالف اقوال مع واقعہ شہادت بیان کئے جائینگے پھر اُن حضرات کے اقوال مذکور ہونگے جنھون نے ابن منصورؒ کو اولیاء مین شمار کیا ہے اسی ضمن مین اُنکے عارفانہ اقوال و کرامات کا تذکرہ بھی آ جائیگا وحسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر ؎

نہ نقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم　　　نفسے بیاد تو میکشم چہ عبارت و چہ معانیم

ع حضرت اقدس نے اس خلاصہ کو ملاحظہ فرما کر اسکا نام بھی تجویز فرمایا اور کچھ اضافہ بھی فرمایا اور اخیر مین تحریر فرمایا ماشاء اللہ گویا رسالہ کی سہل تلخیص کر دی ہے، جزاکم اللہ ۱۲ ظ

رسالۂ القول المنصور فی ابن منصور

نام و نسب | اصل نام حسین بن منصور ہے (اگرچہ عوام کی زبان پر صرف منصور ہی مشہور ہے) دادا کا نام محمی ہے جو مجوسی تھا اور مقام بیضار کا باشندہ تھا جو فارس کا ایک شہر ہے۔ انکے والد منصور کے حالات کچھ معلوم نہین ہو سکے۔

حسین بن منصور کی کنیت ابو مغیث ہے، اور بعض کے نزدیک ابو عبداللہ (خطیب و طبری)

ولادت وابتدائی حالات | حسین بن منصور کے صاحبزادے احمد بن حسین سے خطیب نے تاریخ بغداد مین روایت کیا ہے کہ میرے والد حسین بن منصور بیضا رفارس کے ایک موضع مین جسکا نام طور ہے پیدا ہوئے۔ نشو و نما تستر مین ہوا، وہین سہل بن عبداللہ تستری کی صحبت مین دو سال رہے، پھر بغداد کی طرف چلے گئے، کبھی تو وہ ٹاٹ پہنتے تھے، کبھی دو سے سلے رنگین کپڑون مین رہتے۔ بعض اوقات دراعہ (لمبا کرتا) اور عمامہ استعمال کرتے اور کبھی سپاہیون کے طریقے پر قبا پہنکر چلتے پھرتے تھے۔ جب تستر سے پہلا سفر (بطور سیاحت کے) بصرہ کی طرف کیا تو اُنکی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس وقت دو سے سلے (رنگین) کپڑے پہنکر عمرو بن عثمان مکی اور جنید بن محمد کے پاس تشریف لیگئے، عمرو بن عثمان مکی کے پاس اٹھارہ مہینے رہے (حسین بن منصور کا قتل انھین عمرو بن عثمان کی بد دعا سے ہوا، کیونکہ عمرو بن عثمان کے پاس ایک جزو کا رسالہ تھا جسمین خواص صوفیہ کے علوم تھے، حسین بن منصور نے وہ جزو لے لیا، تو عمرو بن عثمان نے کہا، یہ کتاب کس نے لی ہے؟ اسکے ہاتھ پیر کٹ جائین، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تکفیر کا الزام عمرو بن عثمان کی بد دعا پر پردہ ڈالنے کیلئے تھا۔ (طبقات للشعرانی صفحہ ۱۳۰) مطلب یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ حکام نے کفر کا الزام قائم کر کے اُنکے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے، جسکے پردے مین عمرو بن عثمان کی بد دعا کام کر رہی تھی، جیسا

ع سنہ ولادت معلوم نہین ہوا۔ ۱۲

ابن خلکان کے بیان سے واضح ہوگا) پھر اُنھون نے میری والدہ ام الحسین بنت ابی یعقوب اقطع سے نکاح کیا۔ عمرو بن عثمان اس نکاح سے بگڑ گئے اُنمین اور ابو یعقوب مین اسکی وجہ سے بڑی وحشت (ونفرت) بڑھ گئی، پھر میرے والد حضرت جنید بن محمدؒ کے پاس آنے جانے لگے اور اُن سے اس کلفت واذیت کو ظاہر کیا جو ابو یعقوب و عمرو بن عثمان کے درمیان چل جانے سے اُنکو پہونچتی تھی، جنید نے سکون (وصبر) کا امر کیا، اور فرمایا کہ دونون کی خاطر داری کرتے رہو، ایک مدت تک اس حالت پر صبر کیا، پھر مکہ چلے گئے اور ایک سال مجاور مکہ رہکر اس حال مین بغداد واپس آئے کہ فقرا صوفیہ کی ایک جماعت اُنکے ساتھ تھی، (گویا اجازت سے پہلے ہی شیخ بن گئے) پھر جنیدؒ کے پاس پہونچے اور اُن سے کوئی مسئلہ (جو غالباً تصوف کا تھا) پوچھا، جنید نے کچھ جواب نہ دیا اور (بعد مین) اُنکی نسبت یہ فرمایا کہ وہ اس سوال مین (درپردہ) مدعی تھے (طالب تحقیق نہ تھے) اب وہ جنیدؒ سے بھی متوحش ہوگئے اور میری والدہ کو لیکر تستر واپس آئے، ایک سال تک وہین رہے، اسوقت لوگون مین اُنکو بڑی مقبولیت حاصل ہوگئی تھی یہان تک کہ اس زمانے کے سب لوگ اُن سے حسد کرنے لگے، اور عمرو بن عثمان تو اُنکے بارے مین خوزستان والون کو برابر خطوط لکھتے رہتے تھے، جنمین اُنکے متعلق بڑی بڑی باتین ہوتی تھین، یہانتک کہ اُنھون نے صوفیانہ لباس اُتار پھینکا اور (اہل طریق سے) الگ ہوگئے اور (سپاہیانہ) قبا پہنکر اہل دنیا کی صحبت مین رہنے لگے، پھر تستر سے روانہ ہوگئے اور پانچ سال تک ہم سے غائب رہے، خراسان وعلاقہ ماوراالنہر مین پہونچے بجستان وکرمان کی سیاحت کی، پھر فارس واپس آئے، اور لوگون کے سامنے (عارفانہ وصوفیانہ) کلام کرنے لگے، مجلس منعقد کرتے اور لوگون کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے، فارس مین ابو عبد اللہ زاہد کے لقب سے مشہور تھے، اس زمانے مین چند کتابین بھی تصنیف کین، پھر فارس سے اہواز چلے گئے، وہان سے ایک شخص کو بھیجا، جس نے مجھے اُنکے پاس پہونچا دیا، وہان بھی لوگون کے سامنے گفتگو کرتے (مجالس منعقد کرتے) تھے۔ خاص وعام مین مقبولیت حاصل تھی، لوگون کے اسرار بیان کر دیتے

اُنکے دلون کی باتین بتلادیتے (یعنی کشفِ ضمائر بھی حاصل تھا) اسیوجہ سے اُنکو حلاج الاسرار کہنے لگے، پھر حلاج لقب پڑ گیا۔ پھر بصرہ گئے، وہان کچھ دنون قیام کیا، اور مجھے اہواز مین اپنے دوستون کے پاس چھوڑا، وہان سے دوبارہ مکہ گئے جہان گدڑی اور گھٹنا (یعنی بہت اونچا پاجامہ) پہنا۔ (لفظہ فی الاصل مرقع وفوطۃ۔ ۱۲ منہ) (مرقع پیوند لگا ہوا کرتہ یا عبا۔ اور فوطہ اونچا پائجامہ) اس سفر مین بہت مخلوق اُن کے ساتھ تھی، اسوقت ابو یعقوب نہرجوری نے اُن سے حسد کیا، اور اُنکے متعلق کہا جو کچھ کہا، پھر وہ بصرہ واپس آئے، ایک مہینہ وہان قیام کرکے اہواز پہونچے، وہان سے میری والدہ، اور اہواز کے بڑے بڑے لوگون کی ایک جماعت کو ساتھ لیکر بغداد گئے، یہان ایک سال قیام کیا، پھر اپنے ایک دوست سے کہا کہ میرے بیٹے احمد کی جب تک مین واپس ہون خبر رکھنا، کیونکہ میرے دل مین یہ بات آئی ہے کہ بلاد شرک (کفرستان) مین جاکر مخلوق کو اللہ کی طرف بلاؤن، چنانچہ بغداد سے روانہ ہوئے اور مین نے خبر دینے والون سے سن لیا کہ اُنھون نے ہندوستان کا قصد کیا ہے، پھر دوبارہ خراسان پہونچے، علاقہ ماوراءالنہر مین داخل ہوئے، وہان سے ترکستان اور ماچین گئے، لوگون کو اللہ تعالے کیطرف دعوت دی اور کچھ کتابین بھی تصنیف کین، جو مجھ تک نہین پہونچین، جب وہ اس سیاحت سے واپس ہوئے تو ہندوستان والے اُنکے نام پر **مغیث** لکھتے تھے اور ماچین و ترکستان والے **مقیت** اور خراسان والے **ممیز** اور فارس والے **ابوعبداللہ** زاہد اور خوزستان والے **شیخ حلاج الاسرار** بغداد مین بعض لوگ اُنکو **مصطلم** کہتے اور بصرہ کے بعض لوگ **محیر** کہتے تھے۔ اس سفر سے واپسی پر اُنکے متعلق مختلف باتین ہونے لگین تو وہ تیسری بار حج کیلئے کھڑے ہوگئے اور دو سال تک مکہ مین مجاور (بیت اللہ) رہے، پھر واپس آئے تو پہلی حالت سے بدلے ہوئے تھے۔ بغداد مین جائداد بھی خریدی، گھر بھی بنایا اور لوگون کو ایسی حقیقت کی طرف دی جسکو مین (پوری طرح نہین سمجھ سکا یونہین کچھ) ادھورا سمجھا۔ اسوقت محمد بن داؤد اور علماء کی ایک جماعت نے اُنکے خلاف خروج کیا اور اُنکی ظاہری حالت کو قبیح کہا۔ اور نصر قشوری کی وجہ سے اُنمین اور علی بن عیسی (وزیر) مین چل گئی۔ اور شبلی وغیرہ مشائخ صوفیہ بھی (بظاہر) اُنکے خلاف ہوگئے۔ اسوقت کچھ لوگ

اُنکو ساحر کہتے۔ بعضے مجنون کہتے اور بعضے صاحب کرامات اور صاحب اجابتِ سوال کہتے تھے (کہ ہر سوال کا جواب اُنکے پاس ہے)، غرض اُنکے بارے مین زبانون پر مختلف باتین تھین، یہان تک کہ سلطان نے گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ف اس بیان سے امور ذیل مستفاد ہوئے

(۱) حسین بن منصور سے اُنکے شیخ اول عمرو بن عثمان مکی ناراض تھے اور ناراضی کی وجہ ابو یعقوب اقطع کی لڑکی سے نکاح کرنا تھا، ممکن ہو شیخ کے نزدیک بدایت حال مین اُنکے لیے نکاح مضر ہوا اور اُنھون نے بدون اجازت و مشورہ کے نکاح کیا تو ناراض ہو گئے یا نکاح مضر نہ تھا مگر یہ جگہ اُنکو پسند نہ تھی، پھر یہ ناراضی اُسوقت زیادہ بڑھ گئی جب حسین بن منصور نے اُنکا وہ رسالہ لے لیا جسمین خواص صوفیہ کے خاص علوم تھے اور بظاہر ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ بدایت حال کیوجہ سے حسین بن منصور اُنکے نزدیک ان علوم کے اہل نہ تھے، گو ظاہر یہ ہے کہ اس رسالہ کی نقل کر کے اصل کو واپس کر دیا ہو گا مگر بلا اجازت کسی کتاب کا مطالعہ کرنا بھی مرید کو مناسب نہین، اسلیے شیخ ناراض ہو گئے اور اُنکی زبان سے بیساختہ بد دعا نکل گئی جس نے اپنا کام کیا۔

(۲) شیخ عمرو بن عثمان مکی اپنے وقت مین مسلّم امام طریقت تھے ابو عبد اللہ الناجی اور ابو سعید خراز سے ملے ہین، مگر صحبت طریق مین حضرت جنید کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے۔ امام بخاری سے حدیث روایت کی (الطبقات للشعرانی صـ۶۷ ج۱) صفة الصفوة خلاصہ حلیة الاولیاء مین اُن کا تذکرہ موجود ہے (صـ۲۴۸ ج۱) طبقات شعرانی مین بد دعا کا سبب بطور حکایتِ مجہول کے یہ بیان کیا ہے کہ شیخ عمرو بن عثمان نے حسین بن منصور کو ایک دن کچھ لکھتے ہوئے دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ ہے، مین قرآن کا معارضہ کر رہا ہون، تو اُنھون نے بد دعا دی، اور تعلق قطع کر دیا، میرے نزدیک یہ وجہ صحیح نہین، بلکہ صحیح وجہ وہی ہی جو اوپر مذکور ہوئی، کیونکہ قرآن کا معارضہ کرنا کفر ہے اور ابن منصور پر کسی وجہ سے بھی کفر کا ثبوت نہین ہوا جیسا ابن خلکان کے بیان سے آگے واضح ہو گا۔ لسان المیزان مین اس واقعہ کو اسطرح بیان کیا ہے۔ قال محمد بن یحیی الرازی (ان کان ہو محمد بن یحیی بن نصر المذکور فی اللسان فلا حجة فیہ یروی احادیث

مناکیر عن الثقات اھ صہ ۲۲۶ ج ۵) سمعت عمرو بن یحییٰ المکی (قلت الصحیح عمرو بن عثمان) یلعن الحلاج ویقول لو قدرت علیہ اقتلہ بیدی قلت ایش الذی وجد الشیخ علیہ قال قرأت آیۃ من کتاب اللہ فقال یمکننی ان أؤلف مثلہ حکاھا القشیری فی الرسالۃ صہ ۳۱۴ ج ۲۔ مگر رسالۂ قشیریہ مین ان الفاظ سے یہ واقعہ مذکور نہین ہے۔ یہ الفاظ خطیب کی تاریخ کے ہین۔ رسالۂ قشیریہ مین اس واقعہ کو باب حفظ قلوب المشائخ وترک الخلاف علیہم مین ان الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ومن المشھور ان عمرو بن عثمان المکی رای الحسین بن منصور یکتب شیئا فقال ما ھذا؟ فقال ھوذا اعارض القرآن فدعا علیہ وھجرہ، قال الشیوخ ان ما حل بہ بعد طول المدۃ کان لدعاء ذلک الشیخ علیہ اھ صہ ۱۵۱۔

اس واقعہ کو باب مذکور مین بیان کرنا اور ابن منصور کی زندگی کے آئندہ واقعات کو شیخ کی بد دعا کا اثر بتلانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک اس قصہ مین حسین بن منصور سے کسی امر موجب کفر کا ارتکاب نہین ہوا صرف ایسی بات کا ارتکاب ہوا تھا جو تکدر شیخ کا سبب بنگئی، ورنہ آئندہ واقعات کو شیخ کی بد دعا کا اثر نہ کہتے بلکہ کلمۂ کفر کا وبال کہتے، اب اُنکے قول ھوذا اعارض القرآن کا مطلب یہ نہین ہو سکتا کہ مین قرآن کا مقابلہ کر رہا ہون بلکہ غالباً ھوذا سے اُسی رسالہ کیطرف اشارہ ہے جو ابن منصور نے شیخ عمرو بن عثمان کی کتابون سے بدون اُنکی اجازت کے لے لیا تھا، مطلب یہ تھا کہ یہ وہی رسالہ ہے مین اسکو قرآن پر پیش کر رہا ہون کہ اُس سے اسکے مضامین ملتے ہین یا نہین جسطرح معارضہ کا اطلاق اس معنی پر ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنا پڑھا ہوا پیش کرے۔ جیسا حدیث مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا مین ہے۔ ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی العام مرتین فلا ارانی الا مقبوضا (رواہ البخاری وغیرہ)

اسی طرح معارضہ کا اطلاق اس معنی پر بھی صحیح ہے کہ ایک کتاب کو قرآن پر پیش کرکے دیکھا جائے کہ اُس سے اسکے مضامین ملتے ہین یا نہین۔ چونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ

شیخ عمرو بن عثمان کو اُس رسالہ کا بلا اجازت لینا ناگوار تھا اسلئے یہ جواب اُنکو زیادہ ناگوار ہوا، اور بد دعا دی، صرف اسی صورت مین اس واقعہ کو باب حفظ قلوب المشائخ مین بیان کیا جا سکتا اور آئندہ واقعات کو بد دعا کا اثر کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ جن الفاظ سے خطیبؒ نے اس واقعہ کو بیان کیا اور حافظؒ نے لسان مین نقل کیا ہے اُنکو نہ حفظ قلوب المشائخ سے کچھ تعلق ہے، نہ اُس صورت مین شیخ کی بد دعا کو آئندہ واقعات مین موثر کہا جا سکتا ہے کیونکہ کسی واقعہ کو بد دعا کا اثر اُسیوقت کہہ سکتے ہین جبکہ بد دعا کے سوا اور کوئی سبب موجب وبال موجود نہ ہو، اور الفاظ مذکورہ مین تو خود کلمۂ کفر ہی بڑا موجب وبال موجود ہے۔ پس یا تو خطیب کی روایت کو تصرف رُوات پر محمول کیا جائے اور تاریخی واقعات مین ایسا تصرف اختلاف فہم رواۃ سے مستبعد نہین جبکہ احادیث احکام مین بھی روایت بالمعنے سے تصرف ہو جاتا ہے یا بتقدیر صحت روایت و عدالت رُوات یہ کہا جائے کہ حسین بن منصورؒ کے قول یمکننی ان اؤلف مثلہ کا یہ مطلب تھا کہ مین قرآن کا مثل من کل الوجوہ بنانے پر قادر ہون، بلکہ مطلب یہ تھا کہ جیسے مضامین ہدایت قرآن مین ہین میرے قلب پر بھی بطور الہام وارد ہوتے ہین جنکو اپنی عبارت مین بیان کر سکتا ہون۔ اس صورت مین لفظ مثلہ ابن منصورؒ کے کلام مین ویسا ہی ہوگا جیسا ابو داؤد کی ایک حدیث مین ہے الا وانی اوتیت الکتاب ومثلہ (جمع الفوائد کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) جسمین حدیث کو قرآن کا مثل فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مثل من کل الوجوہ مراد نہین۔ نفس حجیت مین مراد ہے اور درجۂ حجیت مین بھی مساوات مراد نہین، سو اگر قرآن کی صحیح تفسیر اور علوم و معارف کو مثل قرآن کوئی کہدے گو ایہام کے سبب مناسب نہین، مگر اسکی تکفیر یا تضلیل کی تو گنجایش نہین، اور عنوان مناسب نہونے کی وجہ ہی سے شیخ عمرو بن عثمان نے بد دعا کی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) حضرت جنیدؒ بھی اُن سے ناراض ہو گئے تھے چنانچہ انکے ایک سوال کا جواب نہین دیا اور فرمایا کہ یہ سوال مدعیانہ تھا، طلب تحقیق کے لئے نہ تھا، بالآخر ابن منصور اُن سے بھی متوحش ہو گئے، دلون مین صفائی نہ رہی، اور غالباً جنیدؒ کو اُنکی یہ حرکت بھی

ناپسند ہوئی کہ قبل اجازت شیخ بنگئے اور درویشون کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ سے بغداد آئے
سو ممکن ہی حسین بن منصور نے از خود دیانۃً اپنے کو مشیخت کا اہل سمجھا ہو اور شرعًا اس صورت
مین اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی، مگر اسلم یہی تھا کہ بدون اجازت مشائخ کے
ایسا نہ کرتے، تاکہ مشائخ کے دل مین کدورت پیدا نہ ہوتی اور اُنکے مدعی ہونے کا خیال
اُنکے دل مین نہ آتا، اس طریق مین اسباب تکدر شیخ سے احتراز بہت زیادہ ضروری ہے کہ
استقامت اور تمکین کامل رضائے شیخ ہی سے حاصل ہوتی ہے، تکدر شیخ سے گو اخروی
ضرر نہو مگر دنیوی ضرر یہ ہوتا ہے کہ جمعیت قلب فوت ہو جاتی اور پریشانیون کا سامنا ہوتا
ہے، چنانچہ ابن منصور کو یہ سب کچھ پیش آیا۔ اللھم انی اسئلك رضاك و رضا
اولیاءك واعوذ بك من سخطك وسخط اولیاءك۔

(۴) حسین بن منصور ایک حال پر نہ رہتے تھے، کبھی صوفیانہ لباس پہنتے، کبھی سپاہیانہ
وضع اختیار کرتے، کبھی زاہدون کے طریق پر رہتے، کبھی دنیاداردن کی روش اختیار
کر لیتے تھے۔ پس اگر وہ صاحب تمکین نہ تھے تو اسکا منشا تلوین تھی، اور اگر صاحب تمکین
تھے تو اس اختلاف وضع کا منشا اخفائے حال تھا، جیسا صوفیہ ملامتیہ کا معمول ہے۔

(۵) اُنکو دعوت الی اللہ کا بیحد شغف تھا، ساری عمر سیاحت مین گذاری اور جہان
پہونچے، مخلوق کو اللہ کیطرف دعوت دی، پس اسمین شک نہین کہ عشق و محبت الٰہیہ سے
کامل حصہ اُنکو ملا تھا اور یہ بات اُنکے تمام احوال و واقعات و اقوال و اشعار وغیرہ مین
پوری طرح نمایان ہے۔

لقب حلاج کی دوسری وجہ خطیب نے تاریخ بغداد مین ابو عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی کے حوالہ سے بیان
کیا ہے کہ حسین بن منصور کو حلاج اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک بار واسط
مین ایک دُھنئے کی دکان پر پہونچے اور اُسے کسی کام کو بھیجنا چاہا، اُس نے کہا مین اپنے
کام مین مشغول ہون، ابن منصور نے کہا تو میرا کام کردے مین تیرا کام کردونگا، چنانچہ وہ
چلا گیا، جب (کام کرکے) واپس آیا تو دُکان کی روئی کا سارا ذخیرہ دُھنا ہوا پایا (جس کا
ایک مدت مین بھی دُھننا دشوار تھا) اسوجہ سے اُنکا لقب **حلاج** ہو گیا۔

بعضوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی ابتدائی حالت میں اسرار پر گفتگو کرتے اور مریدوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر کر دیتے (اور اُنکے دل کی باتیں) بتلا دیتے تھے۔ اسلئے اُن کا نام حلاج الاسرار ہوا، پھر حلاج لقب مشہور ہو گیا۔

ف۔ میرے نزدیک دونوں روایتوں میں کچھ تخالف و تضاد نہیں، خواص نے بوجہ اسرار قلوب پر گفتگو کرنے کے اُنکو حلاج الاسرار کہا، اور عوام میں بوجہ اس واقعہ کے حلاج کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ریاضات و مجاہدات خطیب نے محمد بن علی کنانی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ حسین بن منصور اپنی ہدایت حال میں مکہ پہونچے تو ہم نے کوشش کر کے اُن کی پیوند زدہ گدڑی کو دیکھا اُسمیں سے ایک جوں پکڑی، پھر اُسکو وزن کیا تو نصف دانگ کے برابر تھی، (کثرت ریاضت اور شدت مجاہدات کی وجہ سے) (اُنکی گدڑی میں ایسی بڑی بڑی جوئیں ہو گئی تھیں اور اُنکو اپنے شغل سے اتنی فرصت نہ تھی کہ کپڑوں کو صاف کریں یا جوں ماریں)۔

ابو یعقوب[ع] نہرجوری (جو بعد میں حسین بن منصور سے حسد کرنے لگے تھے جیسا اوپر مذکور ہوا) بیان کرتے ہیں کہ حسین بن منصور پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں آئے تو سال بھر تک مسجد (حرام) کے صحن ہی میں بیٹھے رہے، وضو اور طواف کے سوا کسی وقت اپنی جگہ سے نہ ہٹتے تھے۔ نہ بارش کی پروا تھی، نہ دھوپ کی، شام کے وقت اُنکے واسطے مکہ کی روٹیوں میں سے ایک روٹی اور ایک کوزہ میں پانی لایا جاتا تھا تو وہ روٹی کے چار طرف ایک ایک دفعہ منھ مارتے (اور چار لقمہ کھا لیتے) پانی کے بھی دو گھونٹ پیتے، ایک گھونٹ کھانے سے پہلے ایک گھونٹ کھانے کے بعد، پھر باقیماندہ روٹی کو کوزہ کے اوپر رکھ دیتے جو اُنکے پاس سے اُٹھالی جاتی تھی۔

ابراہیم بن شیبان سے روایت ہے کہ میرے استاد ابو عبداللہ مغربی، شیخ عمرو بن عثمان مکی کو

ع یہ بزرگ حضرت جنید اور عمرو بن عثمان مکی کے اصحاب میں سے ہیں، شعرانی نے طبقات میں انکا شمار مشائخ قوم میں کیا ہے ص۹۵ اسلئے اُنکے متعلق یہ کہنا کہ اُنکو حسین بن منصور سے حسد ہو گیا تھا راوی کے خیال پر مبنی ہوگا۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۱۲

سلام کرنے گئے، پھر کسی مسئلہ مین باہم گفتگو ہونے لگی، تو اثنائے گفتگو مین عمرو بن عثمان نے فرمایا کہ یہان جبل ابو قبیس پر ایک جوان (قابل زیارت) ہے۔ ہم اُنکے پاس سے اٹھکر جبل ابو قبیس پر پہونچے، دوپہر کا وقت تھا، ہم نے اُس جوان کو دیکھا کہ وہ دھوپ مین ایک پتھر پر بیٹھا ہے اور پسینہ پتھر پر ٹپک رہا ہے، ابو عبداللہ مغربی یہ حالت دیکھکر فوراً لوٹ گئے اور ہاتھ کے اشارے سے مجھے بھی لوٹنے کا حکم دیا، چنانچہ جب ہم پہاڑ کے نیچے میدان مین اُتر آئے اور مسجد (حرام) مین داخل ہوئے تو مجھ سے ابو عبداللہ مغربی نے فرمایا، اگر تم زندہ رہے تو دیکھوگے اس شخص کو کیا پیش آئیگا، اللہ تعالیٰ اسکو ایسی بلا مین مبتلا کرینگے جس (کے تحمل) کی اسکو طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ شخص اپنی حماقت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری جتلانے بیٹھا ہے، پھر ہم نے اسکا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا حلاج ہے۔

ف۔ آخر کی روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عمرو بن عثمان اسوقت حسین بن منصور سے خوش تھے، چنانچہ شیخ ابو عبداللہ مغربی کے سامنے اُنکی تعریف کی جسکے بعد اُن کو زیارت کا شوق ہوا، پس ظاہر یہ ہے کہ اسوقت حسین بن منصور شیخ کی اجازت سے خلوت و مجاہدات مین مشغول تھے اور وہ اُنکے مجاہدات و ریاضات سے خوش تھے، رہا ابو عبداللہ مغربی کا اس حالت پر انکار فرمانا، تو اگر قصداً ایسا کیا جائے کہ سایہ کو چھوڑکر دھوپ مین ذکر و شغل کیلئے بیٹھے تو یہ واقعی مذموم اور خلاف سنت ہے اور اگر قصداً ایسا نہ کیا جائے بلکہ ذکر و شغل سایہ مین شروع کیا ہو پھر دھوپ آگئی ہو، مگر ذکر یا مذکور کے ساتھ غایت دلبستگی کی وجہ سے دھوپ کی خبر نہوئی ہو تو یہ حالت نہ مذموم ہے نہ خلاف سنت، چنانچہ بعض صحابہ کے بدن مین بحالت نماز کافرون کے چند تیر پیوست ہوگئے، خون بہنے لگا اور اُنھون نے نماز کو قطع نہین کیا، نہ اپنی جگہ بدلی، جب اُن سے سوال کیا گیا کہ تم نے پہلے ہی تیر پر اپنے ساتھی کو کیون نہ بیدار کردیا۔ فرمایا مین ایک سورت پڑھ رہا تھا اُسکے قطع کرنے کو جی نہ چاہا۔ اسیطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بدن مین تیر پیوست ہوگیا تھا جسکے نکالنے مین اُنکو سخت تکلیف ہوتی تھی، تو بعض خدام نے اطبا سے کہا کہ جب

عہ ذکرہ الشیخ ابن ابی حمزۃ فی بہجۃ النفوس کما فی رحمۃ القدوس صفحہ ۲۱ ۱۲ ظ۔

وہ نماز کا سجدہ کریں، اسوقت نکال لینا، انکو خبر بھی نہوگی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، جب نماز سے فارغ ہوئے اور لوگوں کو اپنے گرد جمع پایا، پوچھا، کیوں آئے؟ کیا تیر نکالنا چاہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا، وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، مگر انکو اسکی اصلا خبر نہیں ہوئی، سو ممکن ہے حسین بن منصور کو بھی ایسی ہی حالت پیش آئی ہو۔ مگر چونکہ شیخ ابو عبداللہ مغربی بہت بڑے شخص ہیں، ابراہیم خواص اور ابراہیم بن شیبان جیسے بزرگ انکے اصحاب میں سے ہیں (کما فی الطبقات للشعرانی صہ ۹۰/۱) انکی فراست رائے کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا خصوصاً جبکہ انکی صحت فراست حسین بن منصور کی آئندہ حالت سے واضح بھی ہوگئی، پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن منصور کو اپنی اس حالت کا کسی قدر احساس باقی تھا، ایسا استغراق کلی نہ تھا کہ دھوپ اور سایہ کا اصلا امتیاز باقی نہ رہا ہو۔ مگر انھوں نے دھوپ سے سایہ کیطرف منتقل ہونے کا اسلئے اہتمام نہ کیا کہ مبادا وہ حالت وکیفیت جو اسوقت حاصل تھی، اس اہتمام کی وجہ سے فوت ہو جائے۔ اور دھوپ کی تکلیف کا احساس کچھ زیادہ نہ تھا۔ کیفیت حاصلہ نے اسکو مغلوب کر دیا تھا، مگر محققین کے نزدیک کیفیات کا اتنا اہتمام شدید اور نفس پر اتنی تشدید محمود نہیں۔ حدیث میں ہے من شاق شاق اللہ علیہ۔ اسلئے ابو عبداللہ مغربی نے ان پر انکار کیا۔ واللہ تعالے اعلم۔

خطیب نے ابو عبدالرحمن سلمی کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ فارس بغدادی سے میں نے سنا کہ جب حسین بن منصور حلاج کو قید کیا گیا تو ٹخنوں سے گھٹنوں تک تیرہ بیڑیاں (لوہے کی) انکے پیروں میں ڈالی گئیں، اسکے باوجود بھی وہ رات دن میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔

ف۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار رکعت پڑھنے کا دائمی معمول تھا، جسکو اس حالت میں بھی ترک نہیں کیا۔ جسمیں دوسرا آدمی فرض بھی بمشکل ادا کر سکتا ہے، اس سے حسین بن منصور کا مجاہدات وریاضات میں درجہ کمال ظاہر ہے، اور رات دن میں ایک ہزار رکعت ہمیشہ پڑھنا بدون غایت محبت وعشق الٰہی کے دشوار ہے اسلئے حسین بن منصور کے صاحب عشق ومعرفت ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیا کسی ساحر وزندیق کو بھی کسی نے ایک ہزار

رکعت روزانہ پڑھتے دیکھا ہے؟۔

کرامات | صاحب جامع کرامات اولیا نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۴۰۳ مین امام شعرانی کی کتاب المنن سے نقل کیا ہے کہ حسین بن منصور حلاج کی کرامات مین سے ایک کرامت یہ ہے کہ ابن خفیف[ع] (جیل خانہ مین) اُنکے پاس گئے، اور پوچھا کس حال مین ہو؟ کہا، اللہ تعالیٰ کی نعمتین میرے اوپر (نازل) ہین، ظاہر مین بھی اور باطن مین بھی۔ پھر کہا، مین تم سے تین مسئلہ (تصوف کے) پوچھنا چاہتا ہون، کہا پوچھو، کہا صبر کسے کہتے ہین؟ ابن منصور نے کہا، صبر یہ ہے کہ مین ان بیڑیون کی طرف نظر کرون تو وہ ٹوٹ جائین۔ ابن خفیف کہتے ہین کہ ابن منصور نے یہ کہکر بیڑیون پر نگاہ کی، تو سب ٹوٹ کر کھل گئین (مگر باوجود اس قدرت تصرف کے رات دن پیرون مین بیڑیان ڈالے رکھتے تھے، تصرف کے ذریعے اُنکو الگ نہ کرتے تھے) اور دیوار (جیل خانہ پر نظر کی تو دیوار) پھٹ کر کھل گئی اور دفعۃً ہم دجلہ کے کنارے پہونچ گئے (مگر باینہمہ ہر وقت جیل خانے ہی مین رہتے تھے) اور کہا، یہ صبر ہے۔ مین نے کہا، فقر کیا ہے؟ تو ایک پتھر پر نگاہ ڈالی، وہ فوراً سونا اور چاندی بن گیا، کہا یہ فقر ہے۔ کہ باوجود اس (تصرف) کے مین ایک پیسہ تک کا محتاج ہوتا ہون جس سے (گھر مین جلانے کا) تیل خریدون، مین نے کہا، فتوت (مردانگی) کسے کہتے ہین؟ کہا، اُسکو کل تم دیکھ لوگے ابن خفیف کہتے ہین کہ جب رات آئی تو مین نے (خواب مین) دیکھا، گویا قیامت قائم ہے اور ایک منادی پکار رہا ہے، حسین بن منصور حلاج کہان ہے؟ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑے کیئے گئے، اُن سے کہا گیا، جو تجھ سے محبت رکھے گا جنت مین داخل ہوگا، اور جو تجھ سے بغض رکھے گا دوزخ مین جائے گا۔ حلاج نے کہا (نہین) یارب بلکہ سب کو بخشدیجیے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے، اور کہا، فتوت یہ ہے اھ۔

ف۔ اگر ابن منصور ساحر و زندیق ہوتے تو باوجود اس تصرف کے جیلخانے مین بند کیون رہتے، اور ہر وقت بیڑیان پیرون مین کیون ڈالے رکھتے؟ ساحر و زندیق کو صبر و فقر سے کیا واسطہ؟ اُسکو ایسا تصرف حاصل ہو تو یقیناً جیلخانے سے بھاگ جائے

ع انکا نام محمد بن خفیف ضبی ہے، اپنے وقت مین شیخ المشائخ اور یکتا تھے۔ انکا تذکرہ آئندہ کیا جائیگا۔۱۲۔

اور ایسی جگہ روپوش ہو کہ کسی کو بھی پتا نہ چلے۔

ف۔ اگرچہ خواب شرعاً حجت نہین، مگر مبشرات مین سے ہے۔ اور مشائخ اصحاب القلوب کا خواب دوسرون کے خواب سے راجح ہوتا ہے۔ پس ابو عبداللہ محمد بن خفیف کا یہ خواب ابو فاتک بغدادی کے اُس خواب سے مقدم ہے کہ اُس نے حق تعالےٰ کو قتل حلاج کے بعد خواب مین دیکھا اور عرض کیا "یا رب حسین بن منصور کا کیا حال ہی، فرمایا، مین نے اُسپر ایک حقیقت منکشف کی تھی، تو اُس نے مخلوق کو اپنی طرف بُلانا شروع کر دیا، مین نے اُسپر بلا نازل کی جو تونے دیکھی اھ خطیب۔" اگرچہ یہ خواب بھی ابن منصور کے صاحب حقیقت ہونے کو واضح کر رہا ہے اور ابن منصور کا لوگون کو اپنی طرف دعوت دینے کا مطلب یہ نہین کہ اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے لگے تھے۔ کیونکہ آئندہ اُنکے اقوال سے اقرار عبدیت واضح ہو جائے گا، بلکہ اُس حقیقت کی طرف دعوت دینا مراد ہو گا جسکی طرف عوام کو دعوت دینا مضر تھا۔ واللہ اعلم۔

(علامہ عبدالرؤف) منادی (محدث مصر) فرماتے ہین کہ حسین بن منصور حلاج بیضاوی واسطی مشہور صوفی ہین۔ جنید اور نوری وغیرہما کی صحبت مین رہے، اُنکو حلاج اسواسطے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک نداف کی دکان پر بیٹھے تھے، پھر وہ واقعہ بیان کیا جو اوپر حلاج کی دوسری وجہ تسمیہ مین مذکور ہوا ہے، جس سے اُنکی کرامت ظاہر ہے کہ روئی کا سارا خزانہ ذرا سی دیر مین دُھنا گیا۔

اُنکی کرامات مین سے ایک یہ ہی کہ لوگون کے سامنے جاڑون کا میوہ گرمی مین اور گرمی کا میوہ جاڑون مین پیش کرتے تھے۔ اور ایک کرامت یہ ہی کہ ہوا مین ہاتھ لمبا کرتے اور دراہم سے بھرا ہوا واپس لاتے جن پر قل ہو اللہ احد لکھا ہوتا تھا اور وہ اُن دراہم کو دراہم قدرت کہتے تھے۔ منجملہ اُنکی کرامات کے یہ بھی ہی کہ لوگ جو کچھ کھاتے پیتے اور اپنے گھرون مین جو کام کرتے سب بیان کر دیا کرتے اور لوگون کے دلون کی باتین بتلا دیا کرتے تھے۔

منجملہ اُنکے یہ ہی کہ ابن خفیف نے بیان کیا کہ مین جیلخانے مین اُنکے پاس گیا، اور سلام کیا،

سلام کا جواب دیکر پوچھا کہ خلیفہ میرے بارہ مین کیا کہتا ہے؟ مین نے کہا یہ کہتا ہے، کہ ہم اُسے کل قتل کر دین گے۔ یہ سُنکر تبسم کیا، اور کہا، آج سے پندرہ دن تک میرا معاملہ اس اسطرح ہوگا۔ پھر اپنی جگہ سے اُٹھکر وضو کیا اور جیلخانے مین چالیس ہاتھ کے فاصلے پر ایک رسی تنی ہوئی تھی جس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا، تو مین نے اُس کپڑے کو ابن منصور کے ہاتھ مین دیکھا، مین نہین جانتا کہ وہ کپڑا اُنکے ہاتھ مین اُڑکر آگیا تھا یا اُنھون نے ہاتھ بڑھا کر اُسکو لے لیا تھا۔ پھر اپنے ہاتھ سے دیوار کی طرف اشارہ کیا، تو دیوار کُھل گئی اور مین نے دجلہ کو دیکھا کہ لوگ اُسکے کنارہ پر کھڑے ہوئے ہین اھ

ف۔ علامہ عبدالرؤف منادی مصر کے مشہور محدث ہین، جامع صغیر سیوطی کی جو شرح اُنھون نے لکھی ہے اُس سے اُنکی جلالت شان ظاہر ہے۔ اُنکا ابن منصور کو صوفیہ مین شمار کرنا اور اُنکی کرامات کو کرامات اولیا مین داخل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ ابن منصور کے متعلق مخالفین نے جو کچھ کہا ہے، زمانہ ما بعد مین اُسکا کچھ اثر باقی نہین رہا۔ اسی طرح صاحب جامع کرامات الاولیاء علامہ یوسف نبہانی اس زمانہ کے عمدہ محققین مین سے صاحب تصانیف کثیرہ ہین۔ وہ بھی ابن منصور کو اولیاء مین شمار کرتے اور اُن کی کرامات کو کرامات اولیاء مین داخل کرتے ہین۔

خطیب نے ابو عبدالرحمن سلمی کے واسطہ سے ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد قلانسی رازی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہین کہ جب حسین بن منصور کو سُولی دیگئی، مین اُنکے پاس کھڑا تھا اُنھون نے کہا، "الٰھی الٰھی اصبحت فی دار الرغائب انظر الی العجائب۔ الٰھی انک تتودد الی من یؤذیک فکیف لا تتودد الی من یؤذی فیک" یعنے میرے معبود میرے معبود مین نے صبح کی مرغوبات کے گھر مین اور عجائبات کو دیکھ رہا ہون (غالباً عالم مثال یا عالم آخرت منکشف ہوگیا ہوگا، وہان کے عجائبات دیکھ رہے ہونگے اور ممکن ہی شوق وصال مین دُنیا ہی کو مرغوبات کا گھر کہدیا ہو، اور سامان قتل کو عجائبات مین داخل کیا ہو کہ یہ بھی عجیب سامان ہے جو محب کو محبوب سے جلد ملانیوالا ہے) میرے معبود! آپ تو اُس شخص سے بھی دوستی کا برتاؤ کرتے ہین جو آپ کو ایذا دیتا ہے۔ تو آپ اُس شخص سے

دوستی کا برتاؤ کیون نہ کرینگے جسکو آپ کی راہ مین ایذا دیجاتی ہی (اسکے بعد عاشقانہ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ اشعار الغیور مین آئے گا)۔

ف۔ سب سے بڑی کرامت دلی کی یہ ہی کہ شدائد و مصائب مین بھی محبت الٰہی پر قائم رہے اسمین ذرہ برابر کمی نہ آئے۔ حسین بن منصور کو اس دولت سے بھرپور حصہ ملا تھا کہ سُولی پر چڑھایا جارہا ہے اور اُنکی بات بات سے محبت و عشق الٰہی کے شرارے نکل رہے ہین گویا زبان حال سے یون کہہ رہے تھے ؎

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست ۔۔۔ تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

سُلمی مذکور عبدالواحد بن علی سے وہ فارس بغدادی سے روایت کرتے ہین کہ جبدن ابن منصور کو قتل کیا گیا ہے قتل سے پہلے اُنکے ایک ایک عضو کو کاٹا گیا، مگر اُنکا رنگ بھی متغیر نہوا۔

سُلمی ابو عبداللہ رازی سے وہ ابو بکر عطوفی سے روایت کرتے ہین کہ مین ابن منصور کے پاس سب سے زیادہ قریب تھا۔ اُنکے اتنے اتنے کوڑے لگائے گئے (یعنی ایک ہزار جیسا دوسری روایت مین مصرح ہے) اور دونون ہاتھ اور دونون پانوں کاٹے گئے مگر اُن کی زبان سے کچھ بھی نہین نکلا (یعنی اُف تک نہین کی)۔

خطیب نے ابوالعباس بن عبدالعزیز کے حوالہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہین کہ مین ابن منصور حلاج کے بہت قریب تھا، جب اُنکے کوڑے لگائے گئے تو ہر کوڑے پر احد احد احد کہتے تھے۔

اور عیسی القصار کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اخیر کلمہ جو ابن منصور کی زبان سے قتل اور سولی کے وقت نکلا ہے یہ تھا۔ حسب الواحد افراد الواحد لہ واحد کیلئے یہی کافی ہے کہ لفظ واحد تنہا اُسی کیلئے مخصوص ہی۔ اس جملہ کو مشائخ مین سے جس نے بھی سُنا اُس پر رقت طاری ہوگئی اور اُنکی اس بات کو سبھی نے پسند کیا۔

ف۔ اللہ اللہ اس شخص پر کتنا قوی حال غالب تھا کہ ایک ہزار کوڑے کھائے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور اُف تک نہ کی، احد احد ہی کہتے رہے۔ اس حال کے سامنے ہزار کرامات بھی بے حقیقت ہین۔ اور سب سے آخری کلمہ جو زبان سے نکلا وہ تو سراسر توحید مین ڈوبا ہوا

تھا۔ جسے سنکر مشائخ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ اور اعتبار خاتمہ کا ہے تو اگر بالفرض اُنکی زبان سے کسی وقت کوئی ایسا کلمہ نکلا ہو جسکی بنا پر علماء کو تکفیر کی جرأت ہوئی ہو تو ابن منصور کی آخری حالت اُنکے سچے موحد ہونے کو اچھی طرح واضح کر رہی ہے۔ پس اُن عبارات مین تاویل ضروری ہی جن سے علماء کو شبہہ ہوا ہے۔

عریب بن سعد قرطبی نے صلۃ الطبری مین نقل کیا ہے کہ ابن نصر قشوری بیمار ہوا تو طبیب نے اُسکے لئے سیب تجویز کیا۔ ہر چند تلاش کیا گیا نہین ملا تو علاج نے ہوا کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور لوگون کے سامنے سیب رکھدیا۔ سب کو تعجب ہوا، تو پوچھا، یہ تم کو کہان سے ملا؟ کہا جنت سے، حاضرین مین سے ایک نے کہا کہ جنت کے پھل مین تغیر نہین ہوتا اور اسمین تو کیڑا ہے، کہا چونکہ یہ دار بقا سے دار فنا مین آگیا ہے اسلئے اسمین ایک جزو بیان کی بلا کا آگیا۔ لوگون نے اس جواب کو اُنکے فعل سے بھی زیادہ عجیب سمجھا۔

ملفوظات | امام ابو القاسم عبد الکریم القشیری رحمہ اللہ نے اپنے رسالۂ قشیریہ کے مقدمہ مین مشائخ صوفیہ کے عقائد کے متعلق دعوے کیا ہے کہ وہ بالکل کتاب و سنت کے موافق اور سلف صالح کے مطابق ہین۔ اور دلیل مین جہان دیگر اجلۂ صوفیہ و ائمۂ طریق کے اقوال بیان کئے ہین وہین حسین بن منصور حلاج کے اقوال بھی نقل کئے ہین۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ امام قشیری کے نزدیک ابن منصور بھی مشائخ صوفیہ سے ہین۔ اور امام قشیری کا درجہ علم ظاہر و باطن مین جسقدر بلند ہے ظاہر ہے۔ وہ صوفی بھی ہین اور محدث بھی، عالم فاضل بھی ہین اور عارف کامل بھی۔ اُنکی ولادت ۳۷۶ھ ہجری مین ہے اور وفات ۴۶۵ھ مین۔ تو اُنکا زمانہ ابن منصور کے زمانہ سے قریب بھی ہی۔ لہذا اُنکی یہ شہادت بہت قیمتی اور وزنی شہادت ہے اور اس سے حافظ ابن حجر کے اس قول کا بھی رد ہو گیا جو لسان المیزان مین مذکور ہے ولا اری یتعصب للحلاج الا من قال بقولہ الذی ذکر انہ عین الجمع فھذا ھو قول اھل الوحدۃ المطلقۃ ولھذا تری ابن عربی صاحب الفصوص یعظمہ ویقع فی الجنید الخ ص ۳۱۵ ج ۲ یعنی میری رسلے مین حلاج کی حمایت اُن لوگون کے سوا کوئی نہین کرتا جو اُسکی اس بات کے قائل ہین جسکو وہ عین جمع کہتے ہین اور یہی اہل وحدت

مطلقہ کا قول ہی، اسلیئے تم ابن عربی صاحب نصوص کو دیکھوگے کہ وہ حلاج کی تو تعظیم کرتے ہین اور جنید کی تحقیر کرتے ہین الخ مگر حافظ ابن حجر، امام قشیری کی نسبت کیا ارشاد فرمائینگے؛ وہ تو اہل وحدۃ مطلقہ مین سے نہین ہین، اُنکی جلالت شان تو علمائے شریعت کے نزدیک بھی مسلم ہے، اور واقعہ یہ ہی کہ عین جمع کی جو حقیقت ابن منصور نے بیان کی ہے وہی جملہ ائمہ طریق نے بیان کی ہی، مگر دوسرے مغلوب الحال نہ تھے، اسلیئے عبارات موحشہ موہمہ سے احتراز کرتے تھے، پھر بھی جب حضرت جنید نے علم توحید مین گفتگو کی ہے لوگ اُن سے متوحش ہو گئے اور اُنکے خلاف شہادت دینے لگے، حتےٰ کہ اُنھون نے فقہ مین مشغولی اختیار کرکے اپنے کو چھپایا، جیسا مقدمہ مین مذکور ہوا ہی، اور حسین بن منصور تو مغلوب الحال تھے، اُنکی زبان سے عبارات موحشہ موہمہ بھی نکل جاتی تھین، اہل ظاہر اُنکے خلاف کیون نہ شہادت دیتے جبکہ وہ جنید جیسے امام کی باتون سے بھی متوحش ہوتے تھے۔

اس تمہید کے بعد رسالۂ قشیریہ سے ابن منصور کے اقوال نقل کئے جاتے ہین، اقوال بجنسہا عربی مین نقل ہونگے اور اُنھین کے سامنے ترجمہ ہوگا۔

اخبرنا الشیخ ابو عبد الرحمٰن السلمی رحمہ اللہ تعالیٰ قال سمعت محمد بن محمد بن غالب قال سمعت ابا نصر احمد بن سعید الاسفنجابی یقول

ہم کو شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ مین نے محمد بن محمد بن غالب سے سُنا کہ اُنھون نے ابو نصر احمد ابن سعید الاسفنجابی سے سُنا کہ:۔

قال الحسین بن منصور الزم الکل الحدث لان القدم لہ، فالذی بالجسم ظہورہ فالعرض یلزمہ۔ والذی بالاداۃ اجتماعہ فقواہا تمسکہ۔ والذی یؤلفہ وقت یفرقہ وقت، والذی یقیمہ غیرہ

حُسین بن منصور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کے لئے حدوث کو لازم کر دیا ہے کیونکہ قدیم ہونا اُسکے لئے مخصوص ہے، پس جس چیز کا ظہور جسم سے ہے اُسکے لئے عرض لازم ہے اور جو چیز آلات و اسباب سے مجتمع ہوئی ہے اُسکی قوتین اُسکو تھامے ہوئے ہین (یعنی وہ اُن قوتون کی محتاج ہی) اور جس چیز کو ایک وقت مجتمع کرتا ہے دوسرا وقت اُسکو متفرق کر دیتا ہے، جس کو اُس کا غیر قائم کرتا ہے،

فالضرورة تمسه والذی
الوهم يفطن به
فالتصوير يرتقی اليه،
ومن أواه محل ادركه
این، ومن كان له
جنس طالبه مكيف،
انه سبحانه لا يظله
فوق - ولا يقله تحته
ولا يقابله حد - و
لا يزاحمه عند - و
لا يأخذه خلف
ولا يحده امام ولم
يظهره قبل ولم
ينفه بعد - ولم
يجمعه كل - ولم
يوجده كان - و
لم يفقده ليس -
وصفه لا صفة
له - وفعله لا
علة له - وكونه
لا امد له -
تنزه عن احوال
خلقه - ليس له

اُسکو دوسرے کی احتیاج ہے، جس پر وہم کی دسترس
ہو سکتی ہی، تصویر خیالی اُس تک پہونچ سکتی ہے جس کو
محل اور مکان اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اُسکو کیفیت مکانی
محیط ہے، جو کسی جنس کے تحت مین ہے اُسکے لیے تکیف
اور تمیز ہونا لازم ہی (کیونکہ جنس کے تحت مین انواع ہوتی ہین اور
ہر نوع دوسری نوع سے کسی فصل کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہی)
اللہ تعالےٰ پر نہ کوئی مکان فوق سایہ فگن ہے، نہ کوئی مکان
تحت اُسکو اُٹھائے ہوئے ہے، کوئی حد اُسکے سامنے نہین،
اور کوئی قریب و نزدیک اُسکا مزاحم نہین (یعنی اُس کے
نزدیک کوئی نہین جو مزاحمت کا احتمال ہو سکے) نہ کوئی
اُسکو اپنے پیچھے لے سکتا ہے نہ سامنے ہو کر اُسکو محدود
کر سکتا ہے، نہ اولیت نے اُسکو ظاہر کیا، نہ بعدیت نے
اُس کی نفی کی، نہ لفظ کُل نے اُسکو اپنے اندر لیا (کیونکہ
نہ وہ کسی کُل کا جزو ہے نہ کُلی کا فرد ہے) نہ لفظ کان نے
اُسکو ایجاد کیا، نہ لیس نے اُسکو مفقود کیا (یعنے جب یہ کہا جاتا ہے
کہ اللہ تعالےٰ ایسا ہے اور ایسا نہین ہی تو یہ مطلب نہین کہ
تمھارے بیان کے بعد وہ ایسا ہو گیا اور تمھاری تنزیہ کے بعد
وہ ایسا نہین رہا بلکہ جن صفات کمال سے وہ موصوف ہے
ہمیشہ سے موصوف ہے اور جن عیوب سے وہ منزہ ہے ہمیشہ سے
منزہ ہے) اُسکے وصف کیلئے کوئی تعبیر نہین (اور جو تعبیر
ہے بھی وہ ناقص ہے) اُسکے فعل کی کوئی علت نہین،
اُسکے وجود کی کوئی نہایت نہین (نہ ماضی مین نہ مستقبل مین
کیونکہ وہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی) وہ اپنی مخلوق کے

من خلقه مزاج۔
ولا في فعله علاج۔
باينهم بقدمه كما
باينوه بحدوثهم۔
ان قلت متى فقد
سبق الوقت كونه۔
وان قلت هو فالهاء
والواو خلقه۔ وان
قلت اين فقد تقدم
المكان وجوده فالحروف
آياته۔ ووجوده اثباته
ومعرفته توحيده۔
وتوحيده تمييزه من خلقه
ماتصور في الاوهام فهو بخلافه
كيف يحل به ما منه بدأ او
يعيد اليه ما هو انشاه لا
تماقله العيون ولا تقابله
الظنون۔ قربه كرامته۔
وبعده اهانته۔ علوه من غير
توقل ومجيئه من غير تنقل هو
الاول والآخر والظاهر و
الباطن القريب البعيد الذي
ليس كمثله شئ وهو السميع البصير۔ اھ

احوال (وکیفیات) سے منزہ ہے، اُسکو اپنی مخلوق سے کسی قسم کا
امتزاج (واختلاط) نہین، نہ اُسکے فعل مین آلات و اسباب کی احتیاج
وہ اپنی قدامت کے سبب مخلوق سے الگ ہے جیسا مخلوق اپنے حدوث کے
سبب اُس سے الگ ہے (پس خالق مخلوق کے اندر نہ حلول کر سکتا ہے
نہ اُسکے ساتھ متحد ہو سکتا ہے) اگر تم کہو، وہ کب ہوا؟ تو اُس کا
وجود وقت (اور زمانہ) سے سابق ہے اگر تم ھُوَ کہو (یعنی اُسکی طرف
ھُوَ یا وہ کہکر اشارہ کرو) تو ہا اور واو اُسی کے پیدا کیئے ہوئے
ہین (اور مخلوق سے خالق پر اشارہ نہین ہو سکتا محض یاد کے درجے
مین ناتمام تصور ہو سکتا ہے) اگر تم کہو، وہ کہان ہے؟ تو ہر مکان
سے اُسکا وجود مقدم ہے، حرف اُسکی (قدرت کی) نشانیان ہین،
اور اُسکا وجود ہی خود اُسکا ثبوت ہے اور اُسکی معرفت یہ ہے کہ اُسکو
واحد جانو۔ اور توحید یہ ہے کہ مخلوق سے اُسکو ممتاز (اور الگ)
سمجھو، جو کچھ وہم کے تصور مین آتا ہے وہ اُسکا غیر ہے، جو چیز
اُسی (کے پیدا کرنے) سے پیدا ہوئی ہے وہ اُسمین کیونکر حلول
کر سکتی ہے (کیونکہ حال و محل مین اتحاد ہوتا ہے اور حادث
قدیم کے ساتھ متحد نہین ہو سکتا) اور جس چیز کو اُس نے نشو و نما
دیا اُسکی طرف کیونکر پہونچ سکتی ہے۔ آنکھین اپنے اندر اُسکو
نہین لے سکتین، اور گمان اُسکے پاس تک نہین پہونچ سکتا،
اُسکا قرب یہ ہے کہ مکرم بنائے، اور بُعد یہ ہے کہ ذلیل کر دے،
اُسکی بلندی چڑھائی کے ساتھ نہین۔ اُسکا آنا بدون انتقال
کے ہے۔ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور
باطن بھی، قریب بھی ہے اور بعید بھی، اُسکی مثل کوئی شے نہین
وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اھ

ف۔ یہ ہے حسین بن منصور کا عقیدۂ توحید جسکا لفظ لفظ کتاب و سنت اور مذہب سلف صالح کی پرشوکت تفسیر ہے۔ جسمین صاف تصریح ہے کہ مخلوق کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہین ہو سکتا۔ نہ حلولاً نہ اتحاداً۔ پس ایسے شخص کی زبان سے اگر کسی وقت انا الحق نکل گیا ہو، تو اُسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہو سکتا کہ وہ اپنے کو خدا کہتا تھا۔ کیونکہ انسان کا حادث ہونا ظاہر ہے اور ابن منصور کے عقیدہ مین حادث محتاج قدیم سے متحد نہین ہو سکتا۔ بلکہ اس قول کی تاویل ضروری ہے۔ چنانچہ چند تاویلات رسالہ "اشعار الغیور" مین مذکور ہین، اور ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُسوقت ابن منصور کی زبان کلام حق کی ترجمان تھی۔ اُنکی زبان سے اُسیطرح انا الحق نکلا تھا جیسا شجرۂ موسےٰ سے انی انا اللہ رب العالمین کی آواز آئی تھی ظاہر ہے کہ درخت نے اپنے کو اللہ رب العالمین نہین کہا تھا، بلکہ اُسوقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا۔ اسیطرح ابن منصور کے متعلق بھی خیال کیا جا سکتا ہے، اور غلبۂ حالات و واردات مین بارہا ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی زبان سے اللہ تعالیٰ تکلم فرماتے ہین۔ جسکو سالکین اصحاب حال سمجھ سکتے ہین۔ پس یہ تو مسلّم ہو سکتا ہے کہ ابن منصور کی زبان سے انا الحق نکلا ہو، مگر یہ مسلّم نہین کہ ابن منصور نے خود انا الحق کہا تھا۔ بلکہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

و فیہ ایضاً و قال الحسین بن منصور، من عرف الحقیقۃ فی التوحید سقط عنہ لم و کیف ہ نیز حسین بن منصور نے فرمایا، "جو شخص حقیقت توحید سے آشنا ہو جاتا ہے

ع قال الشعرانی فی لطائف المنن و کثیرا ما ینطق الحق تعالیٰ علےٰ لسان بعضہم بکلام لا یلیق الا باللہ تعالیٰ حال اصطلامہم و غیبتہم فینکر الناس علیہم ذلک و لا ینبغی ذلک الا لو قالوہ حال صحوہم و فی الحدیث ان اللہ قال علےٰ لسان عبدہ سمع اللہ لمن حمدہ فافہم ص۳۸

قلت و قد کان ابن منصور یسمی بالمصطلم عند قوم فعلینا ان نظن بہ انہ کان قد نطق بما نطق بہ فی حال اصطلامہ و غیبتہ عن نفسہ لا فی حال صحوہ و کل ما نطق بہ صاحیا لا یخالف الکتاب و السنۃ فی شیئ فافہم ۱۲ ظ

اُس (کے دل و زبان) سے لم وکیف (چون و چرا) ساقط ہو جاتا ہے (یعنی وہ نہ احکام الٰہی مین چون وچرا کرتا ہے۔ نہ حوادث دہر و مقدرات مین۔ ہر حال مین اللہ سے راضی رہتا اور ہر حکم اور ہر تقدیر کے سامنے گردن تسلیم خم کر دیتا ہے)۔

وفیہ ایضاً فی باب الفراسۃ ص۱۰۶ و ص۱۰۷ وقال الحسین بن منصور، الحق اذا استولی علی سر ملکہ الاسرار فیعاینہا ویخبر عنہا اھ۔ نیز حسین بن منصور نے (فراست کے بارہ مین) فرمایا کہ جب حق (کی یاد اور اُسکا حضور) کسی لطیفہ پر (جو انسان کو عطا ہوا ہے) غالب ہو جاتا ہے تو اُسکو اسرار کا مالک بنا دیتا ہے۔ اب وہ اُسکا معاینہ کرنے لگتا اور بیان مین بھی لاتا ہے۔

وقال الحسین بن منصور المتفرس ھو المصیب باول مرماہ الی مقصدہ ولا یعرج علی تاویل وظن وحسبان۔ نیز حسین بن منصور نے فرمایا کہ صاحب فراست اول نظر مین مقصد تک پہونچ جاتا ہے وہ کسی تاویل اور ظن وتخمین کیطرف التفات نہین کرتا (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو امی ہین، عالم اصطلاحی نہین۔ آپ جو اُنکو اپنی تصانیف سُناتے ہین جنمین دقیق مضامین علمیہ ہوتے ہین وہ اُنمین کیا اصلاح فرماتے ہونگے؟ فرمایا کہ ان حضرات اہل اللہ کے قلب مین مقاصد پہلے آتے ہین، اور مقدمات بعد مین۔ اور ہمارے دل مین مقدمات پہلے آتے ہین اور مقاصد بعد مین۔ پس مین حضرت حاجی صاحب کو اپنی کتابین سُنا کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ جن مقاصد کو دلائل علمیہ سے مین نے ثابت کیا ہے وہ مقاصد بھی صحیح ہین یا نہین؟ اوکما قال۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب اگرچہ عالم اصطلاحی نہین مگر صاحب فراست باطنہ ضرور ہین جسکی شان ینظر بنور اللہ ہے اسلئے اُنکے دل مین مقاصد صحیحہ اول آجاتے ہین مقدمات و دلائل پر مرتب ہو کر نہین آتے یہی وہ بات ہے، جو ابن منصور نے فراست کے بارے مین فرمائی ہے۔

وفیہ ایضاً فی باب التوحید ص۱۳۶ سمعت محمد بن الحسین یقول سمعت محمد بن احمد الاصبہانی یقول وقف رجل علی الحسین بن منصور فقال من الحق

الذی یشیرون الیہ فقال معل الانام ولا یعتل اھ۔ اور باب توحید ص۱۳۶ مین ہے کہ مین نے محمد بن حسین سے سُنا انھون نے محمد بن احمد اصبہانی سے سُنا کہ ایک شخص نے ابن منصور سے سوال کیا کہ جس حق کی طرف لوگ اشارہ کرتے ہین وہ کون ہے؟ فرمایا جو مخلوق کیلئے علتین پیدا کرنے والا ہے اور خود کسی علت کا معلول نہین۔

ف۔ سبحان اللہ کیسا مختصر اور بلیغ جواب ہے جسمین علل و معلولات کے سلسلہ کا انکار بھی نہین اور تمام علتون کے حادث ہونے کی بھی تصریح ہے۔ گویا دو جملوں مین شریعت وفلسفہ دونون کو جمع کر دیا۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ نے جو اپنے وقت کے عارف کامل اور جامع علم ظاہر و باطن تھے۔ طبقات الاخیار مین جو طبقات کبریٰ کے نام سے مشہور ہے جہان دیگر ائمہ طریق اور اولیائے کرام کا تذکرہ فرمایا ہے وہین حسین بن منصور کا بھی ذکر فرمایا ہے اور مقدمہ کتاب مین تصریح فرمادی ہے کہ ابن منصور کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ وہ جماعت صوفیہ مین سے ہین۔ قال واما الحلاج فانہ کان من القوم وھو الصحیح فلا یخفی محنتہ۔ اھ ج۱ ص۱۴ پھر ج۲ ص۹ مین مستقل طور پر اُنکے احوال و اقوال کا تذکرہ کیا ہے اس باب مین صرف اقوال کو نقل کیا جاتا ہے۔ احوال کو دوسرے ابواب مین لکھا جائیگا۔

قال ومن کلامہ رضی اللہ عنہ حجبھم بالاسم فعاشوا۔ ولو ابرز لھم علوم القدرۃ لطاشوا ولو کشف لھم عن الحقیقۃ لماتوا۔ یعنی حسین بن منصور کے کلام مین سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگون کو اسم کے حجاب مین رکھا ہے تو وہ زندہ ہین اور اگر علوم قدرت اُنکے لئے ظاہر کر دیے جاتے تو اُنکے ہوش و حواس جلتے رہتے۔ اور اگر حقیقت کو منکشف کر دیتے تو مر جاتے۔

وکان یقول اسماء اللہ تعالیٰ من حیث الادراک اسم ومن حیث الحق حقیقۃ نیز فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء (فہم و) ادراک کی جہت سے تو اسم ہین اور واقع کے اعتبار سے حقیقت۔

ف۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مسمی سے جدا نہین۔ اسی کو حدیث قدسی

مین یون بیان کیا گیا ہے انا جلیس من ذکرنی وانا معہ اذا تحرکت بی شفتاہ اوکما قال رواہ البخاری وغیرہ۔ یعنی مین اُس شخص کا ہمنشین ہون جو مجھے یاد کرے اور مین اُسکے ساتھ ہون جب اُسکے لب میرے (نام کے) ساتھ جنبش کرین اور اس مجالست و معیت کی حقیقت الفاظ سے بیان نہین کیجا سکتی ہے ع ذوق این مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔ اس ملفوظ سے ابن منصور کی جلالت اور شان معرفت ظاہر ہے۔

وکان یقول اذا تخلص العبد الی مقام المعرفۃ اوحی الیہ بخواطرہ وحرس سرہ ان یسنح فیہ غیر خاطر الحق وعلامۃ العارف ان یکون فارغا من الدنیا والآخرۃ۔ نیز فرماتے تھے کہ جب بندہ مقام معرفت تک پہونچ جاتا ہے اللہ تعالے اپنے خواطر کا اُسے الہام فرماتے ہین اور اُسکے باطن کو غیر خاطر حق کے گذرنے سے محفوظ کر دیتے ہین (یعنے اب اُسکے باطن مین خاطر حق کے سوا دوسرے خواطر مثلاً خواطر شیطانیہ یا خواطر نفسانیہ نہین گذرتے) اور عارف کی علامت یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون سے (اُسکا دل) خالی ہوجائے۔

ف۔ اصطلاح صوفیہ مین خاطر وہ خطاب ہے جو دل پر وارد ہوتا ہے اور یہ خطاب کبھی فرشتہ کی طرف سے ہوتا ہے، کبھی شیطان کی طرف سے، کبھی نفس کی طرف سے اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہوتا ہے جسکو خاطر حق کہتے ہین۔ ابتدا اور توسط مین سب قسم کے خواطر سالک کے قلب پر وارد ہوتے رہتے ہین، انتہا مین دوسرے خواطر منقطع ہوجاتے ہین صرف خاطر حق ہی باقی رہجاتا ہے یعنی غلبہ اُسی کو ہوتا ہے گو کبھی کبھی دوسرے خواطر بھی آجائین۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو تمام اولیاء سے کامل تر ہین بعض دفعہ وساوس پیش آتے تھے کما لا یخفی علے من مارس الحدیث، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وسئل عن المرید فقال ھو الرامی باول قصدہ الی اللہ تعالیٰ فلا یعرج حتے یصل۔ حسین بن منصور سے سوال کیا گیا کہ مرید کسے کہتے ہین؟ فرمایا "جو اپنے اول قصد سے اللہ تعالے کیطرف متوجہ ہو (یعنے پہلا مقصود اللہ تعالے ہون اور سب اُسکے بعد اور تابع ہون) پھر ادھر اُدھر مائل نہو۔ یہانتک کہ واصل ہوجائے۔"

وسئل عن التصوف وھو مصلوب فقال للسائل ھو نہ ما ترے۔
اُن سے تصوف کے متعلق سوال کیا گیا جبکہ سولی پر چڑھا دیے گئے۔ تو سوال کرنیوالے سے فرمایا، کہ تصوف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ (مطلب یہ ہو واللہ اعلم کہ تصوف کا ادنےٰ درجہ یہ ہی کہ مقدرات الٰہیہ کو خوشی سے قبول کرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ اُنکا استقبال کرے جیسا مین کر رہا ہون کہ مجھے کسقدر ایذائین دیگئی ہین، مگر سب پر راضی ہون اور اسوقت بھی دل مین وہی جوش محبت اور شورش عشق موجود ہے جو راحت و آسایش کے وقت ہوتی تھی)۔

زندہ کنی عطاے تو ور بکشی فداے تو دل شدہ مبتلاے تو ہرچہ کنی رضاے تو

وکان یقول من لاحظ الاعمال حجب عن المعمول لہ ومن لاحظ المعمول لہ حجب عن رؤیۃ الاعمال۔ نیز فرماتے تھے کہ جو شخص اعمال پر نظر رکھے گا معمول لہ (یعنے اللہ تعالیٰ) سے محجوب ہو جائیگا اور جو معمول لہ (یعنے اللہ تعالےٰ) پر نظر رکھے گا وہ اعمال پر نظر کرنے سے روکدیا جائیگا (یعنے وہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرے گا کہ مین نے یہ کیا اور وہ کیا بلکہ سب کو عطاے حق سمجھے گا)۔

وکان یقول لا یجوز لمن یری غیر اللہ اویذکر غیر اللہ ان یقول عرفت اللہ الاحد الذی ظھرت منہ الاٰحاد۔ نیز فرماتے ہین کہ جو شخص غیر اللہ پر نظر کرتا ہے (اُنکو فاعل و مؤثر و نافع وضار سمجھتا ہے) یا غیر اللہ کا (زبان سے اس درجہ مین) ذکر کرتا ہی اُسکو جائز نہین کہ یون کہے کہ مین نے اللہ احد کو پہچان لیا جس سے تمام آحاد ظاہر ہوے (کیونکہ صوفیہ کے نزدیک معرفت مطلق علم کا نام نہین بلکہ بقول امام قشیری معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اُسکے اسماء و صفات کے ساتھ پہچانے، تمام معاملات مین اللہ تعالےٰ کے ساتھ خلوص و صدق اختیار کرے، اخلاق ردیہ اور آفات باطنہ سے پاک ہوجاے، اللہ کے دروازہ پر برابر جما رہے اور دل کو ہمیشہ اُسکی طرف لگائے رکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح اُسپر متوجہ ہو جائین اور تمام احوال مین اللہ کیلئے صادق و مخلص بنجائے اور خواطر نفسانی منقطع ہوجائین، اُسکا دل کسی ایسے خاطر کی طرف مائل نہو جو غیر حق کی

طرف داعی ہو۔ جب یہ مخلوق سے اجنبی اور آفات نفس سے بری اور مخلوق پر نظر کرنے سے پاک ہو جائے، اُسکا باطن اللہ تعالےٰ ہی سے ہمیشہ مناجات مین لگا رہے، ہر لحظہ اُسکی طرف رجوع کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کیطرف سے وہ اسرار اُسپر بطور الہام کے منکشف ہوتے رہین جو تقدیر کی گردشون مین جاری و ساری ہین اُسوقت اُسکو عارف اور اُسکی حالت کو معرفت کہا جاتا ہی صہ ۱۴۱ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہ غیر اللہ پر نفع وضرر اور تاثیر کی حیثیت سے نظر کر سکتا ہے نہ اس حیثیت سے اُسکا ذکر کر سکتا ہے پس جس حقیقت معرفت کو دوسرون نے طویل عبارتون مین بیان کیا ہی حسین بن منصور نے اسکو دو جملون مین بیان کرکے دریا کو کوزہ مین بند کر دیا ہی۔ اور یہی اُنکے عارف ہونے کی دلیل ہی۔ غیر عارف اسپر قادر نہین ہو سکتا۔

وکان یقول من اسکرتہ انوار التوحید حجبتہ عن عبارۃ التجرید بل من اسکرتہ انوار التجرید نطق عن حقائق التوحید لان السکران ھو الذی ینطق بکل مکنون نیز فرماتے ہین کہ جس شخص کو انوار توحید نے مست کر دیا ہو وہ تجرید (اور تنزیہ) کی عبارت (والفاظ) سے رد کر دیا جاتا ہی (یعنے وہ انوار توحید کی مستی مین شان تجرید و تنزیہ کی رعایت سے معذور ہو جاتا ہے) بلکہ (یون کہنا چاہیے) جسکو انوار تجرید نے مست کر دیا ہے وہی حقائق توحید کو بیان کرتا ہے۔ کیونکہ مستی والا ہی ہر چھپے ہوے بھید کو ظاہر کرتا ہے (ہوشیار راز درون پردہ کو ظاہر نہین کیا کرتا اور دونون عنوان کا حاصل ایک ہی ہے کیونکہ انوار تنزیہ سے بھی سکر کی حالت پیدا ہوتی ہے اور انوار توحید سے بھی گو انوار توحید کا سکر زیادہ قوی ہوتا ہے، اس ملفوظ مین ابن منصور نے اپنا عذر بھی ظاہر کر دیا کہ جن حقائق توحید کو وہ ظاہر کرتے تھے انوار توحید کا سکر اُسکا منشا تھا اور جب انوار توحید کی مستی غالب ہوتی ہے اسوقت موحد شان تجرید و تنزیہ کی رعایت سے معذور اور اُسکے مناسب الفاظ و عبارت لانے سے مجبور ہو جاتا ہی چنانچہ ظاہر ہے کہ غلبۂ سکر مین ایسی باتین زبان سے نکل جاتی ہین جو حالت صحو مین ہرگز نہین نکل سکتی یقین ہا یسا شخص اس حالت مین گو قابل قدر نہین ہوتا، مگر معذور ضرور ہوتا ہی)۔

وکان یقول من التمس الحق بنور الایمان کان کمن طلب الشمس بنور الکواکب۔ نیز فرماتے تھے کہ جو شخص نور ایمان سے حق تعالیٰ کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی آفتاب کو ستارون کے انوار سے تلاش کرے (اور ظاہر ہے کہ ستارون کے نور سے آفتاب نہین مل سکتا اُسکو تو اُسی کے انوار سے تلاش کرنا چاہیئے ع آفتاب آمد دلیل آفتاب اسکا یہ مطلب نہین کہ نور ایمان وصول الی اللہ کا ذریعہ نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ نور کواکب سے بھی کچھ نشان تو آفتاب کا ملجاتا ہے۔ کیونکہ کواکب و قمر کا نور بھی اُسی سے مستفاد ہے اور مستفاد سے مستفاد منہ کا کچھ پتہ ضرور ملجاتا ہے۔ اسیطرح نور ایمان نور حق سے مستفاد ہے وہ بھی نور حق کا پتہ ضرور دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسی درجہ پر قناعت نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس سے آگے بڑھنا چاہیئے تاکہ حق کو خود حق سے پہچانے ع اے برادر بے نہایت درگہیست)۔

وکان یقول ما انفصلت عنہ ولا اتصلت بہ۔ نیز فرماتے تھے کہ تم حق تعالیٰ سے نہ منفصل ہو نہ اُس سے متصل ہو (منفصل تو اسلیئے نہین کہ وہ تمھاری رگ گردن سے زیادہ قریب ہین ونحن اقرب الیہ من حبل الورید وھو معکم اینما کنتم اور متصل اسلیئے نہین کہ تم کو اس قرب معیت کی حقیقت معلوم نہین اور حادث و قدیم مین کچھ مناسبت نہین، جو دونون مین اتصال حسی و عقلی کا احتمال ہو۔ دلائل عقلیہ سے صرف اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ انسان اور جملہ مخلوقات مظہر صفات الٰہیہ ہین گویا وہ مرأۃ جمال و کمال حق ہین، مگر اسکے لیئے اتصال لازم نہین، فی الجملہ تعلق کافی ہے ؎

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی — سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیک آن چنانم دُور آن چنانکہ گفتم — نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

ولنعم ما قال الشیرازی ؎

دوست نزدیک تر از من بمن است — وین عجب تر کہ من از وے دورم)

وکان یقول المتوکل الحق لا یاکل وفی البلد من ھو احق منہ بذلک الاکل۔ نیز فرماتے تھے کہ سچا متوکل اس حالت مین نہین کھاتا کہ بستی مین اُس سے زیادہ

اس کھانے کا کوئی مستحق (اُسکے علم مین) ہو۔

ف۔ یعنے جب اپنے سے زیادہ کسی کو مستحق پاتا ہے ایثار سے کام لے کر اُس کو اپنے سے مقدم کرتا ہے۔

وسئل عن الصوفی فقال ھو وحدانی لذات لا یقبلہ احد ھو المشیر عن اللہ تعالیٰ والی اللہ۔ اُن سے صوفی کے متعلق سوال کیا گیا (کہ صوفی کیسا ہوتا ہے؟) فرمایا اُسکی ذات تنہا (سب سے الگ) ہوتی ہے۔ اُسے کوئی قبول نہین کرتا۔ کما قال الرومی رحمہ ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من ۔۔۔ وز درونِ من نہ جست اسرار من

وہی اللہ کا پتہ دینے والا اللہ کی طرف اشارہ کرنیوالا ہوتا ہے۔

ف۔ چونکہ صوفیاے کرام اخلاق الٰہیہ سے متخلق ہوتے ہین انھین رحم و کرم زیادہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانون کے تمام مختلف فرقون سے ہمدردی کا معاملہ کرتے اور اُنکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا چاہتے ہین، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر فرقہ اُنکو اپنی جماعت مین داخل بھی سمجھتا ہے اور اپنے سے الگ بھی۔ اپنے ساتھ اُنکی ہمدردی اور بے تعصبی کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ یہ ہماری جماعت مین ہین اور جب دوسرے فرقون کے ساتھ بھی اُنکی ویسی ہی ہمدردی اور بے تعصبی دیکھی جاتی ہے تو یون معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم سے الگ ہین۔ اسی لئے بعض لوگون نے تو یہ کہدیا ہے الصوفی لا مذھب لہ صوفی کا کوئی مذہب نہین ہوتا، مگر واقع مین ایسا نہین، صوفیاے کرام کامل متبع کتاب و سنت ہوتے ہین، مگر اُنکی دعوت و تبلیغ کا وہ طریقہ نہین جو علماے ظاہر کا ہے، اسی لئے صوفیہ کا فیض مسلمانون ہی تک محدود نہین رہتا، کفار بھی اُنکے معتقد ہوتے اور اُن سے محبت کرتے ہین، جس سے بعض دفعہ اُنکو اسلام کی طرف ہدایت ہو جاتی ہے۔ صوفیہ اطباے روحانی ہین، پس جسطرح اطباے اجسام کی طرف ہر فرقہ اور ہر جماعت کو میلان ہوتا ہے اور اُسپر کوئی اعتراض نہین کرتا، اسیطرح صوفیہ کیطرف ہر فرقہ اور ہر جماعت کو اعتقاد و میلان ہو تو اسپر بھی کسی کو اعتراض کا حق نہین۔ بشرطیکہ وہ کتاب و سنت پر پوری طرح عامل ہون

اور دوسری جماعتون کو محض اخلاق و ہمدردی کیوجہ سے اُنکی طرف میلان ہو اور اگر اس میلان کا منشا مداہنت فی الدین ہو تو ایسا شخص صوفیہ مین شمار نہین ہو سکتا۔ مدارات اور شے ہے مداہنت اور ہے۔ دونون مین فرق نہ کرنا جہل عظیم ہے۔ جسکو تحقیق کا شوق ہو وہ تفسیر بیان القرآن مین آیت الا ان تتقوا منہم تقاۃ کی تفسیر مطالعہ کرے۔

وکان یقول اذا دام البلاء بالعبد الفہ۔ نیز فرماتے تھے کہ جب بندہ ہمیشہ ابتلا مین رہتا ہو اُس سے مانوس ہو جاتا ہے۔

ف۔ غالبا مقصود تواضع ہے کہ مین جو بڑے بڑے شدائد کا تحمل کر لیتا ہون، اسمین میرا کچھ کمال نہین، کیونکہ طبیعت انسانیہ ہر حالت کی عادی ہو جاتی ہے اور عادت کے بعد تحمل آسان ہو جاتا ہے۔

وقال ابو العباس الرازی کان اخی خادما للحسین بن منصور قال سمعتہ یقول لما کان اللیلۃ التی وعد من الغد بقتلہ قلت یا سیدی اوصنی قال علیک بنفسک ان لم تشغلہا شغلتک، ولفظ الخطیب فی تاریخہ علیک بنفسک ان لم تشغلہا بالحق شغلتک عن الحق، قال لہ اخو عظنی فقال کن مع الحق بحکم ما اوجب۔ ابو العباس رازی کہتے ہین، میرا بھائی حسین بن منصور کا خادم تھا، جب وہ رات آئی جسکی صبح اُنکے قتل کیلئے مقرر تھی، اُس نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ کہا، اپنے نفس کی نگہداشت رکھو، اگر تم اُسے حق (کی یاد اور اطاعت) مین نہ لگاؤ گے تو وہ تم کو حق تعالےٰ سے ہٹا دیگا (اور اپنے شغل مین لگا دے گا، یعنے شہوات مین پھنسا دے گا) ایک اور آدمی نے کہا، مجھے نصیحت کیجیے، فرمایا، حق تعالےٰ کے ساتھ رہو، جیسا اُس نے واجب کیا ہے (یعنے واجبات اور فرائض کو ادا کرتے رہو، اسی سے اللہ تعالےٰ کی محبت تم کو حاصل ہوگی)۔

ف۔ یہ آخری وصیت ہے، جو ابن منصور نے اپنے خدام کو کی ہے، کیا کوئی ساحر و زندیق بھی ایسی وصیت کیا کرتا ہے؟ اس وصیت کو اگر عطر تصوف اور روح طریق کہا جائے تو بجا ہے، جس سے ابن منصور کا صوفی، عارف ہونا واضح ہے۔

طبقات شعرانی کے ملفوظات ختم ہوئے۔ خطیب نے ابو الطیب محمد بن الفرخان کے

حوالہ سے روایت کیا ہے قال سمعت الحسین بن منصور الحلاج یقول علم الاولین والآخرین مرجعہ الی اربع کلمات۔ حب الجلیل وبغض القلیل۔ واتباع التنزیل۔ وخوف التحویل۔ یعنی مین نے حسین بن منصور حلاج سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولین وآخرین کے علوم کا خلاصہ چار باتین ہین (۱) ۔ رب جلیل کی محبت (۲)۔ متاع قلیل (یعنے دنیا) سے نفرت (۳)۔ کتاب منزل کا اتباع (۴) تغیر حال کا خوف۔

ف۔ کیا شریعت وطریقت کی کوئی بات بھی اس خلاصہ سے رہگئی ہے۔ سبحان اللہ کس خوبی سے سمندرون کو ذراسے کوزہ مین بند کیا ہے؟ کیا کسی ساحر وزندیق کی مجال ہے کہ تمام شریعت و طریقت کو اس بلاغت کے ساتھ چار جملون مین بیان کردے؟ کیا اب بھی کسی کو ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے صوفی اور عارف ہونے مین کلام ہوسکتا ہی؟

ویحکون ان الشبلی دخل الیہ فی السجن فوجدہ جالسا یخط فی التراب فجلس بین یدیہ حتے ضجر فرفع طرفہ الی السماء وقال الٰہی لکل حق حقیقۃ ولکل خلق طریقۃ ولکل عہد وثیقۃ ثم قال یا شبلی من اخذہ مولاہ عن نفسہ ثم اوصلہ الی بساط انسہ کیف تراہ فقال الشبلی وکیف ذالک قال یأخذہ عن نفسہ ثم یردہ علی قلبہ فھو عن نفسہ ماخوذ وعلی قلبہ مردود فاخذہ عن نفسہ تعذیب ورد ہ الی قلبہ تقریب طوبی لنفس کانت لہ طائعۃ وشموس الحقیقۃ فی قلوبھا طالعۃ ثم انشد الخ۔ صلۃ الطبری لعریب بن سعد

اور حکایت کرتے ہین کہ حضرت شبلی اُنکے (یعنے ابن منصور کے) پاس قید خانہ مین گئے انکو اس حال مین بیٹھا ہوا پایا، کہ مٹی مین لکیرین کھینچ رہے تھے، یہ اُنکے سامنے بیٹھ گئے (اور بہت دیر بیٹھے رہے) یہانتک کہ تنگ ہوگئے، اُسوقت ابن منصور نے اپنی نگاہ آسمان کیطرف اُٹھائی اور عرض کیا کہ الٰہی ہر حق کی (یعنے اعتقاد حق کی)، ایک حقیقت ہے (چنانچہ مسلم ہے جسکو بعض جانتے ہین اور بعض نہین جانتے) اور ہر مخلوق کیلئے ایک طریقت ہے

عہ یترجمہ الشیخ بعمل الباطن وھو ترجمۃ الخلق بضم الخاء وترجمتہ بالمخلوق وھو معناہ بفتح الخاء وکل الی ذالک الجمال یشیر فلیختر الناظر ایھما شاء ۱۲ ظ

(یعنے حقیقت تک پہونچنے کیلئے ہر ایک کے واسطے الگ طریقہ ہے، کوئی نعمت کے ذریعہ
پہونچتا ہے، کوئی بلا کے راستہ سے، کوئی سکر سے، کوئی صحو سے، کوئی غلبۂ کیفیات کے
ساتھ، کوئی بدون غلبۂ احوال و کیفیات کے، طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق
اور ہر عہد کی ایک مضبوطی ہے (شاید مقصود مناجات سے اپنے عجز کا اعتراف ہے کہ ہم
اُس حقیقت اور طریقہ اور وثیقہ سے عاری ہیں، آگے اعتراف عجز کے بعد عطاے جو
کا بیان کرتے ہیں کہ وہ اگر چاہیں یہ دولتیں عطا فرما دیتے ہیں) پھر کہا اے شبلی جس شخص
کو اُسکے مولا نے اُسکے نفس (کے قبضہ) سے لے لیا ہو پھر اُسکو اپنی بساط اُنس تک
پہونچا دیا ہو، اسکو تم کیسا سمجھتے ہو؟ شبلی نے کہا (تمھیں بتلاؤ) یہ کیسے ہوتا ہے؟ کہا
(یہ اسطرح ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ اُسکو اُسکے نفس (کے قبضہ) سے لے لیتا ہے پھر
اُسکو اُسکے قلب کے حوالہ کر دیتا ہے (جو کہ محل اُنس ہی) پس وہ شخص اپنے نفس سے لے لیا
جاتا ہے اور اپنے قلب کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، پس اُسکو نفس سے لے لینا تو (بوجہ
ناگواری نفس کے یک گونہ) معذب فرمانا ہی اور قلب کے حوالہ کر دینا مقرب بنانا ہے
(جو تعذیب کا صلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا
وقال تعالیٰ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم
الجنۃ۔ اور اُنس مع اللہ سے بڑھ کر کونسی جنت ہوگی، جنت بھی اسی انس کیوجہ سے
جنت بنی ہے۔ آگے ایسے نفس کی مدح کرتے ہیں جو اپنے کو مولیٰ کے سپرد کر دے
پس فرمایا کہ) خوشحالی ہے (اور مبارکباد ہے) ایسے نفس کیلئے جو مولیٰ کا مطیع ہو اور
حقیقت کے آفتاب اُسکے قلوب میں چمک رہے ہوں (اسکے بعد کچھ اشعار پڑھے۔ جنکا
ترجمہ اشعار الغیور میں آئیگا۔ اور گو اس ملفوظ کا ترجمہ بھی وہاں آگیا ہے۔ مگر میں نے
باب ملفوظات کا اُس سے خالی رہنا پسند نہ کیا)۔

ف۔ اس ملفوظ کی جلالت اسی سے ظاہر ہے کہ اسکے مخاطب شبلی جیسے امام طریق
ہیں۔ اسمیں سالک کا اپنے نفس سے لے لیا جانا اور قلب کے حوالہ کر دیا جانا ایسا دقیق مضمون
ہے جسکی شرح صوفی عارف ہی کر سکتا ہے کسی ساحر و زندیق کی کیا طاقت ہے جو ان

علوم کی ہوا بھی پا سکے - پس ابن منصور کے صوفی عارف ہونے مین مجال شبہہ باقی نہین -
ویذکرون ان الشبلی انفذ الیہ بفاطمۃ النیسابوریۃ وقد قطعت یدہ فقال لہا قولی لہ ان اللہ ائتمنک علے سر من اسرارہ فاذعتہ فاذا قک حد الحدید فاذا اجابک فاحفظی جوابہ ثم سلیہ عن التصوف ما ھو فلما جاءت الیہ انشأ یقول ثم قال لہا امضی الی ابی بکر (الشبلی) وقولی لہ یا شبلی واللہ ما اذعت لہ سرا فقالت لہ ما التصوف فقال ما انا فیہ واللہ ما فرقت بین نعمۃ وبلوی ساعۃ قط فجاءت الی الشبلی واعادت علیہ فقال یا معشر الناس الجواب الاول لکم والثانی لی - صلۃ الطبری -
اور تذکرہ کرتے ہین کہ حضرت شبلی نے انکے پاس فاطمہ نیشاپوریہ کو بھیجا (اشعار الغیور مین ہے کہ یہ ایک بزرگ بی بی ہین - ذوالنون انکو اپنا شیخ فرمایا کرتے تھے اور ابو یزید انکی بہت مدح کرتے تھے - کذا فی طبقات الشعرانی) اور (اسوقت) اُن کا (یعنے ابن منصور کا) ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا، حضرت شبلی نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تم اُن سے جا کر کہنا کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو اپنے اسرار مین سے ایک راز کا امین بنایا تھا، تم نے اُس راز کو شائع کر دیا، اسلیئے تم کو لوہے کی دھار کا مزہ چکھایا (اشعار الغیور مین اس راز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور شبلی نے فاطمہ سے یہ بھی کہا کہ) اگر وہ تم کو جواب دین تو اُنکا جواب یاد رکھنا، پھر اُن سے تصوف کے متعلق سوال کرنا کہ تصوف کیا ہے؟ پس جب فاطمہ ابن منصور کے پاس آئین تو (وہ اول) کچھ اشعار پڑھنے لگے (جنکا ترجمہ اشعار الغیور مین آئیگا) پھر فاطمہ سے کہا کہ تم ابوبکر شبلی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے شبلی واللہ مین نے اللہ تعالےٰ کا کوئی راز شایع نہین کیا (اسکی توضیح اشعار الغیور مین آئیگی کہ حضرت شبلی کے

ع قلت ولکن فی الطبقات ایضا انہا ماتت فی طریق العمرۃ بمکۃ سنۃ ثلاث و عشرین ومأتین ۲۲۳ھ وکانت واقعۃ ابن المنصور سنۃ تسع وثلثمائۃ فمن این لہا ان تذھب الیہ فی السجن وتکلمہ فالظاہر انہا امرأۃ اخرے غیر التی کان ذوالنون یسمیہا استاذتہ - واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

نزدیک ابن منصورؒ نے جس راز کو شائع کیا ہے ممکن ہے وہ اُسکو راز نہ سمجھتے ہون - یا یہ مطلب ہے کہ مین نے خود اُسکو ظاہر نہین کیا، بلکہ محبوب ہی نے ظاہر کیا کہ مجھے مغلوب الحال کرکے غلبۂ حال مین میری زبان سے اُسکو نکلوا دیا - واللہ اعلم) پھر فاطمہ نے دریافت کیا کہ تصوف کیا چیز ہے؟ کہا جس حالت مین مین اسوقت ہون (وہ تصوف ہے) دوسری بات یہ کہی کہ) واللہ مین نے نعمت اور بلا مین کسی وقت (بھی) فرق نہین کیا، (یہ تصوف ہے) فاطمہ شبلی کے پاس آئین اور سب قصہ دُہرایا - شبلی نے (لوگون سے) فرمایا - لوگو! پہلا جواب (اجمالی) تو تمھارے لئے ہے (کیونکہ تم اس سے زیادہ نہین سمجھ سکتے) اور دوسرا جواب میرے لئے ہے (کیونکہ مین اس بات کو سمجھ سکتا ہون کہ نعمت و بلا مین فرق نہ کرنا، دونون کو یکسان سمجھنا ممکن ہے اور عوام اسکا ضرور انکار کرینگے)

ف - اس کلام مین جس مقام کی طرف ابن منصورؒ نے اشارہ فرمایا ہے بڑا عالیمقام ہے کہ سالک کی نظر مین مدح و ذم اور نعمت و بلا دونون برابر ہو جائین - مولانا فرماتے ہین؎

بس زبون وسوسہ باشی دلا　　گر طرب را باز دانی از بلا

گر مرادت را مذاق شکر است　　نامرادی نے مراد دلبر است؟

مگر عوام اسکو نہین سمجھ سکتے - اسی لئے حضرت شبلی نے فرمایا کہ دوسرا جواب میرے لئے ہے -

ف - اس واقعہ سے ابن منصورؒ کی جلالت شان تصوف و معرفت مین واضح ہو گئی کہ شبلی جیسے مشائخ طریق اُن سے تصوف کی حقیقت دریافت کرتے تھے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شبلی کے نزدیک ابن منصورؒ صوفی و عارف تھے، زندیق و ساحر نہ تھے کہین زندیقون سے بھی اولیاے کرام پیام و سلام رکھتے اور مسائل طریق کی تحقیق کرتے ہین؟

ف - نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شبلی کے نزدیک ابن منصورؒ کے ابتلا کا منشا کوئی معصیت وغیرہ نہ تھی بلکہ اسرار الٰہیہ مین سے ایک راز کا ظاہر کرنا تھا جس سے ثابت ہوا کہ شبلی کے نزدیک ابن منصورؒ صاحب اسرار تھے، معمولی درجہ کے صوفی نہ تھے -

ابن منصورؒ کے متعلق مشائخ صوفیہ کے اقوال

خطیب نے تاریخ بغداد مین لکھا ہے کہ حسین بن منصور حلاج مشائخ صوفیہ مین سے جنید بن محمد و ابو الحسین نوری و عمرو (بن عثمان) مکی کی صحبت مین

رہے (اُن سے طریق تصوف اخذ کیا) اور صوفیہ اُنکے بارہ مین اختلاف کرتے ہین اکثر نے اُنکو اپنی جماعت مین شمار نہین کیا، اور متقدمین صوفیہ مین سے ابوالعباس بن عطا بغدادی اور محمد بن خفیف شیرازی اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نیشاپوری نے اُنکو قبول کیا، اُنکے حال کو صحیح مانا، اُنکے کلام کو مدون کیا) اور اُنکو محققین مین سے قرار دیا۔ طبقات شعرانی صبح ۹۲ محمد بن خفیف کا تو یہ قول کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہین، حلاج کا طرز کلام عمدہ، اُن کی گفتگو شیرین تھی، اور تصوف کے طریقہ پر اشعار کہتے تھے۔ انتہی۔ طبقات شعرانی مین بھی اسی کے قریب الفاظ ہین۔

ف۔ خطیب کا یہ قول کہ اکثر صوفیہ نے حلاج کو رد کیا ہے اُنکے معاصرین کی نسبت صحیح ہوسکتا ہے، اور اسکا منشا بظاہر یہ تھا کہ وزیر حامد بن العباس اُنکے قتل کے درپے ہوگیا تھا۔ جیسا آئندہ معلوم ہوگا، اور جسکو ابن منصور کی تائید و موافقت مین پاتا اُسکے بھی درپے ہوجاتا تھا، اسلیئے لوگ اُنکی تائید و موافقت ظاہر کرتے ہوئے ڈرتے تھے، چنانچہ جب ابوالعباس بن عطا، اور ابو محمد جریری اور شبلی کے متعلق ابن منصور نے اپنی موافقت کا دعوے کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہدیا تھا کہ ابو محمد جریری اور شبلی تو حقیقت کو چھپاتے ہین، اگر کچھ کہہ سکتے ہین تو ابوالعباس بن عطا، چنانچہ تینون کو بلایا گیا اور ابن منصور کی پیشین گوئی کے مطابق دو بزرگون نے تو موافقت سے انکار کیا اور ابوالعباس بن عطا نے پوری تائید کی۔ وزیر نے کہا آپ ایسے اعتقاد کی تصویب کرتے ہین؟ فرمایا، یہ اعتقاد صحیح ہے، مین اسکا معتقد ہون اور جسکا یہ اعتقاد نہو وہ بے اعتقاد ہے اسکے بعد وزیر نے کہا کہ تم کو اس معاملہ سے کیا واسطہ؟ تم جس کام کیلیئے مقرر کیئے گئے ہو یعنی لوگون کا مال لینا، اُنپر ظلم کرنا، اُنکو (ناحق) قتل کرنا، وہ کرتے رہو، تم کو ان بزرگون کے کلام سے کیا تعلق؟ (تم اُسکو کیا جانو اور کیا سمجھوگے؟) اسپر وزیر کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ ان کے دونون جبڑون پر گھونسہ مارا جائے، چنانچہ غلامون نے مارنا شروع کیا، تو ابوالعباس نے کہا۔ اے اللہ! آپنے اس (ظالم) کو مجھ پر اس (گناہ کی) سزا مین مسلط فرمایا ہے کہ مین اسکے پاس آگیا، اسپر وزیر کو اور غصہ آیا اور حکم دیا کہ انکے سر پر

ابن منصور کے معاصرین مین سے اکثر نے انکو نیکون مین نہین مانا؛

جوتے مارو۔ چنانچہ سر پر مار پڑنے لگی، اور اتنی مار پڑی کہ ناک کے دونون نتھنون سے خون بہنے لگا، پھر انکو قید خانہ مین ڈالنے کا حکم دیا، تو لوگون نے کہا، عام مسلمان انکے قید کرنے سے بگڑ جائینگے، اسپر انکو گھر پہونچا دیا گیا، تو ابو العباس نے اللہ تعالے سے عرض کیا، اے اللہ! اس وزیر کو قتل کر، اور بُری طرح قتل کر، اسکے ہاتھ پیر کٹوا دے، اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد حضرت ابو العباس کا انتقال ہو گیا اور زیادہ دن نہ گذرنے پائے کہ وزیر حامد بن العباس بھی قتل کیا گیا، اور بڑے وحشتناک طریقہ سے قتل کیا گیا، قتل سے پہلے اُسکے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کاٹے گئے اور گھر کو آگ لگا دیگئی۔ اُسوقت لوگ کہتے تھے کہ اسکو ابو العباس بن عطار کی بد دعا لگ گئی۔ خطیب نے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ابن منصور کی تائید و حمایت کرنیوالون کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا تھا تو لوگ کس طرح صاف طور سے انکی موافقت کر سکتے تھے۔ پس لوگون نے انکے ساتھ وہی معاملہ کیا جو امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ مسئلہ خلق قرآن مین کیا گیا تھا کہ بہت کم علماء نے انکا ساتھ دیا۔ زیادہ نے قرآن کو مخلوق کہہ کر خلفاء کے ظالمانہ برتاؤ سے اپنا پیچھا چھڑایا، بس دو چار ہی باہمت نکلے جنھون نے قرآن کو مخلوق نہین کہا۔ تو قتل و قید اور ضرب و حبس کی بلا مین گرفتار ہوئے، پس ابن منصور کے معاصرین مین سے اکثر کا انکو رد کرنا اور صوفیہ سے خارج کہنا اُنکے غیر مقبول ہونے کی دلیل نہین، کیونکہ وزیر کی سختی اور ظلم کی وجہ سے لوگون کو اُنکی موافقت کی جرأت نہو سکتی تھی۔ اس مقام پر اصول محدثین کی رو سے یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حلاج مختلف فیہ ہین، تو جرح تعدیل پر مقدم ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قبول روایت کے باب مین ہے اور باب تحسین ظن مین اسکا عکس ہے کہ تعدیل جرح سے مقدم ہے اور راز یہ ہے کہ دونون مین احتیاط کا پہلو لیا گیا ہے اور ابن منصور سے حدیث مین کوئی روایت نہین، اسلئے وہ اصول روایت کے تحت مین نہین آتے چنانچہ ذہبی رح نے میزان مین انکے متعلق فرمایا ہے لم یروشیئا من العلم والحمد للہ۔ دوسرے جرح کا تعدیل سے مقدم ہونا بھی قاعدہ کلی نہین، بعض محدثین کے نزدیک روایت مین بھی تعدیل جرح سے مقدم ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ جیسا مقدمہ اعلاء السنن

مین مذکور ہے۔ اور اکثر محدثین جو جرح کو تعدیل پر مقدم کرتے ہین وہ بھی اُسکو جرح مبہم اور تعدیل مبہم کے ساتھ مقید کرتے ہین اور اگر جرح و تعدیل دونون مفسر ہون اور جرح کا غلط یا غیر قادح ہونا معلوم ہو جائے یا یہ معلوم ہو جائے کہ معدل نے جرح سے واقف ہونے اور اُسکو غیر مؤثر جاننے کے بعد تعدیل کی ہے تو اس صورت مین تعدیل جرح سے مقدم ہوگی اور ابن منصور کے بارہ مین یہی صورت اخیرہ متحقق ہے۔ اسکے بعد ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ابن منصور کے معاصرین مین سے جن حضرات نے انکو قبول کیا، محققین مین سے شمار کیا، اُنکے اقوال کو مدون کیا اور بطور حجت کے نقل کیا ہے وہ کس درجہ کے ہین؟ چنانچہ اُنہین سے ایک ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن احمد بن محمویہ نصرآبادی نیشاپوری ہین، جنکا ذکر سمعانی نے اپنی کتاب الانساب مین نصرآبادی کے تحت مین اسطرح کیا ہے، العارف الواعظ شیخ وقتہ بخراسان وکان من مشاهیر شیوخ الحقیقة وله رحلة الى العراق والشام وديار مصر سمع بنيسابور ابا بكر محمد بن اسحق بن خزيمة وابا العباس محمد بن اسحق السراج وبالري ابا محمد عبدالرحمن بن ابى حاتم الرازي وجماعة كثيرة من هذه الطبقة سمع منه الحاكم ابو عبدالله الحافظ وابو عبدالرحمن السلمي (شيخ ابى القاسم القشيرى صاحب الرسالة القشيرية) وجماعة سواهما ذكره الحاكم فى تاريخ نيسابور، فقال ابو القاسم النصرآبادي الواعظ لسان اهل الحقائق فى عصره وصاحب الاحوال الصحيحة وكان مع تقدمه فى التصوف من الجماعين للروايات ومن الرحالين فى طلب الحديث سمع بنيسابور وبالعراق وبالشام وبمصر وبالري اكثر عن ابى محمد بن ابى حاتم واقام عليه لسماع مصنفاته وكان يعظ ويذكر على ستر وصيانة ثم خرج الى مكة سنہ ۳۶۶ھ وجاور بها ولزم العبادة فوق ما كان من عادته وكان يعظ بها ويذكر ثم توفى بها سنہ ۳۶۹ھ انتہی۔ وفى الطبقات الكبرى للشعرانى شيخ خراسان فى وقته يرجع الى انواع من العلوم من حفظ السنن وجمعها وعلوم التواريخ وعلم الحقائق وكان اوحد المشائخ فى وقته علما وحالا صحب ابا بكر الشبلى وابا على الروذبارى وابا محمد المرتعش

وغيرهم من المشايخ وكتب الحديث ورواه وكان ثقة وكان رضي الله عنه يقول الجمع عين التوحيد والتفرقة حقيقة التجريد وهو ان يكون العبد فانيا الله تعالى يرى الاشياء كلها به وله واليه ومنه اھ ص۱۰۵ ۔

یعنی ابو القاسم نصر آبادی عارف واعظ تھے، اپنے وقت مین شیخ خراسان تھے، مشائخ اہل حقیقت مین مشہور بزرگ ہین، طلب حدیث کیلئے انھون نے عراق وشام اور دیار مصر کیطرف سفر کیا۔ نیشاپور مین ابو بکر محمد بن اسحق بن خزیمہ اور ابو العباس سراج سے حدیث سنی اور رے مین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی اور اس طبقہ کی بڑی جماعت سے حدیثین سنین اُن سے حاکم ابو عبد اللہ حافظ (صاحب مستدرک نے) حدیث کی روایت کی، اور ابو عبد الرحمن سلمی نے بھی (جو امام ابو القاسم قشیری کے شیخ تھے) انکے سوا اور بہت لوگون نے بھی اُن سے روایت کی ہے۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور مین اُنکا اسطرح ذکر کیا ہے کہ ابو القاسم نصر آبادی واعظ اپنے زمانہ مین اہل حقایق کی لسان اور صاحب احوال صحیحہ تھے اور باوجود تصوف مین امام ہونے کے روایات حدیث کے بڑے جمع کرنیوالے اور طلب حدیث مین بہت سفر کرنیوالے تھے۔ نیشاپور وعراق وشام ومصر وغیرہ مین حدیثین سنین اور ابو محمد بن ابی حاتم سے بہت روایت کی ہے، اُنکے پاس اُنکی کتابین سُننے کیلئے (مدتون) مقیم رہے۔ وعظ اور تذکیر بڑی احتیاط اور حفاظت کے ساتھ کرتے تھے۔ ۳۶۵ھ مین مکہ چلے گئے اور وہین مجاور اختیار کی۔ اور اپنی عادت سابقہ سے زیادہ عبادت مین لگ گئے، وہان بھی وعظ وتذکیر کرتے رہے، یہان تک کہ ۳۶۹ھ مین انتقال ہوگیا۔ انتہی۔

طبقات کبری شعرانی مین انکا تذکرہ اسطرح کیا گیا ہے، کہ ابو القاسم نصر آبادی اپنے وقت مین شیخ خراسان تھے بہت سے علوم کے جامع تھے، مثلاً حدیثون کا حفظ کرنا اُنکو جمع کرنا اور علوم تاریخ اور علوم حقائق سے واقف ہونا، اپنے وقت مین علماً وحالاً یکتائے مشائخ تھے، ابو بکر شبلی وابو علی روذباری اور ابو محمد مرتعش اور انکے سوا دوسرے مشائخ کی صحبت مین رہے۔ حدیثین لکھین، انکو روایت کیا اور (محدثین کے نزدیک) ثقہ تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ جمع عین توحید ہے اور تفرقہ تجرید کی حقیقت ہے اور وہ

(جمع) یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے سامنے فنا ہو جائے، تمام چیزون کو اُسی کی وجہ سے، اُسی کے لیئے، اُسی کی طرف (منتہی) اور اُسی سے (موجود) سمجھے۔ انتہیٰ۔

ف: یہی وہ بات ہے جو ابن منصور نے کہی تھی، تو وزیر حامد بن العباس اُنکا دشمن ہوگیا، اس واقعہ کو ابراہیم بن محمد واعظ (یعنی ابوالقاسم نصرآبادی) ہی نے ابوالقاسم رازی کے واسطہ سے ابوبکر بن ممشاد سے اسطرح نقل کیا ہے کہ دینور مین ایک شخص آیا، جسکے پاس ایک تھیلا تھا، جسے وہ رات دن مین کسی وقت بھی اپنے سے الگ نہ کرتا تھا، لوگون نے اس تھیلے کی تلاشی لی، تو اسمین حلاج کا ایک خط نکلا، جس کا عنوان یہ تھا من الرحمٰن الرحیم الی فلان بن فلان یہ خط رحمٰن رحیم کی طرف سے فلان شخص کے نام ہے، یہ خط بغداد بھیجدیا گیا، تو حلاج کو بلایا گیا، اُنکو دکھلایا گیا، تو کہا، ہان میرا خط ہے، مین نے ہی لکھا ہے، لوگون نے کہا، ابتک تو نبوت ہی کے مدعی تھے، اب خدائی کا بھی دعوے کرنے لگے، کہا، مین خدائی کا دعوے نہین کرتا (دوسری روایت مین ہے کہ ابن منصور نے کہا، معاذ اللہ۔ مین نہ خدائی کا دعوے کرتا ہون، نہ نبوت کا، مین تو ایک آدمی ہون، اللہ کی عبادت کرتا، نماز روزہ کی کثرت کرتا ہون۔ اس کے سوا کچھ نہین جانتا) لیکن یہ بات (جو مین نے لکھی ہے وہ) تو ہمارے نزدیک عین جمع ہی (جسکی حقیقت اصطلاح صوفیہ مین یہ ہے کہ سالک سے مخلوق کا مشاہدہ سلب کر لیا جائے حتےٰ کہ اپنی ذات کا مشاہدہ بھی فنا ہو جائے، سلطان حقیقت کے غلبہ وظہور کی وجہ سے غیر حق کا احساس بالکلیہ جاتا رہے اسکا دوسرا عنوان صوفیہ کی اصطلاح مین جمع الجمع ہے کذا فی الرسالۃ القشیریہ صہ ۳۶۔ پھر ابن منصور نے اسی واقعہ مین اس حقیقت کو ان الفاظ سے بیان کیا۔ ھل الکاتب الا اللہ وانا والید فیہ آلۃ۔ اللہ کے سوا لکھنے والا کون ہے مین اور میرا ہاتھ تو اسمین آلہ محض کے سوا کچھ نہین ہے) اور یہ نفی ویسی ہی ہے جیسی آیت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رمی کی نفی کی گئی اور اللہ تعالےٰ کیلیئے اُسکا اثبات کیا گیا ہے) ابن منصور سے کہا گیا کہ اس بات مین تمھارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ اُنھون نے ابوالعباس بن عطا،

ف: ابن منصور کے عنوان من الرحمٰن الرحیم الیٰ فلان بن فلان پر اعتراض اور اسکا جواب

ف: عین الجمع اور جمع الجمع کی تحقیق

ابو محمد جریری اور ابو بکر شبلی کا نام لیا، اور یہ بھی کہا کہ انمین سے دو بزرگ تو اس حقیقت کو چھپاتے ہین اگر صاف کہہ سکتے ہین تو ابن عطار کہہ سکتے ہین، چنانچہ تینون کو بُلایا گیا۔ ابو محمد جریری نے کہا، ایسا کہنے والا کافر ہے، اُسکو قتل کیا جاے۔ شبلی نے فرمایا یہ کون کہتا ہے؟ اُسکو اس بات سے روکنا چاہیئے۔ ابن عطار نے صاف صاف ابن منصور کے موافق کہا اور یہی اُنکے قتل کا سبب ہوا۔ تاریخ خطیب۔

اگر یہ واقعہ صحیح ہی تو ابو محمد جریری سے تعجب ہے کہ اُنھون نے ابن منصور کی تشریح کے بعد بھی اُنکو کافر واجب القتل کیونکر کہا؟ کیونکہ جو شخص غلبۂ سلطان حقیقت کی وجہ سے مخلوق کا بالکل احساس نہ رکھتا ہو، مشاہدۂ خلق اُس سے سلب کر لیا گیا ہو، حتے کہ خود اُسکی ذات کا مشاہدہ بھی فنا ہو گیا ہو، وہ کسی کمال کو اپنی یا غیر کی طرف منسوب نہین کر سکتا، سب کو آلۂ محض سمجھتا ہے۔ البتہ افعال سیئہ اور احوال مکروہہ کی نسبت، ادباً حق تعالےٰ کیطرف نہین کرتا، اگرچہ جانتا ہے کہ خالق افعال وہی ہی، اُسی نے بندہ کو ہر قسم کے افعال کی قدرت دی ہے، مگر اُنکو عبد کی طرف منسوب کرتا ہے، کیونکہ کاسب اور مظہر وہی ہے، اور کسی درجہ مین اوسکے اختیار کو بھی اسمین دخل ہے، ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سیئة فمن نفسك، پس دیکھنا یہ تھا کہ جس خط کو ابن منصور نے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا تھا اُسکا مضمون موافق شریعت تھا یا خلاف شریعت؟ اگر موافق شریعت تھا، تو اُسکو رحمٰن و رحیم کی طرف سے کہنا غلط نہین تھا۔ اقوال حسنہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہین۔ بندہ اُنکے اظہار کا آلۂ محض ہی، چونکہ روایت مین خط کے مضمون سے اصلا تعرض نہین، صرف عنوان سے وحشت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط خلاف شریعت نہ تھا۔ ورنہ اُس سے بھی تعرض کیا جاتا پس ابن منصور کا مطلب یہ تھا کہ اس خط مین جو علوم و معارف مذکور ہین، اُنمین میرا کچھ دخل نہین یہ سب اللہ تعالےٰ کی عطا اور اُسکا فضل ہی مین ظاہر کر رہا ہون۔ اور اس اظہار مین میری حیثیت آلۂ محض سے زیادہ نہین، اسمین کفر و زندقہ کی کیا بات تھی؟ بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ عنوان موحش و موہم تھا، سو اُسکا ازالہ اُنکی تشریح سے ہو گیا تھا، جسکے بعد تکفیر کی

اصلاً گنجایش باقی نہین رہتی۔ پس ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب صحیح تھا کہ یہ کون کہتا ہی؟ اُسکو اس بات سے روکنا چاہیئے۔ یعنے یہ عنوان مناسب نہین، اس سے ایہام ہوتا ہے گو تشریح کے بعد ایہام رفع ہوگیا، مگر اس تشریح کو کس کس سے بیان کیا جائیگا اور اسکو کون سمجھے گا؟ اسلیئے یہ عنوان قابل منع ہے، مگر ابوالعباس بن عطانے صاف صاف موافقت کی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسوقت کسی درجہ مین بھی حسین بن منصور کی بات کو بُرا کہا گیا (جو اُنکی تشریح کے بعد بُری نہین رہی) تو وزیر کو اُنکے قتل کا بہانہ ملجائیگا اور مسلمان کو ظلم ناحق اور قتل سے بچانا واجب ہے۔ اسلیئے انھون نے شبلی کی طرح یہ بھی نہ کہا کہ اُسکو اس بات سے روکا جائے۔

ہر حال شبلی کے نزدیک بھی ابن منصور کا قول موجب کفر و زندقہ نہ تھا۔ البتہ عوام کے سامنے وہ ان اسرار و غوامض کو عنوان موحش و موہم سے ظاہر کرنا پسند نہ کرتے تھے اور ابوالعباس بن عطار کے نزدیک ابن منصور ایسے عنوانات مین معذور و مجبور رہتے۔ کیونکہ وہ اُنپر حقیقت کا غلبہ دیکھ رہے تھے، اور اس حقیقت کو دوسرے عنوان سے تمام صوفیہ نے بیان کیا ہے، چنانچہ ابوالقاسم نصرآبادی کے کلام مین بھی وہی مضمون موجود ہے، جس کی طرف ابن منصور نے اشارہ کیا ہے اور مولانا رومی کے کلام مین بھی جابجا موجود ہے ؎

انت کالریح و نحن کالغبار | تختفی الریح و غبراہا جہار

ما ہمہ شیران ولے شیر علم | حملہ شان از باد باشد دمبدم

حملہ شان پیدا و ناپیداست باد | انچہ ناپیداست یارب کم مباد

اسکا حاصل بھی یہی ہے کہ فاعل در اصل اللہ تعالےٰ ہین، بندہ محض آلہ و مظہر ہے، اور اگر کسی کو مقام جمع الجمع کی حقیقت معلوم نہ ہو، یا حلاج کا اس مقام پر فائز ہونا مسلم نہ ہو، یا مسلم ہو مگر اُنکا سلطان حقیقت سے مغلوب ہونا تسلیم نہو تو اُسکو یہ سمجھ لینا کیا دشوار ہی کہ ابن منصور کا اپنے خطبے کے مضمون کو رحمٰن و رحیم کی طرف سے کہنا ایسا ہی تھا جیسا واعظ اثنائے وعظ مین کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ یون فرماتے ہین، حالانکہ اسوقت واعظ ہی بول

رہا ہے، حق تعالےٰ نہین بول رہے ہے مگر چونکہ وہ بطور نقل کے اللہ تعالےٰ کی کتاب کا مضمون بیان کرتا ہے اُسکے اس قول کو غلط نہین کہا جاتا، اسیطرح ابن منصور کو اس خط مین اللہ تعالےٰ کے قول کا ناقل اور حاکی مان لینا کچھ مستبعد نہ تھا، گو اُس منقول مین وحی والہام ہونے کا تفاوت ہو، مولانا جامیؒ نے مثنوی کو کلام الہامی ہونے کی بنیاد پر "ہست قرآن در زبان پہلوی" فرما دیا، کیا قرآن مین حق تعالےٰ شانہ نے قرأت جبرئیل کو اپنی قرأت نہین فرمایا فاذا قرأناہ فاتبع قرانہ۔ بالخصوص جبکہ ابن منصور دعوی نبوت اور دعوی ربوبیت سے اپنا تبریہ کر رہے ہے اور ایسے دعوے سے اللہ کی پناہ طلب کر رہے تھے۔ اور اپنے عنوان کو غلبۂ حقیقت جمع الجمع سے ناشی بتلا رہے تھے۔ پھر خواہ مخواہ اُنکے سر دعوے خدائی کا الزام تھوپنا اور کافر واجب القتل قرار دینا کسی طرح درست نہ تھا۔

ف۔ یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ ایسی تاویلات سے تو ہر متکلم بکلمۃ الکفر التزام کفر سے بچ سکتا ہے، توکسی کی بھی تکفیر ممکن نہوگی، جواب یہ ہے کہ جس شخص کی زبان یا قلم سے کلمۂ کفر صادر ہو، اگر وہ معنی کفر کا التزام کرے تو کسی تاویل کی ضرورت نہین، بلکہ اُسپر حکم کفر لگا دیا جائے گا اور اگر وہ معنی کفر کا التزام نہ کرے بلکہ اُس سے اپنی برارت ظاہر کرے اور کلام مین دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو یا وہ خود اپنے کلام کے دوسرے معنی بیان کرے جنکا لغۃً یا عرفاً یا اصطلاحاً کلام متحمل ہو، تو اس صورت مین تکفیر جائز نہین۔ یا اگر اُس سے برارت بھی منقول نہو لیکن کوئی وجہ صحت کی اُسمین نکل سکتی ہو تب بھی تکفیر جائز نہین، اگرچہ وہ وجہ بعید ہو، خصوص جبکہ اُس قائل مین آثار قبول و اصلاح کے غالب ہون، خلاصہ یہ کہ سوء ظن کیلئے دلیل قوی کی ضرورت ہے، حسن ظن کیلئے سوء ظن کی دلیل کا نہ ہونا ہی کافی ہے دلیلہ قولہ تعالیٰ لولا جاوٓا علیہ باربعۃ شہداء فاذلم یأتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون۔ الاٰیہ۔ صورت مذکورہ مین واقعہ یہ ہے کہ ابن منصور کا عنوان کتاب دوسرے معنی کا محتمل تھا، کیونکہ انھون نے صراحۃً انا الرحمٰن الرحیم نہین کہا تھا کہ مین خود رحمٰن رحیم ہون، بلکہ اپنی کتاب کے مضمون کو رحمٰن رحیم کی طرف سے کہا تھا، جسمین ایک احتمال تو وہ ہے جو اخیر مین بیان کیا گیا ہے کہ نقل و حکایت کے طور پر ایسا کہا گیا ہو، دوسرا

احتمال وہ ہے جسکو خود ابن منصور نے بیان کیا تھا کہ مین جمع اور جمع الجمع کے غلبہ سے کہا گیا ہے اور معنی کفر سے وہ صاف طور پر اپنا تبریہ کر رہے تھے تو اس صورت مین ظاہر عنوان سے تکفیر کی اصلا گنجایش نہ تھی۔

ف۔ شیخ ابو القاسم نصر آبادی جسطرح مشایخ صوفیہ مین اپنے وقت مین یکتا تھے، علمای ظاہر مین بھی انکا مرتبہ بہت بلند تھا، کہ محدثین نے انکو ثقات حفاظ حدیث مین شمار کیا ہے اُن کا ابن منصور کو قبول کرنا اور صاحب حوال صحیحہ تسلیم کرنا جسطرح صوفیہ پر حجت ہے، اُسی طرح علمائے ظاہر پر بھی۔ پس اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابن منصور کی زبان سے کسی وقت انا الحق نکلا تھا، تو اسکا وہ مطلب نہ تھا جو عام لوگون نے سمجھا کہ معاذ اللہ وہ اپنے کو خدا کہتے تھے۔ بلکہ اسکا منشا کچھ اور تھا (جسکی تفصیل اشعار الغیور مین آئیگی) ورنہ ابو القاسم نصر آبادی جیسے حافظ حدیث اور متبع سنت اُنکے ہرگز معتقد نہوتے، حالانکہ وہ ابن منصور کے اس درجہ معتقد تھے کہ انبیاء و صدیقین کے بعد اُنھین کو موحد کہتے تھے۔ چنانچہ خطیب نے تاریخ بغداد مین بیان کیا ہے:۔

وقال محمد بن الحسین سمعت ابراھیم بن محمد النصرآبادی دعوتب فی شیء حکی عنه یعنی عن الحلاج فی الروح فقال لمن عاتبه ان کان بعد النبیین و الصدیقین موحد فھو الحلاج۔ یعنی محمد بن حسین حافظ نے بیان کیا کہ مین نے ابراھیم بن محمد نصر آبادی سے سُنا جبکہ اُنپر حلاج کا ایک کلام روح کے متعلق نقل کرنے پر عتاب کیا گیا، اُنھون نے عتاب کرنیوالے سے فرمایا، کہ انبیاء و صدیقین کے بعد اگر کوئی موحد ہے تو حلاج ہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابو القاسم نصر آبادی ابن منصور کو موحد کامل جانتے اور اُنکے اقوال موحشہ موہمہ کو غلبۂ افراد توحید سے ناشی سمجھتے تھے۔

دوسرے بزرگ جنھون نے ابن منصور کو قبول کیا، اُنکو بزرگون مین شمار کیا اور اُنکی تائید و موافقت مین اپنی جان تک دیدی۔ ابو العباس بن احمد بن محمد بن سہل بن عطا ہین جنکا تذکرہ طبقات شعرانی مین بہت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ خلاصہ اُسکا یہ ہے۔ کان من ظراف مشایخ الصوفیة و علمائھم له لسان فی فھم القرآن مختص به

ترجمہ ابو العباس بن عطا

صحب الجنید و ابراهیم المارستانی ومن فوقهم من المشائخ وکان ابوسعید الخراز
رضی اللہ عنہ یعظم شانہ حتے قال التصوف خلق وما رأیت من اهلہ الا الجنید و
ابن عطاء مات سنة تسع اواحدی عشرة وثلثمأة اھ صج ۱۔ یعنی وہ مشائخ صوفیہ کے
ہوشیارون مین اور اُنکے علماء مین سے تھے، فہم قرآن مین اُنکو خاص زبان عطا ہوئی تھی،
جو اُنھین کے ساتھ مخصوص تھی، جنید، ابراہیم مارستانی اور اُن سے بھی اونچے درجے
کے مشائخ کی صحبت مین رہے، ابوسعید خراز اُنکی بہت تعظیم کرتے تھے، اُنکا قول ہے کہ
تصوف اخلاق کا نام ہے اور مین نے اہل تصوف مین سے کسی کو نہین دیکھا، بجز حضرت
جنید اور ابن عطار کے، اُنکی وفات ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ مین ہوئی (مین کہتا ہون پہلا قول
صحیح ہے جیسا آئندہ معلوم ہوگا اور اوپر بھی گذر چکا ہے کہ اُنکا انتقال ابن منصور کے واقعہ
مین ہوا ہے اور ابن منصور کی وفات ۳۰۹ھ مین ہے) اور ابوسعید خراز جن سے ابوالعباس
ابن عطار کی اسقدر تعظیم منقول ہے وہ ذوالنون مصری اور سری سقطی اور بشر حافی وغیرہم
کے اصحاب مین سے ہین۔ طبقات شعرانی مین اُنکو ائمۂ صوفیہ اور اجلۂ مشائخ مین شمار کیا ہے
اور کہا گیا ہے کہ صوفیہ مین سب سے پہلے علم فنا و بقا مین کلام کرنے والے ابوسعید خراز تھے
صج ۱۔ صفوۃ الصفوۃ مین اُنکا تذکرہ مفصل موجود ہے۔ اور اسمین جنید کا یہ قول بھی ہے
لو طالبنا اللہ بحقیقة ما علیہ ابوسعید الخراز لهلکنا قال علی فقلت لابراهیم و
ای شیئ کان حالہ قال اقام کذا وکذا سنة یخرز ما فاتہ الحق بین الخرزتین اھ صج ۱
یعنے اگر اللہ تعالیٰ ہم سے اُس حقیقت کا مطالبہ فرمائین جسپر ابوسعید خراز تھے تو ہم ہلاک
ہو جائین۔ راوی نے ابراہیم سے پوچھا کہ اُن کا کیا حال تھا؟ کہا، وہ اتنے برس (جوتہ)
گانٹھنے مین رہے، دو گانٹھون کے درمیان کبھی حق (تعالے کا مراقبہ) اُنسے فوت نہین ہوا
اسند ابوسعید عن عبداللہ بن ابراهیم الغفاری وابراهیم بن بشار صاحب
ابراهیم بن ادهم توفی سنة سبع وسبعین وقیل ست وثمانین ومائتین
یعنی اُنھون نے عبداللہ بن ابراہیم غفاری اور ابراہیم بن بشار سے حدیث روایت کی
سنہ دوسو ستتر یا دوسو چھیاسی مین وفات پائی صج ۲۔ ابوالعباس بن عطار محض صوفی

تھے بلکہ محدث بھی تھے۔ صفۃ الصفوۃ مین ہے:- اسند ابو العباس بن عطاء عن یوسف بن موسی القطان والفضل بن زیاد صاحب احمد بن حنبل فی طبقتهما توفی فی ذی القعدۃ سنة تسع وثلاث مأۃ رحمہ اللہ تعالی صہ ۲۵ ج ۲ روزانہ پورا قرآن ختم کرتے تھے اور رمضان شریف مین ہر دن تین بار ختم کرتے تھے اور فہم معانی قرآن کے لئے جو ایک تلاوت شروع کی تھی اُسمین چودہ برس کے اندر نصف قرآن تک بھی نہ پہونچے۔ (صفۃ الصفوۃ صہ مذکور) اس سے علوم قرآن کے ساتھ اُنکی خاص مناسبت ظاہر ہے۔ وہ جسقدر ابن منصور کے معتقد تھے اُن کے واقعۂ وفات سے معلوم ہو چکا ہے کہ کس طرح صاف صاف ابن منصور کی تائید و حمایت کی، اور وزیر کو کیسا سخت سخت سُنایا، حتے کہ یہی اُنکے قتل کا سبب ہوا۔

ترجمہ امام محمد بن خفیف ضبی شیرازی

تیسرے بزرگ جو ابن منصور کے ماننے والون مین تھے، ابو عبداللہ محمد بن خفیف ضبی ہین، جنکا تذکرہ طبقات کبرے مین حسب ذیل ہے:- اقام بشیراز وھو شیخ المشائخ واوحدھم فی وقتہ کان عالما بعلوم الظاہر والحقائق حسن الاحوال فی المقامات والاحوال وجمیع الاخلاق والاعمال مات رضی اللہ عنہ سنۃ احدے وسبعین وثلثمأۃ اھ صہ ج ۱ یعنے یہ شیراز مین مقیم ہو گئے تھے، اپنے وقت مین شیخ المشائخ اور یکتا بزرگ تھے، علوم ظاہر کے بھی عالم تھے اور علوم حقائق کے بھی مقامات و احوال اور تمام اخلاق و اعمال مین اُنکی بہت اچھی حالت تھی اھ۔ سمعانی نے نسبت شیراز کے تحت مین انکا تذکرہ حسب ذیل کیا ہے:- ابو عبداللہ محمد بن خفیف الشیرازی سید من السادات اہل فارس فی التصوف والاشارات والمعرفۃ کان اماما مرضیا صاحب کرامات یروی عن حماد وعبدالملک بن جنید بن رواحۃ و لقی تومل الجصاص وھشام بن عبدان ولاحوالہ حکایات مشہورۃ مسطورۃ مات فی رمضان سنۃ ۳۷۱ھ ومن اصحابہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن باکویہ الشیرازی الصوفی روی عنہ ابو القاسم القشیری والبیہقی وجماعۃ رووا الحدیث عن ابی عبداللہ محمد بن خفیف وغیرہ اھ ملخصا ورق ۳۴۳۔

یعنی ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی اہل فارس کے بزرگون مین سے بڑے بزرگ تھے تصوف ور اشارات و معرفت مین مشہور تھے اور مقبول خاص و عام، صاحب کرامات امام تھے، حماد اور عبد الملک بن جنید سے حدیث روایت کرتے ہین، فوبل جصاص اور ہشام بن عبدان سے بھی ملاقات کی ہے انکے احوال و حکایات مشہور اور کتابون مین مسطور ہین۔ رمضان ۳۷۱ھ مین وفات پائی۔ انکے اصحاب مین سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن باکویہ شیرازی صوفی بھی ہین جن سے ابو القاسم قشیری اور بیہقی وغیرہ روایت کرتے ہین، اور وہ محمد بن خفیف سے حدیث روایت کرتے ہین اھ پس محمد بن خفیف جیسے مسلم امام کا ابن منصور کا معتقد ہونا اور قید خانہ مین جاکر اُن سے صبر و فقر اور فتوت کی حقیقت دریافت کرنا اور اُنکی کرامات بیان کرنا، ابن منصور کے صوفی عارف اور مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

چوتھے بزرگ ابن منصور کو ماننے والے حضرت ابو بکر شبلی تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ وہ خود ابن منصور کے پاس جیلخانہ مین جاتے اور اُن سے علوم حقائق مین گفتگو کرتے تھے، بعض مرتبہ فاطمہ نیشاپوریہ کو پیغام دیکر بھیجتے اور حقیقت تصوف دریافت کرتے، ابو بکر شبلی کی جلالت شان علماے ظاہر اور اہل باطن دونون کے نزدیک مسلم ہے۔ صفۃ الصفوۃ مین ہے۔ صحب الشبلی الجنید وطبقتہ و تفقہ علی مذہب مالک وکتب الحدیث الکثیر صفحہ ۲۶ یعنی شبلی حضرت جنید اور اُنکے طبقہ والون کی صحبت مین رہے، مذہب مالک مین فقہ حاصل کیا اور حدیثین بہت لکھین۔ طبقات کبرے شعرانی مین ہے:۔ تاب فی مجلس خیر النساج وصحب ابا القاسم الجنید ومن عاصرہ من المشایخ وصار اوحد اہل الوقت علما وحالا وظرفا تفقہ علی مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ وکتب الحدیث الکثیر عاش سبعا وثمانین سنۃ ومات سنۃ اربع وثلاثین وثلثمأۃ اھ صفحہ ۱۰۹ یعنے اُنھون نے خیر نساج کی مجلس مین توبہ کی اور ابو القاسم جنید اور اُنکے ہمعصر مشایخ کی صحبت حاصل کی، اور اپنے وقت مین علم حال اور ظرف مین یکتا ہوگئے ۳۳۴ھ مین وفات پائی۔

خطیب نے تاریخ بغداد مین ابن منصور کے متعلق اُن کا یہ قول ذکر کیا ہے۔ انبأنا ابن الفتح انبأنا محمد بن الحسین قال سمعت منصور بن عبد اللہ یقول سمعت الشبلی یقول کنت انا والحسین بن منصور شیئا واحدا الا انہ اظہر وکتمت۔ مین اور ابن منصور دونون ایک ہی ہین (یعنے میرا بھی وہی حال ہے جو اُنکا ہے) مگر (فرق اتنا ہے کہ) اُنھون نے (اپنا حال) ظاہر کردیا اور مین نے چھپائے رکھا۔

ف۔ حضرت شبلی جیسے امام طریق کی یہ شہادت معمولی شہادت نہین، اُن کے نزدیک ابن منصور کا قصور اس سے زیادہ نہ تھا کہ جن اسرار وحقائق کو وہ نااہلون کے سامنے ظاہر نہ کرتے تھے ابن منصور نے اُن کو ظاہر کردیا، جسکی وجہ سے عوام مین بدنام ہوے۔ اور خواص اُنکی حمایت سے عاجز ہوگئے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم لوگون کے سامنے انکی عقل وفہم کے اندازہ سے گفتگو کرو۔ مگر ابن منصور نے حضرت شبلی کے اس الزام کے جواب مین قسم کھا کر یہ کہا ہے کہ "مین نے محبوب کے کسی راز کو ظاہر نہین کیا (صرف اپنی محبت (فنا کو ظاہر کیا ہے)" واللہ اعلم۔ تو اب خطا اُن کی ہے جنھون نے غلبۂ حال کو نہ پہچانا اور یہ گمان کرلیا کہ ابن منصور عمداً بدرستی ہوش وحواس ایسی باتین کہہ رہے ہین۔ قال (محمد بن الحسین) وسمعت منصورا یقول سمعت بعض اصحابنا یقول وقف الشبلی علیہ وھو مصلوب فنظر الیہ وقال الم ننھک عن العالمین۔ محمد بن حسین حافظ کہتے ہین، مین نے منصور بن عبد اللہ سے سُنا کہ ہمارے بعض اصحاب بیان کرتے ہین کہ جب ابن منصور سولی پر لٹکا دیے گئے، تو شبلی نے وہان کھڑے ہوکر ابن منصور کو دیکھا اور فرمایا، کیا ہم نے تم کو جہان والون سے روکا نہ تھا؟

ف۔ غالباً اُنکو نصیحت کی ہوگی کہ تم مغلوب الحال ہو اور ایسے شخص کو پوری طرح خلوت مین رہنا چاہیے، کسی سے ملنا ملانا مناسب نہین، مبادا غلبۂ حال مین زبان سے علوم اسرار وحقائق کا ظہور ہوجائے اور عوام اُن کو کچھ کا کچھ بنادین۔ اسکا حاصل بھی یہی ہے کہ ابن منصور کا قصور اسکے سوا کچھ نہین، کہ وہ غلبۂ حال مین لوگون سے ملتے رہے

اور اُن کے سامنے باتین کرتے رہے، ایسی حالت مین اُن کو خلوت کاملہ اختیار کرنا اور لوگون کو اپنے پاس آنے سے روک دینا لازم تھا۔ یہان تک کہ غلبۂ حال زائل ہوجاتا۔ بہرحال شبلیؒ کے نزدیک ابن منصورؒ، صاحب احوال اور صاحب اسرار ضرور تھے مگر مغلوب الحال زندیق وساحر وغیرہ ہرگز نہ تھے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

پانچوین بزرگ ابن منصورؒ کے ماننے والے، اُنکے اقوال کو مشایخ صوفیہ کے ساتھ نقل کرنیوالے، امام ابوالقاسم عبدالکریم القشیری ہین۔ جنکا رسالہ قشیریہ علم تصوف مین نہایت مستند، قیمتی اور مقبول رسالہ ہے۔ سمعانی نے نسبت قشیری کے تحت مین اُن کا تذکرہ حسب ذیل کیا ہے:۔ ومن المتاخرین المشہورین بخراسان الاستاذ الامام ابوالقاسم عبداللہ بن ھوازن بن عبدالملک بن طلحۃ القشیری احد مشاہیر الدنیا بالفضل والعلم والزھد واولادہ ابوسعد عبداللہ وابوسعید عبدالواحد وابومنصور عبدالرحمن وابونصر عبدالرحیم وابوالفتح عبیداللہ وابوالمظفر عبدالمنعم حدثوا جمیعا بالکثیر روی لی عن الاستاذ قریب من خمسۃ عشر نفسا وعن اولادہ الثلثۃ الاول جماعۃ کثیرۃ وادرکت اباالمظفر وقرأت علیہ الکثیر اھ یعنے متاخرین مین سے خراسان مین جو اس نسبت کے ساتھ مشہور ہین وہ استاذ امام ابوالقاسم قشیری ہین، جو دنیا مین فضل وعلم و زہد کے ساتھ مشہور ہین، اُن کی اولاد مین سے چھ بیٹون نے بہت حدیثین روایت کی ہین اور حضرت استاذ کی حدیثین مجھے پندرہ محدثین سے پہونچی ہین۔ اور اُنکے تین بیٹون ابوسعد و ابوسعید وابونصر سے بہت لوگون نے روایت کی ہے اور ابوالمظفر سے مین خود ملا ہون اور اُن سے بہت حدیثین پڑھی ہین اھ۔

علامہ شعرانی طبقات کبرے مین لکھتے ہین:۔ وقد اشار القشیری الی تزکیتہ حیث ذکر عقیدتہ مع عقائد اھل السنۃ اول الکتاب فتحلیا بحسن الظن بہ ثم ذکرہ فی واخر الرجال لاجل ما قیل فیہ اھ ص۹۲ج۱ یعنے امام قشیری نے ابن منصورؒ کے تزکیہ (اور تبریہ) کی طرف اشارہ کردیا ہے، کیونکہ اُنھون نے ابن منصورؒ کے

تذکرہ امام ابوالقاسم قشیری

عقیدہ کو عقائد اہل سنت کے ساتھ اپنی کتاب کے شروع مین بیان کرکے باب حسن ظن کا افتتاح کیا ہے، پھر مردان طریق کے پیچھے بھی اُن کا ذکر کیا کیونکہ اُنکے متعلق کچھ سے کچھ کہا گیا ہے۔ بہر حال امام قشیری جیسے محدث صوفی کا ابن منصور کے تزکیہ و تنزیہ پر اشارہ کرنا اُنکے صوفی، عارف و مقبول ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ترجمہ شیخ ابن عربی قدس سرہ

چھٹے بزرگ ابن منصور کے ماننے والے شیخ ابن عربی قدس اللہ سرہ ہین، چنانچہ اوپر حافظ ابن حجر کا قول لسان المیزان کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ ابن عربی، صاحب الفصوص حسین بن منصور کی تعظیم کرتے اور جنید مین کلام کرتے تھے۔ اور شیخ ابن عربی کا درجہ مشایخ صوفیہ کے نزدیک تو بہت بلند ہے، علمائے ظاہر بھی اُنکی جلالت شان کے معترف ہین۔ لسان المیزان مین حافظ ابن حجر نے ذہبی کی جرح کو رد کرکے بہت سے محدثین کے اقوال، اُنکی توثیق و تعدیل مین نقل کئے ہین، چنانچہ ابن النجار و ابن نقطہ و ابن العدیم اور زکی منذری و ابن الابار وغیرہم کے اقوال اُن کی مدح و ثنا مین چار صفحات کے اندر بیان کئے ہین صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۵ ج ۵۔

طبقات کبری شعرانی مین اُن کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے:- اجمع المحققون من اهل الله عزوجل علی جلالته فی سائر العلوم کما یشهد لذلك کتبه وما انکر من انکر علیه الا لدقة کلامه لا غیر فانکروا علی من یطالع کلامه من غیر سلوك طریق الریاضة وقد ترجمه الشیخ صفی الدین ابن ابی المنصور وغیره بالولایة الکبری والصلاح والعرفان والعلم اور ان الفاظ پر ختم کیا ہے وکان الشیخ عزالدین بن عبدالسلام شیخ الاسلام بمصر یحط علیه کثیرا فلما صحب الشیخ ابا الحسن الشاذلی رضی الله عنه وعرف احوال القوم صار یترجمه بالولایة والعرفان والقطبیة مات سنة ثمان وثلاثین وست مائة اھ ص ۱۶۲ ج ۱ محققین اہل اللہ نے جملہ علوم مین اُنکی جلالت پر اجماع کیا ہے۔ جیسا اُنکی کتابین اسپر شاہد ہین۔ اور جس نے بھی اُن پر انکار کیا ہے، محض دقت کلام کیوجہ سے انکار کیا ہے اور کچھ نہین۔ اسی لئے صوفیہ نے اُن لوگون پر انکار کیا ہے جو اُن کی کتابین بدون سلوک و ریاضت کے مطالعہ کرتے ہین

شیخ صفی الدین وغیرہ نے انکو ولایت کبریٰ اور صلاح و معرفت و علم سے موصوف کیا ہے
شیخ عزالدین بن عبدالسلام شیخ الاسلام مصر انپر بہت اعتراض کیا کرتے تھے۔ مگر جب شیخ
ابوالحسن شاذلیؒ کی صحبت مین پہونچے اور جماعت (صوفیہ) کے احوال سے معرفت حاصل
ہوئی تو ابن عربی کو ولایت و عرفان اور قطبیت سے موصوف کرنے لگے اھ۔

پس ابن منصور کے صوفی، عارف ہونے کیلئے شیخ ابن عربی کا اُن کو ماننا، اُن کی حمایت کرنا اور تعظیم سے یاد کرنا بس ہے فان القول ما قالت حذام۔

ساتوین بزرگ ابن منصور کو معذور ماننے والے حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ ہین۔ وکان رضی اللہ عنہ یقول عسر الحسین الحلاج فلم یکن فی زمنہ من یأخذ بیدہ وانا لکل من عثر مرکوبہ من اصحابی ومریدی ومحبی الی یوم القیامۃ اٰخذ بیدہ (طبقات کبریٰ شعرانی صفحہ ۱/۲) آپ فرماتے تھے کہ حسین (ابن منصور) حلاج کو (طریق مین) ایک دشواری پیش آگئی تھی تو اُسکے زمانہ مین کوئی ایسا نہ تھا جو اُن کا ہاتھ پکڑ لیتا (اور سلامتی کے ساتھ اس دشواری سے نکال دیتا) اور مین اپنے اصحاب و مریدین اور محبین مین سے ہر اُس شخص کا ہاتھ پکڑنے والا ہون جس کی سواری کو ٹھوکر لگ جائے۔ غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

ف۔ اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ ابن منصور آپ کے نزدیک سالکان طریق مین سے تھے، مگر ایک دشواری مین پھنس گئے تھے جس سے کسی نے انکو نہ نکالا۔ بہر حال حضرت سیدنا غوث اعظم نے ابن منصور پر انکار نہین فرمایا بلکہ انکو ایک گونہ معذور قرار دیا، آپ کے اس کلام مین اگر کچھ انکار ہے تو اُس زمانہ کے مشایخ پر ہے کہ کسی نے بھی ابن منصور کی دستگیری نہ کی۔ یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ اسمین حضرت جنید پر بھی انکار لازم آتا ہے، جواب یہ ہے کہ حضرت جنید کی وفات ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ مین ہو چکی تھی کما فی صفوۃ الصفوۃ۔ اور ابن منصور کا واقعہ ابتلاء ۳۰۹ھ مین انکی وفات کے گیارہ بارہ برس بعد پیش آیا۔ اگر وہ اُس وقت موجود ہوتے تو غالباً ضرور دستگیری فرماتے، اسیطرح شیخ عمرو بن عثمان مکی کی وفات ۲۹۷ھ مین ہو چکی تھی اور شیخ ابوالحسین نوری کا انتقال ۲۹۵ھ مین ہو چکا تھا، اور یہی

تین مشائخ تھے جن سے ابن منصور نے رجوع کیا تھا، باقی جو مشائخ تھے اُنکے معاصر تھے، واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔ اور یہان سے اُس قول کا بے بنیاد ہونا بھی واضح ہو گیا جو لوگون مین مشہور ہے کہ حضرت جنید کو ابن منصور کے جواز قتل پر فتوے لکھنے کیلئے مجبور کیا گیا اور انھون نے علمار کا لباس پہنکر فتوے لکھا۔ حضرت جنید کا انتقال گیارہ بارہ برس پہلے ہو چکا تھا وہ اُسوقت فتوے لکھنے کہان سے آتے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

آٹھوین بزرگ ابن منصور کو ماننے والے حضرت شیخ فریدالدین عطار ہین۔ آپ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیار مین اُنکا ذکر جمیل بہت تفصیل کے ساتھ کیا ہے (جو ہم نے اس کتاب کے آخر مین بطور ضمیمہ اول کے مختصر اُلکھدیا ہے اور اُسپر کافی بحث کر دی ہے) حضرت شیخ فریدالدین عطار کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ مولانا رومی اُنکی شان مین فرماتے ہین ؎

هفت شهر عشق را عطار گشت　　　ما هنوز اندر خم یک کوچه ایم

اور مثنوی مین اُن کا کلام بطور دلیل و حجت کے لاتے ہین اور اُسکی شرح فرماتے ہین۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

نوین بزرگ ابن منصور کو ماننے والے حضرت مولانا جلال الدین رومی ہین۔ آپ نے مثنوی معنوی مین اُن لوگون کو بہت بُرا بھلا کہا ہے جنھون نے ابن منصور کو ناحق سولی دی، چنانچہ فرماتے ہین ؎

چون قلم در دست غدارے فتاد　　　لاجرم منصور بر دارے فتاد

اسمین غدار سے مراد وہ وزیر ہے جو ابن منصور کا دشمن ہو گیا تھا، جس نے علمار کو اُن کی تکفیر پر مجبور کیا۔ جیسا آئندہ واضح ہو گا۔ نیز ابن منصور کی مدح مین مولانا فرماتے ہین ؎

گفت فرعونے انا الحق گشت پست　　　گفت منصورے انا الحق گشت مست

لعنة الله این انا را در قفا　　　رحمة الله این انا را در وفا

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان علمائے ظاہر اور علمائے باطن دونون کے نزدیک مسلّم ہے، اُنکا ابن منصور کو ماننا اور مدح و ثنا کرنا، ابن منصور کے صوفی، عارف و مقبول ہونے کی کافی دلیل ہے۔

[illegible]

دسوین بزرگ ابن منصور کو ماننے والے شیخ عبدالوہاب شعرانی ہین۔ جو اپنے وقت

مین علوم ظاہر و باطن کے مسلم امام تھے۔ آپ نے اپنی کتاب طبقات کبریٰ مین جو طبقات صوفیہ کیلئے مخصوص ہی ابن منصور کو اولیا رمین شمار کیا، اُنکے عارفانہ اقوال سے کتاب کو زینت دی اور تصریح کر دی ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ ابن منصور صوفیاے کرام مین سے تھے۔ جیسا اوپر گذر چکا۔ تلك عشرة كاملة۔ یہ دس بزرگ تو وہ ہین جو علماے ظاہر و باطن سب کے نزدیک مسلم ہین۔ عرب و عجم اُن کی عظمت و جلالت شان کے معترف ہین۔ ان حضرات مین سے ایک بزرگ کا بھی کسی کو ولی اور صوفی کہدینا اُس کی سعادت و کامیابی کی بڑی دلیل ہی، پھر جسکو یہ سب قبول کرین اُسکے درجہ کا کیا پوچھنا۔ اسکے بعد مصر و شام اور ہندوستان کے صوفیاے کرام و علماے عظام کے اقوال نقل کئے جاتے ہین۔ جو ابن منصور کو صوفیہ اور اولیا رمین شمار کرتے تھے۔ اور شمار کرتے ہین۔

منجملہ اُنکے حضرت سیدنا الشیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ ہین جو سلسلۂ قدوسیہ چشتیہ صابریہ کے امام اور غایت درجہ متبع شریعت تھے۔ آپ ابن منصور کے بڑے حامی تھے اور بعض علماے دہلی نے جب ابن منصور پر انکار کیا تو حضرت شیخ نے اُنکو سخت جواب دیا اور ابن منصور کی پوری حمایت کی۔ حضرت اقدس سیدی حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے رسالہ السنة الجلیة مین کتاب انوار العارفین سے حسب ذیل واقعہ نقل فرمایا ہے جو ترجمہ کی صورت مین لکھا جاتا ہے کہ جب حضرت شیخ عبد القدوس قدس اللہ سرہ اپنے وطن سے دہلی تشریف لاتے اور وہان کے اکابر کو خبر ہوجاتی تو اُن کی فرودگاہ پر حاضر ہوتے، شیخ کثیر السماع تھے۔ اُن کا سماع انتہائی شورش اور سکر مین تھا اثناے سماع مین پُرجوش کلمات اُن کی زبان سے صادر ہوتے۔ ایک مرتبہ دہلی کے اندر ایک بڑی محفل مین کہ علمار بھی اُسمین موجود تھے شیخ وجد مین کھڑے ہوگئے۔ درمیان مین فرمایا۔ منصور کو نادانون نے قتل کیا۔ جب یہ کلمہ کئی بار رقص (حرکت وجدیہ) کی حالت مین زبان سے نکالا تو اکابر علماے موجودین مین سے ایک عالم نے بیچین ہوکر اُس زمانہ کے بڑے علمار مین سے ایک عالم کا نام لیکر کہا کہ اُس جماعت کو (جس نے منصور کو قتل کیا) کیونکر نادان کہا جاسکتا ہے جب کہ اُنمین ایسے موجود تھے، شیخ نے اُسیطرح شورش اور

شیخ عبد القدوس گنگوہی

جوش کے ساتھ کہا کہ مین اُن سب کو کہتا ہون اُن سب کو کہتا ہون، اُس عالم نے پھر کہا کہ اے شیخ اُن جیسے عالم کو کس طرح نادان کہا جا سکتا ہے کہ جب اُن کے پاس یہ خبر پہونچی کہ منصورؒ کے قطرات خون سے انا الحق کا نقش پیدا ہوا تو اُن بزرگ نے اپنی دوات زمین پر پٹک دی اور کہا اگر یہ حق ہے تو (بات) کیا ہے۔ سیاہی جو اُنکی دوات سے گری اُس سے اللہ کا نقش پیدا ہوا۔ شیخ نے پہلے سے زیادہ جوش مین آکر فرمایا کہ عجب نادان ہین۔ تصرف حق کا اثر ایک غیر جاندار مین تو ظاہر ہو اور اُس مین (یعنے منصورؒ مین) نہ ہو۔ حضرت حکیم الامتہ نے یہ واقعہ نقل فرما کر ایک اشکال کا بھی جواب دیا ہے جو اسپر وارد ہوتا ہی۔ اشکال یہ ہی کہ۔ کیا منصورؒ کا یہ دعوے خلاف شریعت نہ تھا جو اُنکے قائلون کو نادان بتلایا۔

حل۔ اگر منصورؒ یہ قول اختیار سے کہتے اور معنی متبادر ہی مراد لیتے تو بیشک شریعت کے خلاف تھا۔ ہنوز یہی دونون مقدمات یقینی نہین اور اگر اضطراراً اسکا صدور ہوا ہو جیسے نائم (سونیوالے) سے کوئی کلام صادر ہو تو اُس حالت مین متکلم مرفوع القلم ہے۔ اب یہ بات رہی کہ اُن کی حالت اختیار کی تھی یا نہین؟ یہ امر اجتہادی ہے جس کا اصل معیار تو یہ تھا کہ جو حضرات ایسے احوال کے مبصر اور عارف ہین اُن سے رائے لی جاتی، جیسے کوئی ایسا شخص جسکا جنون عام طور پر بین (ظاہر) نہ ہو، مگر اطباے حاذق علامات سے جنون تشخیص کرین، اگر اپنی بی بی کو طلاق دے، تو اہل فتوے کے ذمہ واجب ہے کہ اطبار کے قول کو حجت سمجھکر طلاق کا فتوےٰ نہ دین۔ مگر یہ وجوب اُسیوقت ہی جب قرینے سے جنون کا احتمال بھی ہو، اور اگر احتمال ہی نہ ہو تو وہ طلاق کے فتوے مین معذور ہونگے، پھر اگر اطبار یہ فتوے سُنکر مفتی کو نادان یعنے فن تشخیص سے ناواقف کہین مگر عاصی نہ کہین، تو اُنپر بھی کوئی ملامت نہین، بس شیخ نے اپنی بصیرت سے منصورؒ کے اس عذر کو سمجھا اور اہل فتوے کو اس عذر کا احتمال بھی نہ ہوا، تو نہ اہل فتوے عاصی ہین، نہ شیخ پر اُنکو نادان یعنی حقیقت سے ناواقف کہنے مین کوئی اعتراض ہو سکتا ہی، کیونکہ وہ اُنکو عاصی نہین کہتے۔ رہا یہ کہ شیخ کو غصہ کیون آیا۔ جواب یہ ہی کہ یہ صورۃً غصہ ہے، اور حقیقت مین رنج ہی۔ جیسے مثال بالا

مین طبیب اسپر رنج کرے کہ افسوس غریب کا گھر ویران ہوگیا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتدا تو رنج سے ہوئی ہو، مگر معترض نے جب بے اصول گفتگو شروع کی اسوقت شیخ کو غصہ آگیا ہو، مگر وہ غصہ معترض پر ہے، اہل فتوے پر نہین۔ اب یہ بات رہی کہ وہ عذر کیا تھا؟ سو شیخ نے اُس عذر کیطرف اپنے اس قول مین خود ارشارہ فرما دیا ہے۔ زہے نادان کہ سریان حق در جمادے (یعنے درسیاہی) ظاہر شود و دران (یعنے در منصور) نہ (ظاہر شود) اور سریان سے مراد تصرف کا سریان ہے۔ جیسے شجرۂ طور بلا اختیار کلمہ انی انا اللہ کا مظہر تصرف حق سے ہوگیا۔ اور دوسرے احتمال سے بھی جواب ہو سکتا ہے کہ معنی متبادر مراد نہ تھے بلکہ انا الحق مین حق کے وہی معنے تھے جو اس آیت مین ہین والوزن یومئذن الحق یعنے الواقع الثابت اور اسمین اُن سوفسطائیہ کا رد ہوگیا جو حقائق اشیاء کو غیر ثابت کہتے ہین۔ چونکہ وحدت الوجود کے پردہ مین بعضے صوفیہ بھی حقائق کو غیر واقعی کہتے ہین۔ پس منصور نے اس قسم کے وحدت الوجود کی نفی کردی، اور جوش حق مین اسکی تفسیر نہ کی، جسطرح احمد بن حنبل نے جان دیدی اور غیرت حق کے سبب اپنے قول کی تاویل نہ کی کہ میری مراد (القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مین) کلام سے درجہ قدیمہ ہے اور جو اسکا قائل ہوگا وہ اُسکو مخلوق نہین کہہ سکتا۔ درجۂ حادثہ مراد نہین جسکے معتزلہ اسطرح قائل ہین کہ درجہ قدیمہ کی نفی کرتے ہین، پس منصور پر خود کشی کا الزام بھی نہوگا اھ ملخص ۱۳۹

ف۔ اوپر گذر چکا ہے کہ ابن منصور نے اپنے قول کی شرح کردی تھی کہ یہ ہمارے نزدیک عین جمع ہے جو ایک خاص حالت ہے، جسکی حقیقت اپنے مقام پر مذکور ہے، جس سے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کی تائید ہوتی ہے، اور یہان سے اُس مشہور روایت کا مکرر رد ہوگیا کہ حضرت جنید کو بھی فتوے لکھنے پر مجبور کیا گیا تھا، اور اُنھون نے علماء کا لباس پہنکر فتوے لکھا، اگر ایسا ہوتا، تو علماء حضرت شیخ کے سامنے سب سے پہلے حضرت جنید کا نام لیتے کہ اُنکو نادان کیونکر کہا جا سکتا ہے اور یقیناً شیخ اُن کی نسبت نادان کا لفظ استعمال نہین کر سکتے تھے، کیونکہ وہ تو علم ظاہر و باطن دونون کے جامع تھے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۹۷ھ یا ۲۹۸ھ مین ہوچکا تھا اور ابن منصور کا واقعۂ قتل ۳۰۹ھ مین گیارہ بارہ سال بعد ہوا اُسوقت حضرت جنید کہان تھے جو اُنسے فتویٰ لیا جاتا؟

دوسرے حضرت سیدنا الشیخ عبدالحق ردولوی ہین، جو سلسلۂ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ ہین، وہ بھی ابن منصور کو اولیاء اور صوفیہ مین شمار کرتے تھے، مگر کامل نہ سمجھتے تھے چنانچہ اُن کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ "منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد وا اینجا مردانند کہ دریا ہا فرو برند و آروغ نہ زنند"

تیسرے علامہ عبدالرؤف مناوی محدث مصر شارح الجامع الصغیر للسیوطی ہین، اُنھون نے بھی ابن منصور کو اولیاء مین اور اُن کے خوارق کو کرامات اولیاء مین شمار کیا ہے، چنانچہ جامع کرامات الاولیاء کے حوالہ سے اُن کا قول اوپر نقل ہو چکا ہے۔

چوتھے حضرت سیدنا الشیخ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ ہین، جو سلسلۂ امدادیہ چشتیہ مین شیخ وقت اور غایت متبع سنت امام طریق تھے، آپ بھی ابن منصور کو معذور سمجھتے اور فرماتے تھے کہ اگر مین اُسوقت ہوتا تو فتوے قتل پر ہرگز دستخط نہ کرتا اور اُنکے اقوال کی تاویل کرتا اھ سمعتہ من سیدی حکیم الامۃ دام مجدہ وعلاہ، ظاہر ہے کہ تاویل مقبول کے کلام کی کیجاتی ہے ساحر و زندیق کے کلام کی نہین کیجاتی۔ حضرت کا یہ ارشاد صاف بتلاتا ہے کہ ابن منصور اُنکے نزدیک اولیاء معذورین مین سے تھے، اُنکے کلام موحش و موہم کی تاویل ضروری تھی۔ فتاوے رشیدیہ حصۂ اول صفحہ ۹ مطبوعہ مراد آباد مین ہے :- سوال بائیسوان۔ منصور کہ جنکو زمانۂ امام یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مین سولی دیگئی تھی اُن کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ وہ کیسے تھے ؟ الجواب منصور معذور تھے، بیہوش ہوگئے تھے، اُنپر فتوے کفر کا دینا بیجا ہے، اُنکے باب مین سکوت چاہیئے اُسوقت رفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا۔ فقط

صفحہ ۴۹۔ سوال نمبر ۲۔ منصور کہ جنکو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپکے نزدیک ولی ہین یا نہین اور اگر ولی ہین تو یہ کونسی منزل مین تھے۔ قرب نوافل مین یا قرب فرائض مین اور اگر ولی نہین ہین تو کس دین مین ہین ؟ الجواب۔ بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگون کے درجات کو جاننا کام میرا اور آپ کا نہین۔ اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلے اپنے حال سے۔ فقط

پانچوین حضرت اقدس سیدنا الشیخ حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی دامت

شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ

علامہ عبدالرؤف مناوی مصری

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

برکاتہم ہین، جو علم ظاہر و باطن و تربیت اور اصلاح و تجدید دین مین اپنے وقت کے مسلم اور مشہ
امام ہین، ادام اللہ ظلہ علی العالمین۔

حضرت نے مسودۂ القول المنصور کے حاشیہ مین اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"میری رائے ابن منصور کے متعلق یہ ہے، کہ وہ اہل باطل مین سے تو نہین، اور ایسے اقوال (اور احوال جن سے اُنکے صاحب باطل ہونے کا وہم ہوتا ہے) یا غلط ہین، یا مأول، یا قبل دخول فی الطریق ایسے حالات ہون، مگر اسکے ساتھ ہی کاملین مین سے نہین، مغلوب الحال ہین، اسلئے معذور ہین۔ ۱۲۔ اشرف علی"

حضرت والا کو ابن منصور کے تزکیہ اور تبریہ کا جسقدر اہتمام ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپنے ابن منص
کے اشعار کا خود ترجمہ فرمایا اور اُس رسالہ کا نام اشعار الغیور بمانی اشعار ابن منص
رکھا۔ اور اُنکے تاریخی حالات کو بصورت مسودہ جمع فرمایا اور اُسکا نام القول المنصور فی
ابن منصور تجویز فرمایا۔ اُسی مسودۂ عربیہ کا یہ اردو بعینہ مع بعض اضافات، ناظرین کے
سامنے ہے، جسکو حضرت اقدس نے ملاحظہ فرما کر جا بجا اپنی اصلاح و نظر استحسان سے زینت بخشی

(۶) چھٹے علامہ یوسف نبہانی مؤلف کرامات الاولیاء ہین، جو اس زمانہ کے عمدہ محققین سے
ہین، اُنھون نے بھی ابن منصور کو اولیاء مین شمار کیا، اور اپنی کتاب جامع کرامات الاولیا
مین اُن کی کرامات کو جمع کیا ہے۔ جیسا اوپر گذر چکا۔

یہ وہ حضرات ہین جنکے اسمائے گرامی اسوقت سرسری طور پر ذہن مین آگئے ہین، تحقیق
اور بھی بہت سے علماء اور اولیاء ملین گے جنھون نے ابن منصور کو تسلیم کیا اور طبقۂ صوفیہ و جماعت
اولیاء مین شمار کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ زمانہ مابعد مین اُن مطاعن کا کوئی اثر باقی نہین رہا جو
مخالفین نے ذکر کئے ہین اور حقیقت تو یہ کہ مثنوی مولانا روم کے ظہور کے بعد سے عام طور
سب لوگ ابن منصور کو بڑے درجہ کے لوگون مین شمار کرنے لگے ہین۔

ابن منصور کی ولایت و سعادت اور علو منزلت کیلئے ان حضرات اولیائے کرام کا اپنی
جماعت مین اُن کو شمار کرنا، مغلوب الحال و معذور کہنا اور اُنکے تبریہ و تزکیہ کا اہتمام فرما
اتنی بڑی دلیل ہے کہ اولیاء و صوفیہ مین سے ہر ایک کو یہ دولت نصیب نہین ہوتی ہے

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پس مبارکباد ہے ابن منصور کو اور مرحبا ہے اُنکے عشق و محبت کو کہ ایک ہزار سال سے زیادہ مدت گذر جانے پر بھی اولیار مین اُن کا نام زندہ اور اُن کے عشق و فنا کا آفتاب درخشندہ ہے ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

؎ اگر گیتی سراسر باد گیرد چراغ مقبلان ہرگز نہ میرد

اسباب تکفیر کی تحقیق

اسکے بعد مناسب ہے کہ اُن اسباب و وجوہ کی بھی تحقیق کی جائے جنکی بنار پر بعض لوگون نے ابن منصور کو اہل باطل مین شمار کیا ہے۔

منجملہ اُن اسباب کے ایک وہ ہی جسکو خطیب نے ابن باکویہ صوفی شیرازی کے واسطہ سے ابو زرعۃ طبری سے روایت کیا ہی کہ لوگ حسین بن منصور کے متعلق اختلاف رکھتے ہین۔ کوئی انکو قبول کرتا (اور مانتا) ہے اور کوئی رد کرتا ہے لیکن مین نے محمد بن یحیےٰ رازی سے سنا کہ مین نے عمرو بن عثمان کو ابن منصور پر لعنت کرتے اور یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اگر مین اُسپر قابو پاؤن تو اپنے ہاتھ سے قتل کر دون۔ مین نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کو اُن کی کس بات پر غصہ آیا۔ کہا، مین نے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی، تو کہنے لگا کہ مین بھی اسکی مثل تالیف کر سکتا ہون ام اسکی سند مین ابن باکویہ شیرازی اگرچہ صوفی ہین مگر محدثین کے نزدیک ثقہ نہین۔ محض صاحب حکایات ہین۔ جیسا لسان المیزان مین ہے صفحہ ۲۳ ج ۵ اور محمد بن یحییٰ رازی اگر محمد بن یحییٰ بن نصر رازی ہین تو وہ بھی حجت نہین، ثقات سے منکر احادیث روایت کرتے ہین۔ (لسان صفحہ ۴۲۴ ج ۵) ابو زرعہ طبری کا حال معلوم نہین ہوا۔ اور ابتدائے کتاب مین گذر چکا ہے کہ امام قشیری نے رسالۂ قشیریہ مین اس واقعہ کو دوسرے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ان الفاظ مین اور انکین بہت فرق ہی جسکو تصرف رواۃ پر محمول کرنا لازم ہی۔ جیسا تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے۔ پس ایسی ضعیف روایات کی بنار پر ایسے شخص کو متہم نہین کیا جا سکتا جسکو ائمۂ طریق اور اجلۂ علماء نے اولیاء مین شمار کیا ہے۔

دوسرا سبب وہ ہی ایک خط کا عنوان ہے جو ابن منصور نے اپنے کسی مرید کو اسطرح لکھا تھا۔

من الرحمٰن الرحیم الی فلان بن فلان اسکا جواب بھی تفصیل سے گذر چکا ہے۔

تیسرا سبب خطیب نے ابن باکویہ شیرازی مذکور کے واسطہ سے ابوالحسن بن ابو توبہ سے روایت کیا ہے کہ اُس نے علی بن احمد حاسب سے سُنا وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے معتضد نے ہندوستان کچھ باتین معلوم کرنے کیلئے بھیجا، جن پر وہ مطلع ہونا چاہتا تھا، میرے ساتھ کشتی مین ایک شخص تھا، جس کا نام حسین بن منصور تھا، اُسکی معاشرت بہت اچھی، اور صحبت بہت پاکیزہ تھی جب ہم کشتی سے کنارہ پر اُترے، اور مزدورون نے سامان اُتارنا شروع کیا، تو مین نے اُس (حسین بن منصور) سے پوچھا، تم یہان کس لیے آئے ہو؟ کہا، جادو سیکھنے آیا ہون تاکہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کیطرف دعوت دون۔ اسی کنارہ پر ایک جھوپڑی تھی جسمین ایک بہت بوڑھا آدمی رہتا تھا، حسین بن منصور نے اُس سے کہا، تمھارے یہان کوئی شخص جادو کا جاننے والا ہی؟ (اسکے جواب مین) بڈھے نے سُوت کی انٹی نکالی اور اُسکا ایک کنارہ حسین بن منصور کے ہاتھ مین دیکر انٹی کو ہوا مین پھینکدیا، تو اُسکا ایک لمبا تار بنگیا، اسکے بعد بڈھا اس تار پر چڑھ گیا، پھر اُتر آیا، اور ابن منصور سے کہا، تم اسی کو چاہتے ہو؟ پھر مجھ مین اور اُن مین جدائی ہوگئی، اسکے بعد مین نے بغداد ہی مین اُنکو دیکھا۔ اھ۔ اسکی سند مین اول تو وہی ابن باکویہ صوفی شیرازی ہین، جن پر کلام گذر چکا۔ دوسرا علی بن احمد ہے۔ اگر (یہ علی بن احمد) وہ علی بن احمد شیروانی ہے جس نے حلاج کی حکایتون کو جمع کیا تھا تو لسان مین اُسکے متعلق کہا گیا ہی کذاب اثیم کہ بہت جھوٹا، شیخی باز ہے۔ ص ۲۰۵ ج ۴۔ اور اُسکے باپ احمد کا حال کچھ معلوم نہین ہوا۔ مگر اتنی بات تو اسی قصہ مین موجود ہی کہ دونون اعوان سلطان مین تھے اور اعوان سلطان جیسے ثقہ ہوتے ہین ظاہر ہے۔ پس یہ روایت بھی کسی درجہ مین حجت نہین، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وزیر حامد بن العباس نے جب ابن منصور کو ناحق قتل کیا، تو اُسکے ہوا خواہون نے ابن منصور کے متعلق اسی قسم کے قصے بیان کرنا شروع کردیے، تاکہ عوام وزیر سے باغی نہو جائین۔ پھر عریب بن سعد قرطبی نے صلۃ الطبری مین اس واقعہ کو حسین بن منصور کے بعض اصحاب سے اسطرح نقل کیا ہے کہ مین ابن منصور کے ساتھ ایک سال تک مکہ مین

کیونکہ وہ حجاج عراق کی واپسی پر مکہ ہی مین مقیم ہوگئے تھے۔ تو مجھ سے فرمایا، اگر تم اپنے وطن کو واپس جانا چاہو تو لوٹ جاؤ کیونکہ مین تو یہان سے ہندوستان کا قصد کر رہا ہون۔ راوی کہتا ہی کہ حلاج کو سیاحت اور سفر کا بہت شوق تھا، چنانچہ وہ ہندوستان کے ارادہ سے سمندر مین سفر کرنے لگے۔ مین بھی ہندوستان تک اُن کے ساتھ رہا، جب وہ ہندوستان پہونچے تو اُنکو ایک عورت کا پتہ دیا گیا، وہ اُسکے پاس گئے، اُس سے باتین کین، اُس نے دوسرے دن آنے کو کہا، چنانچہ اگلے دن مین اور ابن منصور دونون ساحل سمندر پر پہونچے (وہ عورت بھی آئی) اور اُس عورت کے ہاتھ مین لپٹا ہوا سوت تھا، جسمین کمند کی طرح گرہین لگی ہوئی تھین۔ تو اُس نے کچھ پڑھ کر دم کیا اور تاگے کے اوپر چڑھنے لگی، وہ تاگے پر پاؤن رکھکر چڑھتی جاتی تھی، یہان تک کہ ہماری نگاہون سے غائب ہوگئی، یہ دیکھکر حلاج واپس ہوئے، اور کہا، مین اسی عورت کی وجہ سے ہندوستان آیا تھا۔

اختلاف روایت ملاحظہ ہو، پہلی روایت مین بڈھے مرد کا ذکر تھا، اسمین عورت کا ذکر ہے۔ پہلی روایت مین سحر اور جادو کا لفظ ہے یہان اسکا کوئی ذکر نہین، ممکن ہی وہ عورت ساحرہ نہ ہو، بلکہ ولیہ صاحب تصرف وکرامات ہو۔ پہلی روایت مین یہ ہے کہ بڈھے نے پہلی ہی ملاقات مین تاگے کے اوپر چڑھکر اپنا کمال دکھلادیا۔ یہان یہ ہی کہ عورت نے اگلے دن کا وعدہ کیا، پس یہ اختلاف روایت مذکورہ کو اور بھی زیادہ ضعیف کر دیتا ہے کیونکہ ابن منصور کا دومرتبہ ہندوستان آنا ثابت نہین۔ پھر علی بن احمد کی روایت مین تصریح ہی کہ ابن منصور حسن المعاشرۃ طیب الصحبۃ تھے اور یہ وہ وصف ہے جو ساحرون مین نہین پایا جاتا، ساحرون کو جس نے دیکھا ہے، خوب جانتا ہے کہ وہ نہایت ناپاک غلیظ اور گندے ہوتے ہین، انکو حسن معاشرت اور پاکیزگی صحبت سے کیا واسطہ؟ پس اسکے بعد ابن منصور کے اس قول کو کہ مین سحر اور جادو سیکھنے آیا ہون، سحر حرام پر محمول کرنا درست نہین، بلکہ سحر حلال پر محمول کرنا لازم ہے۔ جسکا قرینہ اسی روایت مین اُنکا یہ قول ہے ادعوا الی اللہ تعالیٰ۔ تاکہ اللہ کی طرف لوگون کو دعوت دون، اور ظاہر ہے کہ دعوت الی اللہ سحر حرام سے نہین ہوسکتی۔ اور نہ ساحرون کو دعوت الی اللہ سے کچھ تعلق۔

اُن کا کام تو دعوت الی الشیطان ہی۔ اسلئے یا تو اُنکا مطلب یہ تھا کہ مین ہندوستان کے اصحاب تصرف سے ملنے آیا ہون، تاکہ خود بھی قوت تصرف حاصل کرون، اور لوگون کو اُسکے ذریعہ اللہ کی طرف دعوت دون، اور تیسری صدی مین ہندوستان کے اندر اولیار اصحاب تصرف کا موجود ہونا مستبعد نہین کیونکہ اُسوقت اطراف سندھ مین حکومت اسلام قائم ہو چکی تھی، علمار اور اولیار بکثرت وہان موجود تھے، اور قوت تصرف کو سحر کہدینا بعید نہین۔ لغۃً ہر موثر عجیب کو سحر کہدیا جاتا ہے چنانچہ حدیث مین ہی ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ بطور ظرافت اخفاے حال کیلئے یہ بات کہدی ہو کہ مین جادو سیکھنے آیا ہون، یا یہ مطلب تھا کہ ہندوستان کے سحر کی حقیقت معلوم کر کے اُسکا ابطال کرونگا، ساحرون کے سحر کو باطل کر کے لوگون کو اُنکے پنجے سے نکالون گا، اور اللہ کی طرف بلاؤن گا۔ چنانچہ ہندوستان کے بڑے بڑے اولیاء نے اپنے تصرف اور کرامات سے ساحران ہند کے سحر کو باطل کیا اور اُنکے معتقدون کو اسلام مین داخل کیا ہے، پس اول تو یہ روایت سند کے لحاظ سے قابل اعتبار نہین، پھر اسمین ایسی کوئی بات صریح نہین جس سے ابن منصور کا ساحر ہونا واضح ہو، بلکہ خود اُس کے الفاظ مین ایسا قرینہ موجود ہے جو لفظ سحر کو سحر حلال پر محمول کرنے کا مقتضی ہے۔

خطیب نے اس مضمون کو دوسری سند سے بھی ابوعبدالرحمٰن سلمی کے واسطہ سے مزین سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہین، مین نے حسین بن منصور کو ایک سفر مین دیکھا، پوچھا کہان جاتے ہو، کہا ہندوستان، (وہان) سحر سیکھون گا، اور اُسکے ذریعہ مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دونگا۔ اس سند مین مزین سے مراد اگر علی بن محمد بن مزین صوفی ہین، تو سند مین بجز اسمٰعیل بن احمد حیری شیخ الخطیب کے اور کوئی محل نظر نہین۔ انساب سمعانی مین اُن کا مختصر تذکرہ ہے۔ جرح و تعدیل کچھ مذکور نہین۔ اگر یہ سند بھی جرح سے سالم مان لی جائے، تو جواب بعینہٖ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

خطیب نے اسکے بعد ابوعبدالرحمٰن سلمی کے حوالہ سے ابوعلی ہمدانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مین نے ابراہیم بن شیبان سے حلاج کے متعلق دریافت کیا، تو فرمایا، جو شخص

بیہودہ دعووں کا ثمرہ دیکھنا چاہے وہ حلاج اور اُسکے انجام کو دیکھ لے، اسکے بعد ابراہیم نے فرمایا کہ دعاوی اور معارضات ہمیشہ اپنے اصحاب کے حق مین منحوس ثابت ہوئے ہین جب کہ ابلیس نے انا خیر منہ کہا تھا۔

یہ روایت بھی اسمٰعیل بن احمد حیری کے واسطہ سے ہی جو محل نظر ہے۔ پھر ابو علی ہمدانی کا حال بھی معلوم نہین ہوا۔ اور اگر سند جرح سے سالم بھی ہو تو ابراہیم بن شیبان کا یہ قول مجمل و مبہم ہے جسمین ابن منصور کے کسی دعوے کا اصلاً ذکر نہین۔ جس سے اندازہ کیا جائے کہ وہ دعوے بیہودہ تھا یا نہین، ممکن ہے دعوئے انا الحق کی طرف اشارہ ہو جو انکے متعلق عوام مین مشہور ہے، اگرچہ تاریخ مین ثبوت نہین ملا۔ تو اس دعوے کا صرف عنوان ہی موحش و موہم ہے، ورنہ در اصل یہ کلمہ ایسا ہی ہے جیسا قرآن مین والوزن یومئذ الحق اور حدیث مین الجنۃ حق والنار حق وارد ہے اور اگر وہی معنے مراد ہون جو عوام نے سمجھے، تو ابن منصور نے یہ کلمہ اپنے ہوش و حواس مین نہ کہا ہوگا بلکہ حالت غیبت مین کہا ہوگا، غالباً ابراہیم بن شیبان نے اُن کی حالت غیبت کا مشاہدہ نہین کیا۔ صرف حکایت سُنکر اُسکو بیہودہ دعوے کہدیا، اسپر بھی وہ ابن منصور کو ساحر یا زندیق نہین کہتے صرف دعوے کو بیہودہ کہتے ہین اور یہ معمولی جرح ہے جس سے ابن منصور کا جماعت اولیاء سے خارج ہونا لازم نہین آتا۔ کیونکہ شطحیات کا صدور بہت اولیاء سے ہوا ہے، جن مین بعض نے اُن کو معذور سمجھا، اور بعض نے اُنپر انکار کیا۔ یہی معاملہ ابن منصور کے ساتھ ہوا۔

خطیب نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے ابو زرعہ طبری سے روایت کیا ہے کہ مین نے ابو یعقوب اقطع سے سُنا وہ کہتے تھے کہ مین نے اپنی بیٹی کو حسین بن منصور کے نکاح مین اُسکا عمدہ طریقہ اور اچھا مجاہدہ دیکھکر دیدیا تھا، پھر تھوڑی مدت کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو حیلہ باز ساحر اور خبیث کافر ہے۔

ابن باکویہ شیرازی کے متعلق جرح اوپر گذر چکی۔ ابو زرعہ طبری کا حال کتب رجال مین مجھے نہین ملا، نہ ابو یعقوب اقطع کا حال کچھ معلوم ہوا۔ ابو الخیر اقطع تو صوفیہ مین مشہور ہین

مگر ابو یعقوب اقطع کا تذکرہ نہین ملا۔ دوسرے ابن منصور کے ابتدائی حالات مین گذر چکا ہی کہ اس نکاح کی وجہ سے عمرو بن عثمان مکی اور ابو یعقوب مین چل گئی تھی۔ جس شخص نے عمرو بن عثمان جیسے مسلّم شیخ طریقت کی رعایت نہین کی، اُن سے بھی بگاڑ لی، وہ ابن منصور کو بُرا بھلا کہے تو کچھ تعجب نہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابو یعقوب کی لڑکی ابن منصور سے خوش نہ تھی، اور نوجوان لڑکیان تارک الدنیا زاہد شوہرون سے شاذ و نادر ہی راضی ہوتی ہین۔ اور جب بیوی شوہر سے راضی نہ ہو تو گو وہ کیسا ہی ولی صاحب کرامات ہو، عورت اُس کی کرامات کو شعبدہ اور فریب، اور ولایت کو مکر و حیلہ ہی قرار دیتی ہی۔ اسی قسم کی باتین اُس نے اپنے باپ سے کی ہونگی۔ وہ بھی بیٹی کے ساتھ ملکر ابن منصور کو ساحر و کافر کہنے لگے ہونگے۔ حضرات اولیاء مین ایسی بہت مثالین موجود ہین کہ بعض کی بیویان اُن کی معتقد نہ تھین۔ مریدون کے منھ پر اُنکو بُرا بھلا کہتی تھین، مگر اُنکی باتون کا کسی نے اعتبار نہین کیا۔ بلکہ یہی سمجھا گیا، کہ بزرگون کے مجاہدات و ریاضات و زہد و اتباع شریعت و ترک دنیا کے سبب بیویون کی دنیوی خواہشین پوری نہ ہوتی تھین۔ اُس سے تنگ ہو کر وہ اپنے شوہرون کو بدنام کرتی تھین۔ پھر ابو یعقوب اقطع نے ابن منصور کا کوئی قول و فعل بھی تو ایسا بیان نہین کیا جس سے اُن کا خبث و کفر ظاہر ہوتا۔ اور جرح مبہم سے کسی ایسے شخص کو جسے بڑے بڑے اولیاء اور علماء نے قبول کیا ہو مجروح نہین کیا جا سکتا، محدثین مین عکرمہ مولی ابن عباس و نافع مولی ابن عمر اور محمد بن اسحٰق صاحب المغازی پر بعض علماء نے سخت جرح اور تنقید کی ہے، بعض کو دجال تک کہا گیا ہے مگر دوسرے علماء کی توثیق و تعدیل کیوجہ سے اُن کو مقبول قرار دیا گیا اور جرح مبہم پر التفات نہین کیا گیا۔ یہی معاملہ ابن منصور کے ساتھ کرنا چاہیئے۔

چوتھا سبب۔ خطیب و ابن عریب بن سعد قرطبی نے یہ بیان کیا ہے کہ وزیر حامد بن العباس کے پاس روزانہ دفتر کے دفتر حلاج کے اصحاب (اور مریدون) کے گھر سے لائے جاتے تھے (جنمین حلاج کے خطوط اور کتابین ہوتی تھین) ایک دن اُسکے سامنے حلاج کی ایک کتاب پڑھی جارہی تھی، جسمین یہ مضمون تھا کہ اگر کوئی شخص حج کا

ارادہ رکھتا ہو، اور قدرت نہ رکھتا ہو، وہ اپنے گھر میں سے ایک کمرہ مربع (عبادت کے لئے) مخصوص کرے اور اسکو پاک صاف رکھے، کسی قسم کی نجاست وہاں نہ پہونچ سکے، نہ اُسکے سوا کوئی دوسرا وہاں جائے۔ سب کو اُس کمرے سے روکدے، پھر ایام حج مین اُس گھر کا طواف کرے جیسا خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہین اور جو مناسک مکہ مین ادا کئے جاتے ہین سب بجالائے، جب یہ کر چکے تیس یتیمون کو جمع کرکے اس گھر کے سامنے اپنی ہمت و قدرت کے موافق کھانا کھلائے اور بذات خود اُن کی خدمت کرے جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولین، تو ہر ایک کو ایک ایک کرتہ پہنائے۔ پھر ہر ایک کو سات درہم یا تین درہم دے (ابو القاسم بن زنجی کو شک ہے) یہ عمل اُسکے لئے حج کا قائم مقام ہوگا۔ جس وقت یہ کتاب پڑھی جارہی تھی۔ وزیر حامد کی مجلس مین قاضی ابو عمر و قاضی ابو الحسین ابن الاشنانی اور ابو جعفر بن بہلول قاضی اور علماء و شہود کی ایک جماعت موجود تھی قاضی ابو عمر نے حلاج کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ مضمون تجھے کہان سے پہونچا؟ کہا، حسن بصری کی کتاب الاخلاص سے۔ قاضی ابو عمر نے کہا، اے حلال الدم! تو جھوٹ کہتا ہے، ہم نے مکہ مین حسن بصری کی کتاب الاخلاص سنی ہے اُسمین تو یہ مضمون نہین تھا۔ پس قاضی ابو عمر کی زبان سے یا حلال الدم نکلنا تھا کہ وزیر حامد نے اس لفظ کو پکڑ لیا اور کہا اس لفظ کو لکھ دیجیے۔ قاضی ابو عمر حلاج سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھکر اس بات کو ٹالنے لگے مگر حامد نے اُن کو نہ چھوڑا۔ وہ تو برابر ٹالنے اور دوسری باتون مین لگنے کی کوشش کرتے رہے اور حامد اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کرتا رہا۔ یہان تک کہ حامد نے دوات اپنے آگے سے بڑھا کر قاضی کے سامنے رکھدی، اور کاغذ منگا کر اُنکے حوالہ کیا۔ اور بہت سختی کے ساتھ اس بات کے لکھنے کا مطالبہ کیا۔ جسکے بعد قاضی مخالفت نہ کرسکا اور ابن منصور کے جواز قتل کا فتوے لکھدیا۔ اُنکے بعد دوسرے حاضرین مجلس نے بھی دستخط کرنا شروع کئے۔ جب حلاج نے یہ صورت دیکھی تو کہا، میری پشت (شرعاً) ممنوع و محفوظ ہے (یعنے مجھے سزا لے تازیانہ بھی نہین دیجا سکتی) اور میرا خون (بہانا) حرام ہے تم کو ہرگز یہ جائز نہین کہ گڑھ گڑھا کر میرے جواز قتل کا فتوے دو،

حالانکہ میرا اعتقاد اسلام (کے موافق) ہے، میرا مذہب سنت (کے مطابق) ہے، اور مین حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و طلحہ و زبیر و سعد و سعید اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم (یعنے جملہ عشرہ مبشرہ) کی تفضیل کا قائل ہون اور سنت (کے بیان) مین میری کتابین کتب فروشون کے پاس موجود ہین۔ پس میرے خون کے معاملہ مین اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ وہ بار بار اسی بات کو دہراتے تھے اور لوگ برابر دستخط کر رہے تھے۔ یہان تک کہ حسب منشا فتوے کی تکمیل کر لی گئی تو یہ لوگ مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حلاج کو اُسی جگہ بھیجدیا گیا جہان وہ پہلے سے قید تھے۔

ف۔ دیکھا آپنے کہ فتوے کس دھینگا دھینگی اور زبردستی سے جبراً مرتب کرایا گیا قاضی ابو عمر کی زبان سے ایک لفظ کیا نکلا تھا کہ وزیر کے نزدیک آیت و حدیث ہو گیا قاضی اپنی بات کو ٹالنا چاہتا تھا مگر وزیر اُسی پر اَڑ گیا، قاضی لکھنا نہین چاہتا مگر وزیر خود دوات و قلم و کاغذ آگے کرتا اور فتوے لکھنے پر اصرار کرتا اور مجبور کرکے قاضی سے جواز قتل کا فتوے لکھواتا ہی۔ حالانکہ شریعت مقدسہ نے ادنیٰ سی ادنیٰ حدود مین بھی مجرم کو شبہہ سے نفع حاصل کرنے کا موقع دیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صیغۂ امر کے ساتھ وجوبی حکم دیا ہے اور أدوا الحدود بالشبهات کہ شبہات سے حدود کو دفع کرو۔ مگر یہان سب سے بڑی حد یعنے قتل مین بھی مجرم کو شبہہ سے نفع نہین پہونچایا جاتا۔ یقیناً وزیر حامد کا قاضی کے ایک جملہ کو پکڑ لینا اور اُس کو آیت و حدیث سمجھ لینا ہرگز جائز نہ تھا۔ یہ احتمال ہونا ضروری تھا کہ شاید ویسے ہی غصہ مین زبان سے نکل گیا ہو، اور اگر بالفرض قاضی نے عمداً یہ بات کہی تھی جب بھی وزیر کو خود اُسپر اصرار کرنے کا کوئی حق نہ تھا، بلکہ ٹالنا واجب تھا، جبتک خود قاضی اپنی بات پر اصرار نہ کرتا۔ مگر یہان معاملہ برعکس ہے کہ قاضی اپنی بات سے ہٹنا اور اُسکو ٹالنا چاہتا ہی مگر وزیر بضد ہو کر اُسکو اپنی بات سے ہٹنے نہین دیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ پس بعض مورخین کا یہ لکھنا بالکل غلط ہی کہ علماء و فقہاء نے ابن منصور کے قتل کا فتوے دیا تھا بلکہ یہ لکھنا چاہیئے تھا کہ وزیر نے

بضد ہو کر علماء پر زور ڈالا اور مجبور کر کے اُن سے فتوے حاصل کیا، پس قتل ابن منصور کا اصل مفتی وزیر حامد بن عباس تھا، نہ علماء و فقہاء و قضاۃ الاسلام۔ کیونکہ جس صورت سے یہ فتوے حاصل کیا گیا ہے، وہ ہرگز فتوے شرعی کہلانے کا مستحق نہین۔ اسی لئے حضرت مولانا رومی نے فرمایا ہے سے

چون قلم در دست غدارے فتاد — لاجرم منصور بردارے فتاد

رہا یہ سوال کہ پھر قاضی نے وزیر کی زبردستی کیون مانی، صاف کیون نہ کہدیا، کہ میری زبان سے حلال الدم ویسے ہی غصے مین نکل گیا۔ فتوے کے طور پر مین نے یہ بات نہین کہی۔ اور اُسکے ہمراہی علماء و فقہا نے ایسے زبردستی کے فتوے پر کیون دستخط کئے تو اسکا جواب تو خود وہ علماء ہی دے سکتے ہین، مگر جو صورت واقعہ خطیب وغیرہ کے بیان سے ہمارے سامنے آئی ہے اُسکو دیکھ کر ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ یہ فتوے شریعت کا فتوے نہ تھا۔ بلکہ وزارت اور حکومت کا فتوے تھا، جو وزیر کے اصرار اور جبر سے لکھا گیا تھا، اسکے بعد اس مضمون مین بھی غور کرنا چاہیے جسکی بناء پر قاضی کی زبان سے ابن منصور کیلئے لفظ حلال الدم نکل گیا تھا۔

قال ابن خلکان واما سبب قتله فلم یکن عن امر موجب للقتل نما عمل علیه الوزیر حسین احضره الی مجلس الحکم مرات ولم یظهر منه ما یخالف الشریعة فقال لجماعة هل له مصنفات فقالوا نعم فذکروا انهم وجدوا له کتابا فیه ان الانسان اذا عجز عن الحج فلیعمد الی غرفة من بیته فیطهرها ویطیبها ویطوف بها ویکون کمن حج البیت والله اعلم ان کان هذا القول عنه صحیحا فطلب القاضی فقال هذا الکتاب تصنیفك؟ فقال نعم، فقال له اخذته عمن؟ فقال عن الحسن البصری ولا یعلم الحلاج مادسوه علیه فقال له القاضی کذبت یا مراق الدم لیس فی کتب الحسن البصری شیء من ذلك فلما قال القاضی یا مراق الدم مسك الوزیر هذه الکلمة علی القاضی فقال هذا فرع عن حکمك بکفره وقال للقاضی اکتب خطك بالتکفیر فامتنع

القاضی فالزمہ الوزیر بذلک فکتب فقامت العامۃ علی الوزیر فخاف الوزیر علی نفسہ فکلم الخلیفۃ بذلک فامر بالحلاج وضرب الف سوط فلم یتأوہ وقطعت یداہ ورجلاہ وصلب ثم احرق بالنار۔ کذا فی الطبقات الکبریٰ للشعرانی ص ۱۴۲ و ۱۵۱ ج ۱

قاضی ابن خلکان نے (اپنی تاریخ مین) لکھا ہے کہ ابن منصور کے قتل کا سبب کوئی ایسی بات نہ تھی جو (شرعًا) موجب قتل ہو۔ صرف وزیر نے اُنکے خلاف مقدمہ بنا لیا تھا۔ جب اُنکو مجلس قضا مین بار بار طلب کیا گیا۔ تو اُنپر کوئی ایسی بات ثابت نہین ہوئی جو خلاف شریعت ہو۔ اُسوقت وزیر نے اپنی جماعت سے کہا کہ ابن منصور کی لکھی ہوئی کچھ کتابین بھی ہین؟ لوگون نے کہا، ہان، موجود ہین۔ پھر اُنھون نے بتلایا کہ اسکی ایک کتاب مین یہ مضمون ملا ہے کہ جب انسان حج سے عاجز ہو جائے تو اپنے گھر کے کمرہ کو پاک صاف کرکے خوشبو مین بسائے، اُسکا طواف کرے، تو یہ عمل حج بیت اللہ کے مثل ہوگا۔ واللہ اعلم۔ یہ قول اُنکی طرف منسوب کرنا صحیح تھا، یا نہین؟ اسپر قاضی نے انکو طلب کیا، اور کہا کہ یہ کتاب تمھاری تصنیف کردہ ہے؟ کہا، ہان۔ پھر پوچھا، تم نے اُسکے مضامین کو کہان سے لیا؟ کہا حسن بصری سے۔ اور حلاج کو یہ معلوم نہ تھا کہ لوگون نے اسمین کچھ اپنی طرف سے بھی ملا دیا ہے۔ تو قاضی نے کہا، اے حلال الدم! تو جھوٹا ہے۔ حسن بصری کی کتابون مین اس قسم کی کوئی بات نہین۔ جیسے ہی قاضی کے مُنھ سے حلال الدم کا لفظ نکلا۔ وزیر نے فورًا اُسکو پکڑ لیا، اور کہا، یہ اسکی فرع ہے کہ تم نے اُسکے کفر کا حکم دیدیا ہے (کیونکہ مسلمان یا کفر سے حلال الدم ہوتا ہے یا زنا بعد الاحصان سے، یا قتل ناحق سے اور یہان زنا اور قتل کا کوئی قصہ نہین، تو بجز کفر وارتداد کے اور کوئی سبب حلال الدم ہونے کا نہین ہو سکتا) اور قاضی سے کہا، کہ تکفیر کا فتوے اپنے دستخط سے لکھدو۔ قاضی نے اس سے بچنے کی کوشش کی مگر وزیر نے اُسکو مجبور کیا، چنانچہ قاضی نے (مجبور ہوکر) لکھدیا، اسپر عام لوگ وزیر سے بگڑ گئے اور اُسے اپنی جان کا خطرہ ہوگیا، تو خلیفہ سے گفتگو کی، اور بارگاہ خلافت سے ابن منصور کو ایک ہزار کوڑے لگائے جانے اور ہاتھ پیر کاٹے جانے اور سُولی دیے جانیکا حکم حاصل کرلیا۔

ابن خلکان کا طرز بیان بتلاتا ہے کہ جسوقت حج کا مضمون پڑھا جارہا تھا، اُسوقت ابن منصور مجلس قضا مین موجود نہ تھے بعد کو بُلائے گئے۔ اور اُن کو صرف کتاب دکھلا کر سوال کیا گیا کہ یہ کتاب تمھاری تصنیف کردہ ہے؟ ابن منصور نے اُسکی صورت دیکھکر اقرار کرلیا۔ اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ لوگون نے اسمین کچھ الحاق بھی کر دیا ہے اور چونکہ پہلے زمانہ مین پریس کا وجود نہ تھا۔ کتابین عموماً قلمی ہوتی تھین اسلیئے دشمنانِ اسلام کو علمار کی کتابون مین الحاق کا بڑا موقع ملجاتا تھا کیونکہ قلم سے قلم اور خط سے خط ملا دینا کچھ مشکل کام نہین علامہ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتابون مین جابجا لکھتے ہین کہ لوگون نے میری زندگی مین میری کتابون کے اندر الحاق اور خلط کر دیا تھا جسکی مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ جب علمار نے میرے خلاف فتوے لکھے اُسوقت مجھے خبر ہوئی۔ پھر اپنا اصلی نسخہ اُنکے پاس بھیجا، تو فتنہ فرد ہوا۔ اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ ابن منصور کی کتاب مین الحاق نہوا تھا تو ممکن ہے حسن بصری کی کتاب الاخلاص مین کسی نے الحاق کر دیا ہو اور ابن منصور نے سادگی سے اس مضمون کو بھی حسن بصری کا قول سمجھ لیا ہو، رہا یہ سوال کہ اپنے گھر کے کمرہ کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا کب جائز ہے؟ اس بات کو حسن بصری کا قول کیونکر سمجھ لیا گیا؟ جواب یہ ہے کہ بیت اللہ کے سوا کسی گھر کو بیت اللہ کے برابر سمجھنا تو حرام ہے، مگر تشبہ بالبیت حرام نہین۔ چنانچہ ابن عباس سے بصرہ مین تعریف منقول ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اسکے جواز کے قائل ہین۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ عرفہ کے دن تمام بلاد کے مسلمان اپنے اپنے شہر سے باہر جاکر میدان مین وقوف کرین اور دن بھر دعا اور مناجات مین مشغول ہین گویا اہل عرفات کے ساتھ تشبہ کرین۔ سو ممکن ہے کہ ابن منصور نے بھی اسی تشبہ پر محمول کرکے حسن بصری کی طرف اس قول کو منسوب سمجھ لیا ہو، جسکا قرینہ یہ ہے کہ یہ صورت اُس شخص کیلیئے بیان کیگئی ہے جو حج سے عاجز ہو۔ اگر ابن منصور کا یہ عقیدہ ہوتا کہ کوئی جگہ طواف وغیرہ کیلیئے مطلقاً بیت اللہ کے برابر ہوسکتی ہے تو اس قید کی کیا حاجت تھی۔ غایت مافی الباب۔ یہ ابن منصور کی ایک علمی غلطی ہوگی۔ کفر اور تکفیر سے اُسکو کیا واسطہ؟ کیونکہ کسی مکان سے صورۃً بیت اللہ جیسا معاملہ کرنا کفر نہین۔ بہت سے بہت بدعت اور

گناہ ہے، جبکہ نیت طواف شرعی کی ہو اور اگر طواف شرعی کی نیت نہو، محض صورت طواف کی ہو تو بدعت اور گناہ بھی نہین۔ حدیث جابر مین ہے فطاف حول اعظمہ ثلثا رواہ البخاری وغیرہ۔ طواف کا لفظ یہان بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت طواف کا صدور بھی ہوا مگر وہ طواف لغوی تھا۔ طواف شرعی نہ تھا۔ اسی طرح یہان بھی احتمال ہے کہ طواف سے طواف عبادت مراد نہ ہو بلکہ طواف لغوی مراد ہو جسکو تشبیہا بالطائفین تجویز کیا گیا ہو۔ اور کسی عمل کو ثواب یا حصول برکات مین حج کا قائم مقام سمجھنا بھی کفر نہین۔ بعض احادیث مین صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس تک اُسی جگہ بیٹھکر مشغول ذکر رہنے اور اُسکے بعد دو رکعت بوقت اشراق پڑھنے کا ثواب حج وعمرہ کے برابر وارد ہے۔ اگر ابن منصور نے کسی سے اُس عمل کا ثواب بھی حج کے برابر سنا ہو جو اُنھون نے حسن بصری کی کتاب مین غلط طور پر دیکھا تھا۔ تو اس سے کفر لازم نہین آسکتا۔ غایت مافی الباب۔ روایت اور سماع کی غلطی پر اسکو محمول کیا جائیگا اگر اس بات سے بالیقین کفر لازم آتا تو قاضی ابو عمر فتوے کفر سے اسقدر پہلوتہی نہ کرتے کہ وزیر کو الحاح و اصرار و اجبار کی نوبت آتی۔ مناسبت مقام کی وجہ سے حضرت بایزید بسطامی کی حکایت مثنوی سے نقل کی جاتی ہے۔ کہ ایک شیخ نے اُنکا ارادۂ حج معلوم کرکے فرمایا تھا کہ تم سات دفعہ میرا طواف کرلو یہ طواف کعبہ سے بہتر ہوگا۔ اشعار مثنوی ملاحظہ ہون :۔ ؎

سوے کعبہ شیخ امت بایزید — از برائے حج و عمرہ می دوید
او بہر شہرے کہ رفتے از نخست — مر عزیزان را بکردے باز جست
بایزید اندر سفر جستے بسے — تا بیابد خضر وقت خود کسے
دید پیرے با قدے ہمچون ہلال — بود در وے فر و گفتار رجال
دیدہ نابینا و دل چون آفتاب — ہمچو پیلے دیدہ ہندستان بخواب
بایزیدا ورا چو از اقطاب یافت — مسکنت بنمود در خدمت شتافت
پیش او بنشست و می پرسید حال — یافتش درویش و ہم صاحب عیال

گفت عزم تو کجا اے بایزید — رخت غربت را کجا خواہی کشید
گفت قصد کعبہ دارم از پگہ — گفت ہین باخود چہ داری زادرہ
گفت دارم از درم نقرہ دویست — نک ببستہ سخت بر گوشہ ردیست
گفت طوفے کن بگردم ہفت بار — وین نکوتر از طواف حج شمار
وان درمہا پیش من نہ اے جواد — دان کہ حج کردی و شد حاصل مراد
عمرہ کردی عمر باقی یافتی — صاف گشتی بر صفا بشتافتی
حق آن حقے کہ جانت دیدہ است — کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کعبہ را یکبار بیتی گفت یار — گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار
بایزید اکعبہ را دریافتی — صد بہا و عز و صد فر یافتی
بایزید آن نکتہا را ہوش داشت — ہمچو زرین حلقہ اش در گوش داشت
آمد از وے بایزید اندر مزید — منتہی در منتہی آخر رسید اھ

ملخصاً صفحہ ۱۴۹ و صفحہ ۱۵۰ دفتر دوم مطبوعہ مطبع نولکشور۔

اس کی توجیہ حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے الطرائف و الظرائف میں حسب ذیل تحریر فرمائی ہے۔
"شیخ بایزید کا مقصود اس سفر سے اُن برکات و انوار کی تحصیل نہ تھی جو بیت اللہ کیلئے مخصوص ہین۔ خواہ اُنھون نے فرض ادا کرلیا ہو، یا اُنکے ذمہ حج فرض ہی نہ ہوا ہو۔ کیونکہ وہ انوار و برکات خاصہ دوسرے محل مین مفقود ہین۔ اگرچہ بالفرض، کلی یا جزئی طور پر وہ کعبہ سے افضل ہی ہو۔ ورنہ خاصہ خاصہ نہ رہے گا۔ بلکہ اُنکا مقصود بطریق منع خلو تین امور مین سے ایک بات تھی۔ یا مطلق ثواب عظیم مقصود تھا، جیسا اہل شریعت قصد کرتے ہین۔ چونکہ وہ بزرگ کامل، صاحب عیال حاجتمند تھے۔ اُنپر مال کو صدقہ کرنا زیادہ موجب اجر و ثواب تھا۔ یا مجاہدۂ سفر سے اصلاح نفس مقصود تھی، جیسا اہل طریقت کا قصد ہوتا ہے، اور بعض دفعہ سالک کیلئے صحبت شیخ کامل زیادہ موجب اصلاح ہوتی ہے۔ یا مطلق تجلیات حق کا مشاہدہ مقصود تھا، جیسا اہل حقیقت قصد کرتے ہین۔ تو ان بزرگ نے اپنے تصرف قوی سے اُن تجلیات کو اُنکے قلب پر وارد کردیا ورنہ اہل ظاہر و باطن

سب کا اسپر اتفاق ہے کہ بالیقین انسان کامل اگرچہ تجلیات کعبہ کا جامع ہو اُسکے گرد طواف کرنا طواف کعبہ سے مغنی نہین ہو سکتا کیونکہ کعبہ مین تجلی تفصیلی ہے اور انسان کامل مین اجمالی اور اجمال تفصیل کے برابر نہین ہو سکتا۔ اور طواف کعبہ کی توجیہ یہ ہے کہ وہ غلبۂ حال پر محمول ہے ۱۲ منہ یا یہ کہا جائے کہ شیخ نے اپنی صحبت مین رہنے کو مشاکلۃً طواف کہدیا، کہ تم خانۂ کعبہ کا طواف کیا کروگے، پہلے میرا طواف کرو، یعنی میری صحبت مین رہکر دل کو طواف کعبہ کے قابل بناؤ۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

نیز بعض لوگون نے جواز طواف قبور کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ایک قول سے استدلال کیا تھا جو کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صفا سطر ۱۲ مین کشف قبور کے باب مین مذکور ہے:۔ "وبعدہ ہفت کرہ طواف کند و دران تکبیر نہ خواند و آغاز از راست کند بعدہ طرف پایان رخسارہ نہد"

حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے رسالۂ حفظ الایمان مین اسکا حسب ذیل جواب دیا ہے۔ حدیث مین ہے الطواف حول البیت مثل الصلاۃ رواہ الترمذی والنسائی والدارمی یعنی طواف خانۂ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اور ظاہر ہے کہ تشبیہ مین مشبہ بہ کا اشہر وصف (زیادہ مشہور وصف) ملحوظ ہوتا ہے اور اسی کے اعتبار سے تشبیہ ہوا کرتی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے۔ اور نماز کا اشہر وصف اُسکا عبادت ہونا ہے۔ پس تشبیہ اسی اعتبار سے ہوگی پس مدلول حدیث کا یہ ہے کہ جسطرح نماز عبادت ہے اسیطرح طواف بھی عبادت ہے۔ اور عبادت کا غیر اللہ کیلئے حرام بلکہ کفر ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے۔ پس واضح ہوا کہ طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام اور طواف قبور زیادہ حرام۔ اب فتوے علماء کا دیکھئے۔ فی اللطائف الرشیدیہ۔ عن شرح المناسک لعلی القاری ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء۔ یعنی طواف نہ کرے روضۂ منورہ کے گرد کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے پس حرام ہے گرد قبور انبیاء و اولیاء کے۔ پس طواف غیر بیت اللہ مطلقاً حرام اور

قبور انبیاء کا زیادہ حرام اور قبور اولیاء کا زیادہ سے زیادہ حرام۔ رہگیا مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا ارشاد، سو اسمین کچھ حجت نہین۔ کیونکہ یہ طواف اصطلاحی نہین جو تعظیم و تقرب کیلیئے کیا جاتا ہے جسکی ممانعت نصوص شرعیہ سے ثابت ہے، بلکہ یہ طواف لغوی ہے، یعنی محض اُسکے گرد پھرنا واسطے پیدا کرنے مناسبت روحی کے صاحب قبر کے ساتھ۔ اور لینے فیوض کے بلا قصد تعظیم و تقرب کے۔ اور وہ بھی عوام کیلیئے نہین جنکو فرق مراتب کی تمیز نہین۔ بلکہ اہل نسبت کیلئے جو جامع ہون درمیان شریعت و طریقت کے، اس کی نظیر حضرت جابرؓ کے قصہ مین وارد ہوئی ہے۔ جب انکے والد مقروض ہو کر وفات پا گئے اور قرض خواہون نے حضرت جابرؓ کو تنگ کیا اور انھون نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ باغ مین تشریف لاکر رعایت کرا دیجیے۔ حضور باغ مین رونق افروز ہوئے اور چھوارون کے انبار لگوا کر بڑے انبار کے گرد تین بار پھرے۔ حدیث کے یہ الفاظ ہین طاف حول اعظمها ثلثا ثم جلس علیه۔ رواہ البخاری۔ آپنے بڑے ڈھیر کے گرد چکر لگایا۔ پھر آپ اس ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اسمین ایسی برکت ہوئی کہ سب کا قرض ادا ہو گیا۔ پھر بھی بہت کچھ بچ گیا۔ غرض اس قصہ مین ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضور کا اسکے گرد پھرنا طواف اصطلاحی (یعنے طواف عبادت) نہ تھا، اس ڈھیر کی تعظیم آپ کو مقصود نہ تھی بلکہ اسمین اثر (برکت) پہونچانے کیلیئے اُسکے چارون طرف پھر گئے۔ حاصل یہ کہ محض اشتراک لفظی سے بلا دلیل کسی معنی کا مراد لے لینا اور اسپر بناء کار کرنا محض مغالطہ ہے انتہیٰ ملخصاً صہ٥ پس اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابن منصور کے کلام مین جو مضمون طواف غیر بیت اللہ کے متعلق مذکور تھا وہ کسی کا الحاق نہ تھا تو یہ مسلّم نہین کہ اس طواف سے طواف اصطلاحی مراد تھا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ طواف لغوی مراد ہو، تاکہ اس حالت مین بیت اللہ اور رب البیت کی طرف توجہ کامل پیدا ہو۔ اور تجلیات کعبہ سے کچھ حصہ حاصل ہو۔ اسکو علماے شریعت کفر ہرگز نہین کہہ سکتے غایت ما فی الباب بدعت کہہ سکتے ہین۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالحق والصواب۔

پانچوان سبب وہ ہے جسکو خطیب نے محمد بن حسین نیشاپوری کے واسطہ سے

ابوبکر بن غالب نے روایت کیا ہے کہ اُنھون نے اپنے بعض دوستون سے سُنا کہ جب حسین بن منصور کے قتل کا ارادہ کیا گیا، تو علمار و فقہار کو جمع کر کے ابن منصور کو بادشاہ (وقت خلیفہ مقتدر باللہ) کے سامنے حاضر کیا گیا، علمار نے اُن سے کہا کہ آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے، ابن منصور نے کہا، پوچھو، علمار نے کہا، برہان کسے کہتے ہین؟ فقال البرهان شواهد یلبسها الحق اهل الاخلاص یجذب النفوس الیها جاذب القبول۔ کہا، برہان ان شواہد (دلائل) کو کہتے ہین جو اہل اخلاص کی صورتون مین اللہ تعالے پیدا کر دیتے ہین جنکی طرف لوگون کے قلوب کو جاذب قبول کشش کرتا ہے (یعنے اُنکی صورت دیکھکر قلوب کو اُن کی طرف جاذب باطنی کی وجہ سے کشش ہوتی ہے۔ جیسا حدیث مین انھین حضرات کے متعلق وارد ہے اذا رأوا ذکر اللہ کہ اُنکی صورت کو دیکھکر خدا یاد آتا ہے) سب لوگون نے بالاتفاق کہا، کہ یہ تو زندیقون جیسا کلام ہے۔ پھر بادشاہ کو اُنکے قتل کا مشورہ دیا، یہ واقعہ بیان کر کے خود خطیب کو تنبہ ہوا ہے۔ کہ اس جواب مین تو کفر و زندقہ کی کوئی بات نہ تھی۔ فرماتے ہین کہ اس قصہ کے راوی نے جو فقہا کے فتوے کا حوالہ اس بات پر کیا ہے، یہ راوی مجہول ہے، اسکی بات قابل قبول نہین۔ بلکہ فقہار نے دوسری وجہ سے اسکا قتل ضروری قرار دیا تھا، اھ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خطیب نے جتنے بھی اسباب کفر بیان کیے ہین سب مین کوئی نہ کوئی راوی ضعیف یا مجہول یا مجروح ضرور موجود ہے۔ پھر ہر سبب کو الگ الگ دیکھا جائے تو ایک سبب بھی ایسا نہین ملتا جسکو موجب قتل قرار دیا جا سکے، اسلئے بظاہر ابن خلکان ہی کا قول صحیح ہے اما قتلہ فلم یکن عن امر موجب للقتل کہ ابن منصور کا قتل کسی ایسے سبب سے نہین ہوا جو (فی الواقع) موجب قتل ہو۔ بلکہ جیسا اوپر معلوم ہو چکا وزیر کی زبردستی اور ضد سے یہ واقعہ رونما ہوا۔

چھٹے سبب کا جواب

چھٹا سبب۔ خطیب نے ابن باکویہ شیرازی کے واسطہ سے بیان کیا ہے کہ اُنھون نے عیسے بن بزول قزوینی سے سُنا (یہ راوی مجہول ہے مجھے اسکا حال نہین ملا) کہ اُنھون نے ابو عبداللہ بن خفیف سے ان اشعار کے معنی دریافت کیے ہ

سبحان من اظهر ناسوته سرّ سنالاهوته الثاقب
ثم بدا فی خلقه ظاهرا فی صورة الاٰکل والشارب
حتےٰ لقد عاینه خلقه کلحظة الحاجب بالحاجب

(ترجمہ اشعار الغیور مین ملاحظہ ہو) شیخ نے فرمایا اسکے کہنے والے پر خدا کی لعنت، عیسےٰ بن بزدل نے کہا، یہ اشعار حسین بن منصور کے ہین، فرمایا، اگر اُسکا اعتقاد یہی ہے (جو بظاہر ان اشعار سے مفہوم ہوتا ہے) تو وہ کافر ہے، مگر ان اشعار کا اُن کی زبان سے نکلنا پایۂ صحت کو نہین پہونچا، ممکن ہے کسی نے غلط طور پر اُن کی طرف منسوب کر دیے ہون اھ اس جواب سے صاف معلوم ہوگیا کہ عیسےٰ بن بزدل نے حسین بن منصور سے خود یہ اشعار نہین سُنے، بلکہ کسی سے سُنکر نقل کیے تھے، پس ایسی روایت سے کوئی حجت قائم نہین ہوسکتی اور اگر بالفرض یہ اشعار حسین بن منصور کے ہون بھی، تو انکا مطلب وہ نہین جو بظاہر مفہوم ہوتا ہے بلکہ مطلب وہ ہے جو اشعار الغیور مین بیان کیا گیا ہے۔ اور یہان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن منصور کی طرف جو اشعار منسوب کیے گئے ہین سب کی نسبت اُن کی طرف پایۂ ثبوت کو نہین پہونچی۔ پس اگر کسی کو اُنکے بعض اشعار مین خلجان پیدا ہو تو اُسکو شیخ ابن خفیف کی طرح یہی سمجھنا چاہیے کہ شاید کسی نے غلط طور پر ابن منصور کی طرف منسوب کر دیے ہین۔

ہم نے ابن منصور کے ماننے والون مین شیخ ابن خفیف کا ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ سے اُسکی مزید تائید ہوتی ہے کہ جو اقوال کفریہ لوگون نے ابن منصور کی طرف منسوب کر رکھے تھے وہ اُن کی صحت مین کلام کرتے تھے۔

ساتوان سبب۔ خطیب نے یہ بیان کیا ہے کہ مقتدر باللہ کے زمانہ مین حسین بن منصور بغداد مین مقیم ہوکر صوفیہ کی صحبت مین رہے۔ اُنھین کی طرف اپنے کو منسوب کرتے تھے اُسوقت حامد بن العباس وزیر تھا، اُسکو خبر پہونچی، کہ ابن منصور نے محل شاہی کے حشم و خدم، دربانون اور نصر قشوری حاجب کے غلامون کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ وہ مُردون کو زندہ کرتا ہے، جنات اُس کی خدمت کرتے اور جو چاہتا ہے حاضر کرتے ہین۔ اور یہ بھی

ساتوان سبب مع جواب

دعوے کیا ہے کہ اُسنے بہت سے پرندے زندہ کیٔے ہین نیز ابو علی اوراجی سنے علی بن عیسی
(وزیر) کو مطلع کیا کہ محمد بن علی قنائی جو دربار کے منشیون مین سے ہے حلاج کی پرستش
کرتا اور لوگون کو اُسکی طاعت کی دعوت دیتا ہے، علی بن عیسےٰ نے محمد بن علی قنائی کا
گھر ضبط کرنے اور اُسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ پھر اُس سے اقرار کرایا تو اُس سنے اقرار کیا
کہ مین حلاج کے اصحاب مین سے ہون، چنانچہ اُسکے گھر سے بہت سی کتابین اور رقعے
ضبط کئے گئے جو حلاج کے لکھے ہوئے تھے۔ اُسوقت حامد بن عباس نے (ابو اسطم)
مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ حلاج اور اُسکے منادیون کو اُسکے سپرد کیا جائے
نصر حاجب نے اس بات کو ٹالا اور حلاج کی طرف سے جوابدہی کی۔ لوگون مین یہ بات
پھیلی ہوئی تھی کہ نصر حاجب حلاج کی طرف مائل ہی، تو اب حامد نے بلا واسطہ خلیفہ
سے درخواست کی، چنانچہ حلاج اُسکے حوالہ کیا گیا اور اُس نے سختی کے ساتھ اُسکی
نگہداشت کی۔ ہر روز اُسکو اپنی مجلس مین بلاتا اور بیہودہ گفتگو کرتا، تاکہ ابن منصور کی
زبان سے (غصہ مین) کوئی ایسی بات نکل جائے جسپر گرفت کرکے اُسکے قتل کا راستہ
ہموار کرے۔ مگر حلاج مجلس مین آکر بجز اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد
رسول اللہ کہنے اور توحید و شرائع اسلام کو ظاہر کرنے کے کچھ نہ کہتا۔ اسی اثنا مین
حامد سے کسی مخبر نے کہا کہ بعض لوگ حلاج کی خدائی کا اعتقاد رکھتے ہین۔ حامد نے اُن کو
گرفتار کیا اُن سے گفتگو کی، اُنھون سنے اقرار کیا کہ ہم حلاج کے اصحاب اور اُس کے
منادی ہین، اور یہ بھی کہا کہ ہمارے نزدیک سچ مچ حلاج خدا ہے، وہ مُردون کو زندہ کرتا
ہے۔ حلاج سے اس معاملہ کی تحقیق کی گئی تو اُس سنے صاف انکار کیا، اُن لوگون کو
جھوٹا بتلایا، اور کہا، خدا کی پناہ، مین خدائی یا نبوت کا دعوے کیون کرتا، مین
تو اللہ کا ایک بندہ ہون، اُسکی عبادت کرتا اور نماز و روزہ اور نیک کام کی کثرت
کرتا ہون۔ اسکے سوا کچھ نہین جانتا۔ حامد کو حلاج کے ایک مرید کی خبر پہونچی کہ وہ اُس جگہ
پہونچا، جہان حلاج نظر بند تھا اور اُس سے بات چیت کرکے واپس چلا گیا۔ حامد پر یہ
واقعہ سخت گران ہوا، اُس سنے دربانون اور چوکیدارون سے دریافت کیا، کیونکہ وہ

حکم دے چکا تھا کہ اُسکے پاس کوئی نہ جانے پائے۔ چنانچہ بعض دربانون کو مارا پیٹا بھی گیا تو اُنھون نے سخت سخت قسمین کھا کر بیان کیا کہ اُنھون نے حلاج کے پاس اُسکے کسی آدمی کو جانے نہین دیا۔ نہ اُنکے سامنے کوئی گیا۔ اسکے بعد حامد نے چھتون اور دیوارون کے گوشون کا خود معاینہ کیا۔ تو کسی جگہ کوئی نشان یا نقب نہ ملا۔ حلاج سے اس معاملہ کی تحقیق کی، تو جواب دیا کہ قدرت (الٰہی) سے وہ یہان اُترا اور جسطرح میرے پاس آیا تھا اسیطرح چلا گیا۔

نیز عریب بن سعد قرطبی نے لکھا ہے کہ بعض لوگون نے سمری اور بعض نشیان دربار کے متعلق مخبری کی کہ یہ لوگ حلاج کو خدا کہتے ہین، اور ایک ہاشمی کی نسبت بھی مخبری کی کہ وہ اپنے کو حلاج کا نبی کہتا ہے۔ حامد نے اُن لوگون سے گفتگو کی تو اُنھون نے حلاج کی خدائی کا اقرار کیا۔ جب خود حلاج سے اسکی تحقیق کیگئی تو اُس نے دعوے خدائی سے انکار کیا اور ان لوگون کی تکذیب کی، اور کہا خدا کی پناہ، حاشا وکلا، مین دعوے خدائی یا نبوت کا دعوے کرون، مین تو ایک (معمولی) آدمی ہون، اللہ کی عبادت کرتا ہون نماز و روزہ اور اعمال خیر کی کثرت کرتا ہون۔ اسکے سوا (میرا) کچھ کام نہین۔ اسکے بعد حامد نے ابو عمر قاضی اور ابو جعفر ابن بہلول قاضی اور فقہاے عظام کی ایک جماعت کو بلاکر اُن سے ابن منصور کی بابت استفتا کیا۔ ان حضرات نے فرمایا کہ وہ اُسکے قتل کا فتوے اسوقت تک نہین دیسکتے جبتک اُنکے سامنے کوئی ایسی بات ثابت نہو جو اُسپر قتل کو واجب کردے اور دوسرون نے اُسکے متعلق جو کچھ دعوے کیا ہے وہ اسپر حجت نہین۔ جبتک دلیل سے اُسکے منھ پر ثابت نہ کیا جائے، یا وہ خود اقرار کرے۔ پس سب سے پہلے جس شخص نے حلاج کی حالت کو ظاہر کیا، بصرہ کا ایک شخص تھا (مگر اُسکا نام و نشان کچھ نہین مجہول محض ہے) اُسنے اپنے کو حلاج کا خیر خواہ ظاہر کیا (گویا سرکاری گواہ بن گیا) اور کہا مین اُسکے اصحاب کو پہچانتا ہون، جو مختلف شہرون مین پھیلے ہوئے اور اُسکی طرف لوگون کو دعوت دیتے ہین۔ مین نے بھی اُسکی بات کو مان لیا تھا، پھر مجھے اُسکی فریب کاری معلوم ہوگئی تو اُس جماعت سے

علیحدہ ہوگیا اور اُسکی حقیقت منکشف ہوجانے پر اللہ کا شکرادا کیا (نفلین پڑھین) ابوعلی ہارون بن عبدالعزیز اوراجی دربار کا منشی اُسکو مانتا ہے اُس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے، جسمین حلاج کے خوارق اور حیلون کو جمع کیا ہے اور وہ اُسکی جماعت کے پاس موجود ہے، حلاج اُسوقت بادشاہی محل مین نظربند تھا، ہر شخص کو اُس سے ملنے کی اجازت تھی، نصر حاجب اُسکا نگہبان تھا۔ اور وہ بھی اُسکے پھندے مین پھنس گیا تھا، خدام شاہی مین اُسکا ذکر عظمت کے ساتھ ہوتا تھا۔ مقتدر نے اُسکو علی بن عیسےٰ کے حوالہ کیا، کہ اُس سے گفتگو کرکے معاملہ کی تحقیق کرے، چنانچہ علی بن عیسےٰ نے اپنی مجلس مین اُسے طلب کیا اور سختی کے ساتھ گفتگو کی۔ کہا جاتا ہے کہ اُسوقت ابن منصور نے علی بن عیسےٰ سے آہستہ کہا کہ بس جس حد تک تم پہونچ چکے اُس سے آگے نہ بڑھو، ورنہ مین تیرے اوپر زمین (کا تختہ) اُلٹ دونگا۔ نیز اسی قسم کی اور کچھ بات کہی تو علی بن عیسےٰ اُسکے ساتھ گفتگو کرنے سے ڈر گیا اور اس معاملہ سے الگ ہوگیا، تو اُسکو حامد بن العباس کے سپرد کیا گیا، اُس نے سمری کی بیٹی کو حلاج کے پاس بھیجا وہ محل شاہی مین مدت تک اُسکے پاس رہی پھر اس لڑکی کو حامد کے پاس بھیجا گیا تاکہ اُسکے سامنے جو حالات و واقعات پیش آئے ہون اُنکو معلوم کیا جائے۔ ابوالقاسم بن زنجی کا بیان ہے کہ جسوقت بنت سمری حامد کے پاس آئی ہے مین بھی مجلس مین حاضر تھا اور ابوعلی احمد بن نصر بھی موجود تھا، یہ لڑکی فصیح گفتار، شیرین بیان اور مقبول صورت تھی (سبحان اللہ کیسے کیسے گواہ منتخب کیے گئے اور کس طرح خلاف شریعت نامحرم کو ابن منصور کے پاس تنہائی مین رکھا گیا، وہ غریب تو مجبور تھا، کیونکہ محل شاہی سے کسی کو نکالنے کی اُسے قدرت نہ تھی، مگر دوسرے تو مجبور نہ تھے، پھر باوجود اسقدر کوشش کے ابن منصور کی عفت و پاکدامنی پر حرف لگانے کی کسی کو جراُت نہ ہوئی، جس سے اُنکا بدرجہ غایت متقی ہونا واضح ہے) اس لڑکی نے بیان کیا کہ حلاج نے مجھ سے کہا کہ مین نے تیرا نکاح اپنے بیٹے سلیمان سے جو تمام اولاد مین مجھے زیادہ عزیز ہے اور نیشاپور مین مقیم ہے کردیا ہے (غالباً سمری نے بھی

ع ۵ سمری حلاج کے اصحاب مین سے ہے ۱۲

اسکو منظور کر لیا ہوگا یا اُسکی منظوری کا ظن غالب یقین ہوگا) اور یہ بھی کہا کہ میان بیوی مین کبھی نہ کبھی کوئی بات ہو جاتی ہو، یا کوئی ناگوار واقعہ پیش آجاتا ہے۔ تو عنقریب اُسکے پاس پہونچے گی اور مین نے تیرے متعلق اُسکو وصیت کر دی ہی، اگر تجھے اُسکے ساتھ کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اُس دن روزہ رکھنا اور دن کے آخری حصہ مین چھت پر جا کر راکھ پر کھڑی ہونا اور خالص نمک سے روزہ افطار کر کے میری طرف متوجہ ہونا اور جو ناگواری پیش آئی ہو اُسکا ذکر کرنا مین اُسکو سنونگا اور تجھے دیکھونگا (اہل اشراق واہل تصرف سے ایسا کچھ بعید نہین۔ کرامات اولیاء مین ایسے واقعات بہ کثرت موجود ہین کہ مُریدنے دُور سے شیخ کو پکارا اور شیخ نے اُسکی امداد کی) بنت سمری نے کہا کہ ایک دن صبح کے وقت مین چھت سے اُتر رہی تھی، حلاج کی لڑکی میرے ساتھ تھی اور وہ مکان کے صحن مین تھے۔ جب ہم زینے مین اُس جگہ پہونچے جہان سے وہ ہم کو دیکھتے اور ہم اُن کو دیکھتے تھے، تو اُن کی لڑکی نے مجھ سے کہا۔ ان کے آگے سجدہ کرو۔ مین نے کہا، کیا اللہ کے سوا بھی کسی کو سجدہ کیا جا سکتا ہے؟ میرا یہ جواب حلاج نے سُن لیا، تو کہا۔ نعم الٰہ فی السماء والٰہ فی الارض لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ (ہان آسمان مین بھی معبود ہے، زمین مین بھی معبود ہے اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی معبود نہین۔ اس جواب مین اگر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ نہوتا تو واقعی یہ کلمہ کفر تھا۔ مگر آخری جملہ نے مجبور کر دیا ہی کہ پہلے جملہ کو بھی توحید پر محمول کیا جائے، پس تقدیر کلام یہ ہے نعم یجوز السجود لغیر اللہ علےٰ وجہ التحیۃ لا علےٰ وجہ العبادۃ فان اللہ الٰہ فی الارض والٰہ فی السماء وھو نظیر۔ قولہ تعالیٰ وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ۔ یعنے سجدہ غیر اللہ کو بھی جائز ہے۔ تحیت و تعظیم کے طریقہ پر، نہ عبادت کی نیت سے کیونکہ معبود تو آسمان و زمین مین اللہ ہی ہے، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی معبود نہین اور سجدۂ تحیت کا جواز علماء مین مختلف فیہ ہے۔ گو صحیح عدم جواز ہے، تو غایت ما فی الباب یہ ابن منصور کی ایک علمی اور فقہی غلطی ہوگی جسمین وہ متفرد نہین۔ مگر اس سے کفر تو لازم نہین آسکتا اور اس تاویل کی حاجت بھی بر تقدیر صحت روایت ہے

ورنہ بنت سمری کی روایت پر نہ اعتماد کیا جا سکتا ہے، نہ اُس کی روایت سے ابن منصور پر کوئی الزام قائم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ عورت مجہول ہے۔ جسکے ثقہ، غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہین۔ پھر وہ اس روایت مین تنہا ہے اور ایک عورت کے بیان سے کوئی حجت قائم نہین ہو سکتی) بنت سمری نے یہ بھی کہا کہ ابن منصور نے ایک دن مجھے بُلایا اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر ڈالکر نکالا تو وہ مشک سے بھرا ہوا تھا، وہ مشک مجھے دی، دوبارہ پھر آستین مین ہاتھ ڈالا اور مشک سے بھرا ہوا نکالا، وہ بھی مجھے دی، اسیطرح چند بار کیا اور کہا اسکو اپنی خوشبو مین ڈال لے، کیونکہ عورت جب مرد کے پاس پہونچتی ہے اُسے خوشبو کی حاجت ہوتی ہے، پھر ایک دن وہ اپنے کمرہ مین بوریون پر بیٹھے ہوئے تھے، مجھے بُلایا اور کہا، فلان جگہ سے بوریہ اُٹھاؤ اور اُسکے نیچے سے جتنا چاہو لے لو، مین نے اُس جگہ سے بوریہ اُٹھایا تو اُسکے نیچے تمام گھر مین دینار بچھے ہوئے دیکھے جس سے میری آنکھون مین چکا چوند ہونے لگی۔

ابو القاسم[۵] بن زنجی کا بیان ہے کہ جو خطوط اصحاب حلاج کے پاس سے ضبط کیے گئے تھے اُن مین حلاج کے آدمیون کی طرف سے جو اطراف بلاد مین کام کرنیوالے تھے، عجیب مکاتبات تھین جنمین حلاج کی وصیت بھی تھی کہ لوگون کو کس بات کی دعوت دیجائے اور کیا کیا احکام دئے جائین اور یہ کہ لوگون کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف منتقل کیا جائے۔ حتے کہ انتہائی درجہ پر پہونچ جائین۔ نیز یہ کہ ہر جماعت سے اُن کی عقل و فہم کے موافق گفتگو اور ایسے انداز سے بات چیت کی جائے کہ وہ مان لین اور اطاعت کر لین جو لوگ ان سے خط و کتابت کرتے تھے اُن کو خاص رموز مین جواب دیا جاتا تھا، جنکو بجز کاتب اور مکتوب الیہ کے کوئی نہین سمجھ سکتا تھا۔ ابو القاسم بن زنجی کہتا ہے کہ ایک دن مین اور میرا باپ حامد کے پاس تھے کہ دفعتًا وہ اپنی مجلس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم دار العلوم کے

---

[۵] یہ بھی مجہول ہے جسکے ثقہ غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہین اور یہ شخص اور اُسکا باپ دونون حامد کے درباریون مین سے ہین اور اہل دربار عمومًا جیسے ثقہ ہوتے ہین ظاہر ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ

برآمدے مین چلے گئے۔ وہان جاکر بیٹھے ہی تھے کہ ہارون ابوعمران، عالم۔ میرے باپ کے پاس تشریف للائے۔ اُن سے باتین کرنے لگے۔ ناگاہ حامد کا غلام جو حلاج کی نگرانی پر مقرر تھا۔ گھبرایا ہوا آیا اور ہارون کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے اُسکے پاس گئے۔ ہمین کچھ پتہ نہ تھا کہ بات کیا تھی، کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو اُنکے چہرے کا رنگ بہت بدلا ہوا تھا، میرے باپنے اُن کی حالت بدلی ہوئی دیکھی تو سبب دریافت کیا، کہا، مجھے اس غلام نے جو حلاج کا نگران ہے بُلایا تھا۔ مین اُسکے پاس گیا۔ تو بتلایا کہ وہ حلاج کے پاس آج بھی طباق لیکر گیا تھا جو ہر دن اسکے واسطے لے جانے کا حکم ہی وہان جاکر دیکھا کہ چھت سے زمین تک تمام کمرہ کو حلاج نے اپنے بدن سے بھر لیا ہے کہ کوئی جگہ بھی اُس سے خالی نہین۔ یہ حالت دیکھکر اُسپر ہیبت طاری ہوگئی اور طباق کو ہاتھ سے پھینک کر جلدی سے بھاگا اور ہارون نے بیان کیا کہ غلام اسوقت کانپ رہا اور پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اسکو بخار بھی ہوگیا ہے ہم اس بات پر تعجب کر رہے تھے کہ حامد کا قاصد پہونچا اور مجلس مین آنے کی ہمین اجازت دی۔ ہم اُسکے پاس پہونچے اور غلام کی بات کا تذکرہ چھیڑا گیا۔ حامد نے غلام کو بُلایا۔ اور قصہ دریافت کیا۔ وہ بخار ہی کی حالت مین آیا۔ اور تمام واقعہ سُنا دیا۔ حامد نے اُسکو جھُٹلایا اور گالی دیکر کہا کہ تو بھی حلاج کی نیرنگیون سے ڈر گیا ہے۔ تجھ پر خدا کی لعنت۔ جا، میرے پاس سے دُور ہو۔ غلام چلا گیا اور مدت دراز تک اُسی حالت مین مبتلاے بخار رہا۔ (اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اسمین بھی حلاج کی کوئی خطا نہ تھی۔ کرامات اولیاء مین ایسے واقعات بکثرت منقول ہین کہ اُن کا جسم کبھی بڑھ جاتا، کبھی ہر ہر عضو الگ ہو جاتا تھا) بیان کیا جاتا ہے کہ مقتدر (باللہ خلیفہ وقت) نے حلاج کے پاس اپنے خادم کو ایک مردہ پرندہ دیکر بھیجا کہ یہ طوطا میرے لڑکے ابو العباس کا تھا جس سے اُسکو بہت محبت تھی۔ اب یہ مر گیا ہے۔ اگر تیرا دعوے صحیح ہے تو اسکو زندہ کر دے، یہ سُنکر حلاج گھر کے ایک گوشہ مین گیا اور پیشاب کرنے لگا، اور کہا جس شخص کی یہ حالت ہو (کہ کھتا موتتا ہو) وہ مُردہ کو زندہ نہین کر سکتا، تو خلیفہ کے پاس واپس جا اور جو کچھ دیکھا سُنا ہے اُس سے بیان

کر دے۔ پھر کہا، ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے لیے ایک ایسا بھی ہے جسکو مین ادنیٰ اشارہ کر دون تو وہ پرندہ کو اصلی حالت مین لوٹا دیگا۔ (مراد حقتعالے شانہ ہین جو اپنے خاص بندون کی دعا قبول فرماتے ہین۔ ابن منصور کو حقتعالے کا معاملہ اپنے ساتھ معلوم تھا۔ اسلیئے وثوق تھا کہ میری دعا قبول ہوگی۔ واللہ اعلم۔ غرض اس واقعہ مین ابن منصور نے اپنی عبدیت اور عجز کا صاف اقرار کیا ہے کہ بندہ عاجز جو گھنے موتنے مین ملوث ہے کچھ نہین کر سکتا اُسکے ہاتھ سے جو کچھ خوارق ظاہر ہوتے ہین حکم الٰہی سے ظاہر ہوتے ہین) خادم مقتدر کے پاس واپس گیا، اور جو کچھ دیکھا سُنا تھا بیان کر دیا۔ اُس نے کہا تو پھر حلاج کے پاس جا اور اُس سے کہہ کہ مقصود تو اس پرندے کا زندہ ہو جانا ہے تو جسکو چاہے اشارہ کر دے۔ اسپر حلاج نے کہا کہ پرندہ کو میرے حوالہ کر۔ خادم نے مردہ پرندہ اُسکے ہاتھ مین دیا حلاج نے اُسے اپنے گھٹنے پر رکھکر آستین سے چھپا لیا پھر کچھ پڑھا اور آستین اُٹھائی تو پرندہ زندہ ہو چکا تھا خادم اُسکو زندہ حالت مین مقتدر کے پاس لایا اور جو کچھ دیکھا تھا کہہ سُنایا۔ مقتدر نے حامد بن عباس کے پاس آدمی بھیجا کہ حلاج نے آج ایسا ایسا کیا ہے حامد نے کہا امیر المؤمنین اُسکو قتل ہی کر دینا ٹھیک ہے ورنہ لوگ اسکی وجہ سے فتنہ مین پڑ جاوینگے۔ مگر مقتدر نے اُسکے قتل مین توقف کیا۔ **ف** یہ تمام واقعات اس حقیقت کو واضح کر رہے ہین کہ ابن منصور کے قصہ مین مریدان می پرانند کا معاملہ ہوا ہے بعض نادان کرامات دیکھکر اُنکو خدا کہنے لگے اور پرستش کرنے لگے تھے مگر خود ابن منصور اُنکو جھوٹا بتلاتے اور اُنکی باتون سے بیزاری ظاہر کرتے تھے وہ بار بار شہادتین کا اقرار کرتے اور شرائع اسلام کا اظہار اور صاف صاف کہتے تھے کہ مین نہ خدائی کا مدعی ہون نہ نبوت کا مین تو معمولی آدمی ہون روزہ نماز اور اعمال خیر بکثرت کرتا ہون اسکے سوا کچھ نہین جانتا۔ مگر معتقدون نے اُنکو خدا بنا کر لوگون کو دعوت دینی شروع کی تمام اطراف مین یہ دعوت پھیلنے لگی اور کرامات دیکھکر عوام اُنکے مریدون کے جال مین پھنسنے لگے تو وزیر حامد بن العباس کو اسلام مین فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہوا اور شاید یہ بھی اندیشہ ہوا ہوگا کہ یہ جماعت

ترقی پاگئی تو خلافت کو بھی خطرہ کا سامنا ہوگا اسلئے اُس نے عوام کے دین کی حفاظت اور خلافت کی سلامتی اسی مین دیکھی کہ ابن منصور کو قتل کر دیا جائے مگر وہ اس کوشش مین تھا کہ اُسکی زبان سے کوئی ایسی بات صادر ہو جسپر گرفت کر کے علماء سے فتوے قتل حاصل کیا جائے چنانچہ وہ مضمون حج کا اُسکی کتاب مین نکل آیا جس پر قاضی کی زبان سے ابن منصور کے حق مین یا حلال الدم نکل گیا اور وزیر نے قاضی کے اس جملہ کو پکڑ لیا پھر فتوے قتل پر مجبور کیا جسکے بعد خلیفہ نے بھی علماء کے فتوے پر قتل کی اجازت دیدی۔

ابو بکر صولی کہتا ہے کہ مین نے حلاج کو دیکھا ہے اُسکی مجلس مین بیٹھا ہون میری رائے مین وہ جاہل تھا مگر عاقل بنتا تھا گفتگو سے عاجز تھا مگر بہ تکلف فصیح بنتا تھا، فاسق تھا زاہد بنتا تھا ظاہر مین عابد صوفی تھا مگر جب کسی شہر کے آدمیون کو اعتزال کی طرف مائل دیکھتا معتزلی بن جاتا۔ یا امامیہ کے مذہب پر پاتا تو امامیہ بنجاتا اور اُن سے کہتا کہ مجھے تمھارے امام کی خبر ہے۔ اور جس بستی کو اہلسنت کے طریقہ پر دیکھتا وہان سنّی بنجاتا اُسکی حرکتین خفیف تھین فتنہ پرداز تھا، علم طب بھی کچھ جانتا اور کیمیا کا بھی تجربہ رکھتا تھا اور باوجود جہل کے خبیث تھا شہر در شہر گھومتا تھا۔ (ابو بکر صولی کا نام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن عباس ابن محمد بن صول ہے، مشہور ادیب ہے سمعانی نے نسبت صولی کے تحت مین، اسکا تذکرہ کیا ہے، ورق ۳۵۷ لسان المیزان ص ۴۲۷ ج ۵ مین بھی اسکا ذکر ہے، خلفاء کا ندیم و ہمنشین۔ سلاطین و خلفاء و شعراء کے اخبار کا عالم، اور خود بھی بڑا شاعر تھا، خلفاء کی مدح اور تغزل مین بہت اشعار کہے، کتابین بھی بہت تصنیف کین، ابوداؤد سجستانی صاحب السنن سے حدیث روایت کی اور معاذ بن مثنی عنبری وغیرہ سے بھی، اُس سے دارقطنی اور ابو بکر بن شاذان وغیرہ نے روایت کی ہے ابن سمعانی نے ابن مندہ کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ اُس نے ابوالقاسم سے سُنا، اُس نے ابوالحسین بن فارس سے سُنا، اُس نے ابواحمد بن ابی العشار سے سُنا کہ ابواحمد عسکری صولی پر جھوٹ بولتا ہے جیسا صولی غلابی پر جھوٹ بولتا تھا، جیسا غلابی سب لوگون پر

جھوٹ بولتا تھا (لسان ج ۵ ص ۲۲۴) حافظ نے ابو احمد بن ابی العشار کی یہ جرح نقل کر کے فرمایا ہے کہ خطیب نے اسکو قبول سے موصوف کیا ہے، احقر عرض کرتا ہے کہ خطیب کی عبارت سے اُسکا مقبول الروایت ہونا مفہوم نہیں ہوتا، بلکہ خلفاء کے نزدیک مقبول القول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ انساب سمعانی کے الفاظ ملاحظہ ہوں :- نادم عدة من الخلفاء وکان حسن الاعتقاد جمیل الطریقة مقبول القول وله اثرة حسنة علی ما ذکرنا وله شعر کثیر فی الملح والغزل الخ یعنی "وہ کئی خلفاء کا ندیم رہا ہے، خوش اعتقاد اچھے چال چلن کا اور مقبول القول تھا، اُسکی (بات مانی جاتی تھی اور) بڑی عزت تھی اُس نے مدح اور غزل میں بہت اشعار کہے ہیں" اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقبول القول کا یہ مطلب نہیں کہ محدثین کے نزدیک اُسکی روایت مقبول تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن خلفاء کا وہ ندیم رہا ہے اُنکے یہاں اُسکی بات مانی جاتی تھی اس سے اُسکا محدثین کے نزدیک ثقہ یا مقبول ہونا مفہوم نہیں ہوتا، اگر اس تفسیر کو کوئی راجح نہ سمجھے تو محتمل ہونے کا تو انکار ہی نہیں ہو سکتا اور احتمال کا ہادم استدلال ہونا ظاہر ہے اور ابو احمد بن ابی العشار نے جو جرح اُسپر کی ہے، بہت سخت جرح ہے کیونکہ کذب سے بڑھکر محدثین کے نزدیک کوئی جرح نہیں۔ اسلئے خطیب کا یہ مبہم اور مجمل جملہ اسکو رد نہیں کر سکتا۔ بہرحال ابو بکر صولی کی حیثیت ایک شاعر، ادیب اور مورخ سے زیادہ نہیں، اُسکے قول سے ابن منصور کو مجروح نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا، کہ جب وہ تسلیم کرتا ہے کہ ابن منصور ظاہر میں زاہد بنتے تھے تو اُسکو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اُن کا زہد بناوٹی تھا حقیقی نہ تھا۔ پھر یہ اُسکی تنہا رائے ہے جو ابو القاسم نصر آبادی شیخ طریقت و محدث اور ابو عبداللہ بن خفیف شیرازی اور ابو العباس ابن عطاء اور شبلی جیسے ثقات صوفیہ کرام کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ رہا یہ کہ ابن منصور جس جگہ جاتے اُسی بستی کا طریقہ اختیار کر لیتے سو اسمیں غالباً ابو بکر صولی کو اُنکے طریقۂ تبلیغ سے دھوکہ ہوا ہے اور یہ بتلا دیا گیا ہے کہ صوفیہ کا طرز دعوت علمائے ظاہر کے طریقۂ تبلیغ سے الگ ہے وہ اہل اسلام کے تمام فرقوں سے مدارات اور

ہمدردی کا معاملہ فرماتے اور لطیف تدبیر سے حق کی طرف ہدایت کرتے ہین جس سے بعض دفعہ نا واقف کو دھوکہ ہوجاتا ہے کہ ان کا کوئی خاص مذہب نہین حالانکہ وہ فی نفسہ طریق کتاب و سنت پر پختہ ہوتے ہین مگر دعوت و تبلیغ مین تعصب اور سختی سے کام نہین لیتے۔ رہا یہ کہ وہ جاہل و غبی اور فاجر فتنہ پرداز خبیث تھے تو ابو عبداللہ بن خفیف کا قول اسکے معارض ہے کہ ابن منصور عالم ربانی تھے نیز ابوالقاسم نصرآبادی کا قول بھی کہ اگر انبیاء و صدیقین کے بعد کوئی موحد ہے تو حسین بن منصور حلاج ہے۔ نیز اُنکے عارفانہ اقوال کا جو نمونہ اوپر گذر چکا ہے وہ بھی صولی کے اس قول کی تردید کرتا ہے کسی جاہل کی تو کیا معمولی عالم کی بھی مجال نہین کہ ایسے پُر مغز جامع کلمات سے تکلم کر سکے۔ ابوبکر صولی نے الفاظ تو بہت کہدیے ہین مگر اُسکو ابن منصور کے فسق و فجور اور خبث و فتنہ پردازی کا ایک واقعہ بیان کرنے کی بھی جرأت نہین ہوئی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ جرح کس درجہ کی ہے)، ابوبکر صولی کہتے ہین کہ سب سے پہلے جس شخص نے حلاج کو گرفتار کیا ابوالحسین علی بن احمد راسبی تھا اُس نے حلاج اور اُسکے غلام کو ربیع الآخر ۳۰۱ھ مین بغداد پہونچایا اور دو اونٹون پر سوار کرکے مشتہر کیا اور انکے ہمراہ ایک کتبہ لگا دیا کہ میرے پاس بینہ (شہادت) قائم ہوگئی ہے کہ حلاج خدائی کا دعوے کرتا اور حلول کا قائل ہے۔

(اس شہادت کا جھوٹا ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ اس شہادت کے بعد آٹھ نو سال تک علماء اور فقہاء ابن منصور کے قتل کا فتوے نہ دے سکے ۳۰۹ھ مین جب حج کا مضمون انکی کتاب مین نکلا تو قاضی نے بعد انکار بسیار محض وزیر کے اصرار سے قتل کا فتوے دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حلاج کے اصحاب نے جو انکو خدا بنا لیا تھا اور پرستش کرنے لگے تھے اسی سے علی بن احمد کو خیال ہوگیا کہ یہ شخص خدائی کا مدعی ہے حالانکہ وہ ان خرافات سے بری تھے)۔

صولی کہتے ہین، کہا گیا ہے وہ شروع شروع حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا لوگون نے مخبری کی تو اسکو سزا دیگئی۔ وہ جاہل آدمی کو اول اپنا کچھ شعبدہ دکھلاتا

جب اُسکو اعتماد ہو جاتا تو اپنی خدائی کی طرف دعوت دیتا تھا چنانچہ ابو سہل بن نوبخت
کو بھی اسکی دعوت دی تو اُس نے کہا میرے سر کے اگلے حصہ مین بال اُگا دے پھر اُسکی
حالت ترقی پاتی گئی یہانتک کہ نصر حاجب اُسکا حامی بن گیا کیونکہ اُس سے کہا گیا تھا
کہ ابن منصور در اصل سنّی ہے رافضی اُسکو قتل کرانا چاہتے ہین۔ اُسکے خطوط مین یہ بھی تھا
کہ مین ہی قوم نوح کو غرق کرنیوالا عاد و ثمود کو ہلاک کرنیوالا ہون اور اپنے اصحاب
مین کسی سے کہتا تھا کہ تو نوحؑ ہے کسی سے کہتا تو موسےٰؑ ہے کسی سے کہتا تو محمدؐ ہے اُن کی
روحین تمھارے اجسام کی طرف واپس کر دیگئی ہین (ابوبکر صولی نے اس روایت کو
قال و قیل سے بیان کیا ہے سند کے ساتھ بیان نہین کیا نہ خود اپنا سماع ظاہر کیا پھر اسمین
بھی تعارض ہے کبھی کہتا ہے کہ حضرت رضا کی طرف دعوت دیتا تھا کبھی کہتا ہے وہ
سنی تھا رافضی اُسکے قتل کے درپے تھے ایسی مہمل روایتون پر اگر التفات کیا جائے
تو بڑے سے بڑا عالم بھی جرح سے سالم نہ رہیگا) وزیر حامد بن العباس نے اُسکی بعض
کتابون مین یہ مضمون بھی پایا کہ اگر آدمی تین دن تین رات متواتر روزے رکھے اور
(درمیان مین) افطار نہ کرے۔ چوتھے روز ہندبا کے چند پتون پر افطار کرے تو رمضان
کے روزون کی ضرورت نہ رہیگی۔ اور اگر کسی رات مین شروع سے صبح تک دو رکعتین
پڑھے تو اُسکے بعد نماز کی ضرورت نہ رہیگی اور اگر کسی دن اپنی ساری مملوکات کو جو اس
وقت اُس کی ملک مین ہون صدقہ کر دے تو (ہمیشہ کیلئے) زکوٰۃ کا قائم مقام ہو جائے گا۔
اور اگر ایک کمرہ بنا کر چند روزے رکھے پھر اُس کمرہ کے گرد ننگا ہو کر طواف کرے تو اُسکو حج کی
ضرورت نہ رہیگی۔ اور اگر قریش کے قبرستان مین جا کر قبور شہدا کی زیارت کرے اور وہان دس دن قیام کر کے نماز پڑھتا دعا کرتا اور
متواتر روزے رکھے اور افطار کے وقت بجز قدر قلیل جو کی روٹی اور خالص نمک کے کچھ نہ کھائے تو پھر اُسکو ساری عمر
عبادت کی ضرورت نہ رہیگی۔ وزیر نے علما، فقہا اور قاضیون کو جمع کیا پھر حلاج سے
پوچھا گیا کہ تم اس کتاب کو پہچانتے ہو؟ کہا ہان یہ کتاب السنن حسن بصری کی ہے۔ حامد نے
کہا کیا تم اس کتاب کے مضامین کو نہین مانتے؟ کہا کیون نہین یہ تو ایسی کتاب ہے کہ مین
اللہ تعالےٰ کے ساتھ اسکے موافق معاملہ کرتا ہون۔ قاضی ابو عمر نے کہا یہ تو سراسر

احکام اسلام کے منافی ہو۔ پھر قاضی نے اُن سے کچھ اور گفتگو کی یہانتک کہ اُنکی زبان سے حلاج کے متعلق یا حلال الدم نکل گیا۔ فقہار نے بھی اُنکی موافقت کی اور اُنکے قتل کا فتوےٰ دیدیا اُنکے خون کو مباح کردیا گیا پھر یہ سب کارروائی مقتدر باللہ کے پاس لکھکر بھیجی گئی تو اُسنے فرمان بھیجدیا کہ اگر قاضیون نے حلاج کے قتل کا فتوےٰ دیدیا ہے تو محمد بن عبدالصمد کوتوال حاضر ہو اور اُسکے ہزار کوڑے لگائے اگر اسی مین ہلاک ہوجائے فبہا ورنہ گردن ماردی جائے اھ۔ ف اس روایت کا طرز بیان بھی ابن خلکان کے موافق ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ابن منصور کو کتاب کا مضمون نہین سُنایا گیا صرف صورت دکھلاکر سوال کیا گیا تھا کہ اسکو مانتے ہو یا نہین؟ حلاج کو ان خرافات کی اصلا خبر نہ تھی جو دشمنان اسلام نے فریب کاری سے اسمین ملحق کردی تھین اور ظاہر ہے کہ ایسا اقرار جواز قتل مین ہرگز حجت نہین جبتک مشتبہ مقامات کو تفصیل وار سُناکر اقرار نہ لیا جائے اور ان مضامین کا ابن منصور کے نزدیک غلط اور افتراء علے اللہ ہونا خود اُنکی زندگی کے مطالعہ سے واضح ہے۔ جو شخص چند مرتبہ مکہ معظمہ جاکر سالہا سال قیام کرتا اور بار بار حج کرتا ہو اور روزانہ ہزار رکعتین اس حال مین پڑھتا ہو کہ پیرون مین لوہے کی تیرہ تیرہ بیڑیان وزنی پڑی ہوئی ہون اور زندگی بھر روزہ رکھنے کا عادی رہا ہو وہ ایک رات کی دو رکعت کو عمر بھر کی نماز کی برابر یا تین دن کے روزون کو صیام رمضان کے برابر یا اپنے گھر کے طواف کو حج کا قائم مقام کیونکر کہہ سکتا ہے۔ اگر معاذ اللہ ابن منصور ساحر و زندیق ہوتے تو خود اپنی ذات کیلئے روزانہ ہزار رکعتین اور صیام الدہر اور زندگی مین بار بار سفر حج اور مکہ مین مدت تک قیام کیون تجویز کرتے پس یقیناً یہ مضامین کسی نے کتاب السنن حسن بصری مین ملحق کردیے تھے جسکی ابن منصور کو اطلاع نہ تھی اور بر تقدیر اطلاع مفصل جواب اوپر گذر چکا۔

عریب بن سعد قرطبی لکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ حامد نے راسبی کے گھر دن مین حلاج کو گرفتار کیا تھا کبھی تو وہ صلاح (د بزرگی) کا دعوے کرتا تھا کبھی مہدی ہونے کا حامد نے اُس سے کہا کہ تو اسکے بعد خدا کیسے بن گیا؟ حلاج کے اصحاب مین سمری بھی تھا جسکو حامد

نے گرفتار کیا اور اُس سے پوچھا کہ تجھے حلاج کی تصدیق پر کس بات نے آمادہ کیا کہا مین اسکے ساتھ سردی کے موسم مین اصطخر گیا تھا مین نے اسکو بتلایا کہ مجھے ککڑی کا بہت شوق ہے تو اُسنے پہاڑ کے کنارے پر ہاتھ مارا اور برف مین سے سبز ککڑی برآمد کرکے میرے حوالہ کی حامد نے کہا پھر تو نے اُسے کھایا بھی تھا؟ کہا ہان۔ حامد نے کہا او ہزار اور لاکھ زانی عورتون کے بیٹے (حرامزادے) تو جھوٹا ہے اسکے بعد اُسکے جبڑون پر گھونسہ مارنے کا حکم دیا غلامون نے مارنا شروع کیا وہ چلاّتا تھا کہ ہمکو اسی بات کا اندیشہ تھا (کہ لوگ ہماری باتون کو جھٹلائینگے) حامد نے کہا، ہم نے بازیگرون کے شعبدے دیکھے ہین وہ میوے بناکر دکھلاتے تھے مگر جب کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ مین وہ پہونچتے اونٹ کی مینگنیان بنجاتے تھے۔ حامد نے محمود بن علی تنائی کو بھی گرفتار کیا اور اُسکے گھر سے ایک ڈبہ مُہر لگا ہوا دستیاب کیا جسمین حلاج کا پیشاب پاخانہ بوتلون مین بند کیا گیا تھا جس سے وہ (امراض مین) شفا حاصل کرتا تھا مگر حلاج جب حامد کے سامنے آتا یہی کہتا تھا "لا اله الا انت ظلمت نفسی وعملت سوء فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت" اے اللہ آپ کے سوا کوئی معبود نہین مین گنہگار ہون اپنی جان پر مین نے ظلم کیا ہی مجھے بخشدیجئے کہ آپ کے سوا ان گناہون کو کوئی نہین بخش سکتا۔ ف۔ دراصل جاہل و احمق مرید ہی ابن منصور کے قتل کا سبب ہے ان بیوقوفون نے اُنکو خدائی کا رتبہ دیدیا جس سے وزیر اُنکے درپے ہوگیا مگر اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ ابن منصور ان احمقون سے اور اُنکے اعتقاد سے بیزار تھے اُنکو جھوٹا کہتے تھے اور اس روایت مین بھی اقرار توحید و استغفار موجود ہے پس حقیقت مین مستحق قتل یہ لوگ تھے جو باوجود ابن منصور کے اقرار عبدیت کے اُنکو خدا کہتے اور لوگون کو اُن کی خدائی کا قائل بنانا چاہتے تھے۔

اس روایت کے شروع مین جو دعوے مہدیت وغیرہ کی نسبت ابن منصور کیطرف کیگئی ہے وہ محض حکایت کے طور پر ہے سند کے ساتھ نہین اسلئے لائق توجہ نہین۔

(روایت ابن حیویہ)

عریب بن سعد نے خطیب کے واسطہ سے ابوعمرو بن حیویہ سے روایت کیا ہی کہ جب حلاج کو قتل کے واسطے باہر لایا گیا تو مین بھی لوگون کے ساتھ وہان پہونچا

ہجوم مین گھستا ہوا چلا گیا یہانتک کہ مین نے اُسکو دیکھا کہ اپنے اصحاب سے کہہ رہا ہے "تم کو میری اس حالت سے گھبرانا نہ چاہیئے کیونکہ مین تیس دن کے بعد تمہارے پاس واپس آجاؤنگا" اور یہ سند بلا شک صحیح ہے جو اس شخص کی اصلی حالت کو واضح کر رہی ہے کہ وہ بیہودہ دعوے کرنیوالا تھا مرتے دم تک لوگون کی عقلون سے کھیلتا رہا انتہے۔

ف خطیب نے جتنی روایات ابن منصور کی جرح و طعن مین نقل کی ہین بجز اس روایت کے کسی کی سند کو صحیح نہین بتلایا اسی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان جروح کا اصول تنقید کے لحاظ سے کیا درجہ ہے مگر پھر بھی اُن تمام جروح سے ابن منصور کا کفر و زندقہ ہرگز ثابت نہین ہوتا جیسا مفصل عرض کر دیا گیا ہے۔ اب اس صحیح سند سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے اُسپر بھی توجہ کرنا چاہیئے۔ اس واقعہ کے ظاہری الفاظ اور ظاہری مفہوم کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہین کہ ابن منصور نے اپنے اصحاب کو تسلی دی تھی تو ایسے موقع پر دوستون کو تسلی دینا جرم نہین اور جس عنوان سے تسلی دی ہے اسکو بھی کوئی عالم کفر یا زندقہ نہین کہہ سکتا کیونکہ شہدا کی حیات برزخیہ مسلم ہے اور اسمین بھی شک نہین کہ ابن منصور اپنے کو مظلوم اور قاتلون کو ظالم جانتے تھے تو اُنکو اپنی شہادت کا یقین ہونا کچھ مستبعد نہین اور اس یقین کیلئے حیات برزخیہ کا اعتقاد لازم، تو پھر اسکو بیہودہ دعوے کس دلیل سے کہدیا گیا؟ کیا خطیب کو معلوم نہین کہ شہداء کا بعد قتل کے زندہ صورت مین اپنے خاص دوستون سے ملنا اُن سے گفتگو کرنا بکثرت ثابت ہے۔ اگر ابن منصور کو بھی اللہ کی عنایت و لطف سے یہ امید ہوئی ہو کہ وہ اُنکو بھی شہدا کی طرح حیات اور تصرف فی الکون کا درجہ عطا فرمائیگا تو اسمین بیہودگی کی کونسی بات ہے؟ اگر کوئی محدث یا فقیہ مرض الموت مین ایسی بات کہدیتا تو کرامات مین داخل کر لیجاتی مگر ایک صوفی بدنام کی زبان سے یہ بات نکل گئی تو بیہودہ دعوے قرار دیگئی۔ سبحان اللہ کیا انصاف ہے۔ اسکے بعد مناسب ہے کہ ابن منصور کی طرف شعبدہ اور حیلہ گری کی جو نسبت کیگئی ہے اُسکا جواب بھی خطیب ہی کے کلام سے دیدیا جائے۔

چنانچہ وہ ابن باکویہ کے واسطہ سے ابو عبداللہ بن مفلح سے وہ طاہر بن احمد سے

روایت کرتے ہین کہ مجھے حلاج کے معاملہ مین بہت تعجب تھا اسلیے ہمیشہ حیلہ گردن کی تلاش وطلب مین رہا اور شعبدہ گری سیکھتا رہا تاکہ ابن منصور کی اصل حالت سے واقف ہو جاؤن اسی عرصہ مین ایک دن اُنکے پاس گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا تو فرمایا لے طاہر! تم اس مشقت مین نہ پڑو کیونکہ جو کچھ تم (اس قسم کی باتین) دیکھتے اور سنتے ہو وہ دوسرے شخصون کا کام ہے میرا کام نہین تم اُسکو نہ (میری) کرامت سمجھو نہ شعبدہ طاہر کہتا ہے کہ پھر میرے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو ہو نچگئی کہ جیسا اُنھون نے کہا تھا معاملہ اُسی کے موافق تھا۔ ف یعنے حلاج کے اصحاب مین سے جو بعض احمق بددین اُنکو خدا کہنے لگے تھے وہ ہی شعبدہ گر تھے اُنھون نے اپنے شعبدون کو حلاج کی طرف منسوب کر رکھا تھا۔ پس اب تمام الزامات ہباءً منثوراً اور حسین حلاج مظفر و منصور ہو گئے۔

نیز مناسب ہے کہ اس فصل کو عریب بن سعد کے اس قول پر ختم کیا جائے وقد اعتذر الامام ابو حامد عنہ فی مشکوٰۃ الانوار واخذ یتاول اقوالہ علے محامل حسنۃ بعیدۃ من الخطاب لعربی الظاہر اھ امام ابو حامد (غزالی) نے ابن منصور کی طرف سے اپنی کتاب مشکوٰۃ الانوار مین معذرت و مدافعت کی ہے اور اُنکے اقوال کو اچھے محامل (و مطالب) پر محمول کرنے لگے جو زبان عربی کے ظاہر محاورہ سے بعید ہین۔

ف۔ امام ابو حامد غزالی صوفی محض یا خشک ملا نہین ہین بلکہ شریعت و طریقت مین اپنے وقت کے مسلّم امام اور مجدد تھے انکا ابن منصور کی حمایت کرنا اُنکے اقوال کو اچھے محامل پر محمول کرنا ابن منصور کی برات و ولایت و مقبولیت کی بڑی دلیل ہی۔ رہا یہ کہ جو مطالب بیان کئے گئے ہین وہ زبان عربی کے ظاہر محاورہ سے بعید ہین سو اول تو یہ دعوے مطلقاً مسلّم نہین کیونکہ بعض اقوال کا جو مطلب محققین صوفیہ نے بیان کیا ہے وہ ابن منصور کے الفاظ سے ظاہرا بھی بعید نہین اور اگر کسی ایک دو قول مین ایسا ہوا ہو تو بتلایا جائے کہ ایسا کون شخص ہی جسکے کسی قول کو تاویل کے ساتھ محمل حسن پر محمول نہین کیا جاتا۔ ائمہ مجتہدین اور اجلۂ محدثین کے ایسے اقوال بکثرت موجود ہین جو ظاہرین

حدیث کے معارض معلوم ہوتے ہین مگر اُنکے مقلدین ہمیشہ تاویل کرکے اُنکو حدیث کے موافق بناتے رہتے ہین اور صوفیہ کا تو مذاق ہی یہ ہے کہ وہ اپنے علوم غامضہ وحالات عجیبہ کو رموز مین بیان کیا کرتے ہین جنکو اہل ہی سمجھ سکتا ہے نا اہل نہین سمجھ سکتا ؎

من حال دل اے زاہد با خلق نخواہم گفت کاین نغمہ اگر گویم با چنگ و رباب اولی

واقعات قتل اور تاتمہ ذکر کتاب

طبری نے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے سنہ ۳۰۱ھ مین علی بن احمد راسبی نے ابن منصور پر قبضہ کیا اور علی بن عیسٰے وزیر کے سپرد کر دیا اُس نے فقہار و علمار کو بلا کر ابن منصور سے گفتگو کی تو اُسکے الفاظ بیہودہ تھے قرآن بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا تھا نہ فقہ وحدیث وتاریخ اور شعر ولغت سے کچھ زیادہ واقفیت تھی وزیر نے اُسکو ذلیل کیا اور گُدّی پر ڈھول لگائی اور حکم دیا کہ بغداد کی شرقی جانب سولی پر بٹھلایا جائے پھر غربی جانب ایسا ہی کیا جائے تاکہ لوگ دیکھین (اور اچھی طرح تشہیر ہو جائے) پھر محل شاہی مین قید کر دیا گیا تو اُس نے (اتباع) سنت سے خدام شاہی مین رسوخ پیدا کر لیا وہ اسکی باتون کو حق سمجھنے لگے۔ ابن الفرات نے بھی اپنی پہلی وزارت مین اُسکو گرفتار کیا تھا موسٰے بن خلف بھی اسکی تلاش مین تھا مگر وہ اور اُسکا غلام اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئے تو اسی سال گرفتار ہو کر وزیر حامد کے سپرد کیا گیا وہ اُسکو روزانہ اپنے دربار مین بلاتا گُدّی پر ڈھول لگواتا اور اُسکی داڑھی نچواتا تھا (ابن منصور کے متعلق یہ دعوے تو بالکل غلط ہے کہ اُنکو شعر ولغت سے بھی واسطہ نہ تھا کیونکہ انھین مورخین نے جو اشعار اُنکی طرف منسوب کئے ہین وہ فصاحت و بلاغت اور حُسن بندش اور سلاست و متانت مین کسی فصیح بلیغ شاعر کے کلام سے کم نہین۔ علم حدیث کے متعلق بھی کتاب السنن حسن بصری کا ذکر اُن کی کتابون کے تذکرہ مین گذر چکا ہے۔ ابن منصور کا یہ قول بھی خطیب کی روایت مین موجود ہے ولی کتب فی السنۃ موجودۃ فی الوراقین کہ سنت کے بیان مین میری بہت کتابین ہین جو کتب فروشون کے پاس موجود ہین، پھر وہ مدت تک شیخ عمرو بن عثمان مکی اور حضرت جنید اور شیخ ابو الحسن نوری کی صحبت مین رہے ہین جو علوم شریعت وطریقت مین امام اور حدیث وتفسیر سے پورے واقف تھے ظاہر ہے کہ ان حضرات کی

صحبت مین رہنا کسی جاہل کا کام نہ تھا اگر وہ جاہل بھی ہوتے تو ان بزرگون کی صحبت مین مدت تک رہنے کے بعد جاہل نہین رہ سکتے تھے، یہ ضرور ہے کہ انکا شغل درس حدیث وفقہ نہ تھا اسلیئے اُن سے کوئی روایت نہین کیونکہ تصوف اور مجاہدہ ریاضت اور کثرت عبادت کا شغل اُنپر غالب تھا اسی لیئے اُنکا شمار صوفیہ مین ہے محدثین وفقہاء مین نہین۔ ابو عبداللہ ابن خفیف کا قول اوپر گذر چکا ہے کہ حسین بن منصور عالم ربانی ہین ظاہر ہے کہ اتنا بڑا عالم محقق جو اپنے زمانہ مین شریعت وطریقت کا مسلّم امام تھا کسی معمولی شخص کو عالم ربانی کا خطاب نہین دے سکتا تھا۔ مگر جو لوگ کسی کی بات سمجھنے سے قاصر ہوتے ہین وہ اپنی جہالت پر یونہی پردہ ڈالا کرتے ہین کہ دوسرے کو جاہل بنا دین فالناس اعداء ماجهلوا ان لوگون کی جہالت اسی سے ظاہر ہی کہ ابن منصور کے ساتھ اُنھون نے ایسا وحشیانہ طرز عمل اختیار کیا تھا جو کفار بھی اپنے قیدیون سے نہین کرتے) حامد نے ایک دن سمری کو بُلایا جو حلاج کے اصحاب مین تھا اور اُس سے کہا کیا تم لوگون کا یہ دعوے نہین تھا کہ بیخبری کی حالت مین حلاج تمھارے پاس ہوا سے اتر کر پہونچ جاتا تھا کہا بیشک ہمارا یہ دعوے ہے) کہا پھر وہ اب جہان چاہے کیون نہین چلا جاتا حالانکہ مین نے اُسکو اپنے محل مین تنہا چھوڑ رکھا ہے کہ پیرون مین بیڑیان بھی نہین (کرامت کا صدور ہر وقت ضروری نہین پھر اوپر گذر چکا ہے کہ حلاج بعض دفعہ ایک نگاہ مین اپنے پیرون سے بیڑیان الگ کر دیتے اور ہاتھ کے اشارہ سے دیوار مین راستہ بنا دیتے اور دجلہ کی سیر کو چلے جاتے پھر واپس آکر بیڑیان پہن لیتے اور قید خانہ مین مقید ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور یہ اُنکا کمال صبر تھا) غرض آٹھ سال سات مہینے آٹھ دن جیل کی مشقت مین رہے ایک جگہ سے دوسری جگہ اُنکو منتقل کیا جاتا رہا اور جہان قید کیئے جاتے جیلخانہ والے اور غلام وحشم و خدم اور دربار شاہی کے منشی وغیرہ اُنکے معتقد ہو جاتے اور جیلخانہ مین پوری راحت پہونچاتے تھے (مخالفین نے اس واقعہ کو یون بیان کیا ہی کہ جس جگہ مقید ہوتے وہان کے آدمیون کو بہکاتے اور اپنے فریب مین لے آتے چشم بدبین سے ہنر بھی عیب نظر آتا ہے مخالفین نے تو انبیاء علیہم السّلام کے معجزات تک کو سحر مستمر کہدیا تھا ابن منصور بیچارہ کی کرامات کو

بھی حیلہ اور مکر کہدیا گیا تو کیا تعجب ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اُنپر حال تو ایسا غالب تھا کہ اُسکا اثر ہر شخص پر ضرور پڑتا تھا بشرطیکہ معاند نہو۔ جن لوگون نے اہل حال کو دیکھا ہے وہ اسکو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین) پھر وزیر نے علمار اور قاضیون کو جمع کیا اور ابن منصور کے محضر قتل پر سب کے دستخط کرائے پھر وہ محضر زنجی کے حوالہ کیا گیا کہ اسکو خلیفہ مقتدر باللہ تک پہونچاکر مجلس علمار کا سارا حال اُسکے گوش گذار کرے اور خلیفہ کی طرف سے اسکا جواب جلد حاصل کرکے اطلاع دے۔ زنجی نے خلیفہ کے نام دو رقعے تحریر کیئے اور فتوے علمار کو اُنکے اندر رکھکر بھیجدیا۔ وہان سے دو دن تک کچھ جواب نہ آیا تو حامد سخت پریشان ہوا اور اپنی اس حرکت پر نادم بھی ہوا کہ ایسا نہو خلیفہ کے نزدیک میری یہ کارروائی بے موقع سمجھی گئی ہو مگر جو کھیل وہ بنا چکا تھا اُسکو انتہا تک پہونچانے سے بھی چارہ نہ تھا ورنہ بدنام ہوجاتا کہ وزیر ہوکر ایسی لچر کارروائی کرتا ہے جسکی خلیفہ کے یہان شنوائی تک نہین ہوتی) اُس نے تیسرے دن زنجی کے قلم سے پھر ایک خط خلیفہ کو لکھوایا جس مین پہلے خط کے جواب کا تقاضا تھا اور یہ بھی تحریر کیا گیا تھا کہ مجلس علمار مین جو کچھ طے پایا ہے اُسکی خبر عام طور سے پھیل چکی اور شائع ہوچکی ہے اگر اسکے بعد حلاج کو قتل نہ کیا گیا تو لوگ اُس کے فتنہ مین مبتلا ہوجائینگے اور دو آدمی بھی اُسکے متعلق اختلاف کرنیوالے باقی نرہینگے (عذر گناہ بدتر از گناہ اسی کو کہتے ہین کوئی ان سے پوچھے کہ مجلس علمار مین عوام کو شریک کرنے کیلیئے تم سے کس نے کہا تھا جو اُن کا فتوے خلیفہ کی منظوری سے پہلے ہی شائع اور مشہور ہوگیا جسکے بعد خلیفہ کی منظوری کا وہی درجہ رہجاتا ہے جو پارلیمنٹ کی کارروائی کے بعد سلاطین یورپ کی دستخط کا درجہ ہے اس سے ناظرین نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ وزیر نے علمار اور قضاۃ کو تو محضر قتل تیار کرنے پر مجبور کیا ہی تھا خلیفہ کو بھی اچھی طرح مجبور کردیا تھا کہ اُسکو دستخط منظوری کے سوا کچھ چارہ ہی نہ رہا) یہ خط مفلح کے ذریعہ بھیجا گیا اور اُسپر تقاضا کیا گیا کہ جلد خلیفہ کو پہونچاکر اسکا جواب لائے چنانچہ اگلے دن مفلح کے ذریعہ جواب صادر ہوا کہ جب قاضیون نے اُسکے قتل کا

فتوے دیدیا اور مباح الدم کہدیا ہے تو اسکو محمد بن عبد الصمد کو توال کے حوالہ کر دیا جائے
(یہ جواب معلق ہے خلیفہ نے صاف طور سے اپنی رائے کچھ ظاہر نہین کی بلکہ قاضیون کے
اوپر سارا بوجھ ڈال دیا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ خلیفہ بذات خود ابن منصور کے قتل مین
متوقف تھا) کو توال اُسکو اپنی نگرانی مین لیکر ہزار تازیانہ لگائے اگر اسی سے
ہلاک ہو جائے بہتر ورنہ گردن مار دیجائے۔ وزیر حامد اس جواب سے بہت خوش
ہوا اور اُسکا اضطراب بھی جاتا رہا (سبحان اللہ کیسے کیسے اضطراب و پیچ و تاب اور
دردسری کے بعد قتل ابن منصور کا منصوبہ پورا ہوا کیا حدود شرعی کا اجرا اسیطرح ہوا
کرتا ہے؟) اب اُس نے محمد بن عبد الصمد کو توال کو بلا کر خلیفہ کا فرمان پڑھکر سنایا
اُس نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور کہا مجھے اندیشہ ہے کہ حلاج کو مجھ سے چھین لیا
جائے گا (یعنی اُسکے اصحاب و معتقدین زبردستی حلاج کو مجھ سے لے لینگے اور عام
مسلمان بھی اُنکا ساتھ دینگے کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ محضر قتل تیار ہونے پر عوام بگڑ گئے
تھے اور وزیر کو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا) حامد نے کہا مین اپنے غلامون کو تیرے
ساتھ کر دونگا وہ حلاج کو کو توالی کے جیلخانہ تک غربی جانب پہونچا دینگے۔ پھر سب کے
اتفاق سے یہ طے پایا کہ عشا کے بعد کو توال حاضر ہو اپنی جماعت کو بھی ساتھ لائے
جنمین کچھ آدمی سائیسون کی طرح خچرون پر سوار ہون اُن ہی مین ایک خچر پر حلاج کو سوار
کر دیا جائے تاکہ غلامون کے جھگڑے مین اُسے کوئی پہچان نہ سکے پھر اُسکو حکم دیا کہ
حلاج کے ایک ہزار تازیانہ لگائے اگر اُسی سے ہلاک ہو جائے تو سر کاٹ کر محفوظ
رکھے اور لاش کو جلا دے۔ حامد نے اُس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ تیرے سامنے دریائے
فرات مین سونا چاندی بہتا ہوا بھی دکھا دے جب بھی مار سے ہاتھ نہ روکنا چنانچہ اس
قرارداد کے موافق عشا کے بعد محمد بن عبد الصمد اپنے آدمیون اور خچرون کو لیکر پہونچا حامد
نے اپنے غلامون کو اسکی ہمراہ سوار ہونے کا حکم دیا تاکہ کو توالی کے میدان تک
حلاج کو پہونچا دین۔ حلاج کی نگرانی پر جو غلام مقرر تھا اُسے حکم دیا کہ اُسکو قید خانہ سے
باہر نکال لائے اور کو توال کے سپرد کر دے۔ اُس غلام کا بیان ہے کہ جب مین نے

دروازہ کھولا اور اُسکو باہر آنے کیلئے کہا تو چونکہ یہ وقت دروازہ کھولنے کا نہ تھا حلاج نے پوچھا وزیر کے پاس کون ہے؟ مین نے کہا محمد بن عبد الصمد ہے تو اُسکی زبان سے نکلا ذھبنا واللہ بخدا اب ہم ہلاک ہوئے۔ پھر اُسکو باہر لایا گیا اور سائیسون کی جماعت کے ساتھ ایک خچر پر سوار کر کے حامد کے غلامون اور کوتوال کے سپاہیون کی حراست مین پل تک پہونچا دیا گیا حامد کے غلام تو وہان سے واپس آ گئے محمد بن عبد الصمد اور اُسکے سپاہی صبح تک حلاج کے گرد کوتوالی کے میدان مین حلقہ ڈالے بیٹھے رہے جب منگل کے دن ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کی صبح نمودار ہوئی حلاج کو جیلخانہ کے میدان مین لا یا گیا تو وہ حسب الواحد افراد الواحد لہ کہتے ہوئے بیڑیان پہنے ہوئے تبختر انہ (مستانہ) چال سے باہر آئے (بلے کوبان تا بزیر داری آئیم ما) اور یہ اشعار پڑھے ؎

ندیمی غیر منسوب - الی شیئ من الحیف　　سقانی مثل ما یشرب - فعل الضیف بالضیف

فلما دارت الکأس - دعا بالنطع والسیف　　کذا من یشرب الراح - مع التنین فی الصیف

(ترجمہ و مطلب اشعار الغیور مین ملاحظہ ہو) پھر یہ آیت پڑھی یستعجل بھا الذین لا یؤمنون بھا والذین آمنوا مشفقون منھا و یعلمون انھا الحق - جو لوگ قیامت پر ایمان نہین رکھتے وہ قیامت کو جلدی بُلانا چاہتے ہین اور جو اُسپر ایمان رکھتے ہین وہ اُس سے ڈرتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ یقینی (آنیوالی) ہے (غالبًا مطلب یہ تھا کہ کثرت مظالم علامات قیامت مین سے ہے تو جو لوگ ایسے مظالم پر دلیری کر رہے ہین وہ گویا قیامت کو جلدی بُلانا چاہتے ہین) اسکے بعد زبان سے کچھ نہ نکلا یہانتک کہ ہوا جو کچھ ہوا - یعنی جلاد کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا گیا اور اُسوقت عوام کا اسقدر مجمع تھا کہ اُن کی شمار نہین ہو سکتی تھی - پورے ایک ہزار تازیانے لگائے گئے مگر اُس (اللہ کے بندہ) سنے نہ معافی طلب کی نہ آہ کی (بس ہر تازیانہ پر احد احد ہی کہتے رہے) جب چھ سو تازیانہ لگ چکے تو محمد بن عبد الصمد سے کہا کہ مجھے اپنے پاس بلا کر میری ایک نصیحت سُن لے

ؔ نشۂ توحید سے سرشار ہو کر لا فاعل الا ھو کا مشاہدہ کرتے ہوئے گویا یون کہہ رہے تھے ؎

مین ترے ہاتھون کے قربان وہ کیا مارے ہین تیر　　ہر دہن زخم تجھ کو مرحبا کہنے کو ہے - ۱۲

جو (تیرے فائدہ مین) فتح قسطنطنیہ کی برابر ہے محمد بن عبد الصمد نے جواب دیا کہ مجھے پہلے ہی بتلا دیا گیا ہے کہ تم ایسی اور اس سے بھی بڑھکر باتین مجھ سے کروگے مگر مین مارکو موقوف نہین کر سکتا۔ جب ہزار تازیانے لگ چکے تو اُنکا ایک ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک پانوٗن پھر دوسرا ہاتھ کاٹا گیا پھر دوسرا پانوٗن مگر اُف تک عـــه نہ کی البتہ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے ؎

وحرمة الود الذی لم یکن　　یطمع فی افسادہ الدھر

ما نالنی عند ھجوم البلاء……　باس ولا مسنی الضر

ما قد لی عضو ولا مفصل　　الا وفیہ لکم ذکر،

(ترجمہ اشعار الغیور مین ملاحظہ ہو) اُسیوقت حضرت شبلی نے ایک بزرگ عورت کو حلاج کے پاس بھیجا کہ اُس سے جاکر کہو اللہ تعالےٰ تم کو ایک راز کا امین بنایا تھا تم نے اُسے ظاہر کردیا تو لوہے کی دھار کا مزا چکھا دیا اور فرمایا کہ اسکا جو کچھ جواب دین اُسکو یاد رکھنا اسکے بعد پوچھنا تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ چنانچہ وہ پہونچی تو حلاج نے کہا ؎

(ھتکت لستری فی ودك) لما غلب الصبر　　وما احسن فی مثلك- ان ینھتك الستر

وان عنفنی الناس- ففی وجھك لی عذر　　کان البدر محتاج- الی وجھك یا بدر

(ترجمہ اشعار الغیور مین ملاحظہ ہو) اسکے بعد فرمایا ابو بکر (شبلی) کے پاس واپس جاؤ اور اُن سے کہدو بخدا اے شبلی مین نے محبوب کا تو کوئی راز ظاہر نہین کیا (صرف اپنی محبت دفنا کا اظہار کیا ہے) اسپر اُن بزرگ عورت نے پوچھا تصوف کیا چیز ہے؟ فرمایا جس حال مین مین ہون وہی تصوف ہے۔ بخدا مین نے کسی وقت بھی راحت اور مصیبت مین فرق نہین کیا

عـــه ہان بلا سے جان تو نکلے مگر نکلے نہ آہ　　ہوشیار اے دل کہ وہ صبر آزما ہو نیکو ہے

اے دل پُر آرزو کر دے سر تسلیم خم　　دیکھ کن ہاتھون سے خونِ مدعا ہو نیکو ہے ۱۲

عـــه پہلا مصرع نہ خطیب نے لکھا ہے نہ طبری نے مین نے اپنے ذوق سے جوڑ لگا دیا ہے فان کان صوابا فمن ہن کتہ ابن المنصور والا فمن ھذا العیی المکسور- ۱۲ ظ

(جیسا نعمت اور راحت سے مجھے محبت الٰہی مین ترقی ہوتی ہے ویسی ہی مصیبت کے وقت محبت کی آگ بھڑکتی ہے اس سے محبت مین کچھ کمی نہین آتی) یہ عورت شبلی کے پاس واپس آئی اور ابن منصور کی ساری باتیں دُھرائین تو فرمایا اے لوگو پہلا جواب تمھارے لیے ہے اور دوسرا جواب میرے لئے۔ غرض ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنکا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور لاش کو جلا دیا گیا جب راکھ بن گئی دجلہ میں بہا دی گئی اور سر کو دو دن تک بغداد کے پل پر نصب کیا گیا پھر خراسان بھیجدیا گیا اور اطراف و اکناف مین گھمایا گیا۔ اُنکے اصحاب اپنے دلون کو یہ تسلی دیتے رہے کہ چالیس دن کے بعد (زندہ) واپس آئینگے اتفاق سے اس سال دجلہ کا پانی معمول سے زیادہ بڑھ گیا تو اُنکے مریدون نے کہا یہ ابن منصور (کی کرامت) کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ اُنکی راکھ پانی مین ڈالی گئی تھی۔ اور بعض معتقدون نے دعوے کیا کہ اُنھون نے اُسی دن (جبدن قتل کیا گیا تھا) یہ سب کچھ ہونے کے بعد نہروان کے راستہ مین اُنکو گدھے پر سوار دیکھا یہ لوگ اُن کو دیکھ کر خوش ہوئے تو فرمایا شاید تم بھی اُن بیلون (بیوقوفون) کی طرح یہ سمجھ رہے تھے کہ مضروب و مقتول مین ہی تھا (حالانکہ ایسا نہ تھا بلکہ ضرب و قتل کا اثر صرف میرے جسم پر ہوا روح پر اثر نہین ہوا روح ویسی ہی زندہ و درخشندہ ہے جیسی پہلے تھی)

ف۔ اگر سند صحیح کے ساتھ ابن منصور کا یہ قول منقول نہ ہوتا کہ مین تیس دن کے بعد واپس آؤنگا تو ان خوش اعتقادون کی اس بات کو رد کر دیا جاتا مگر اب اس کی صحت کا احتمال بھی ایک گونہ راجح نظر آتا ہے۔ ممکن ہے حقتعالے نے اُنکے وعدہ کو سچا کرنے کیلئے قتل کے دن ہی حیات برزخیہ کے تصرفات کا اذن دیدیا ہو۔ باقی یہ دعوے جو بعض اصحاب حلاج نے کیا ہے کہ مقتول ابن منصور کا کوئی دشمن تھا جسپر اُن کی شباہت ڈالدیگئی اور وہ اُنکی شکل مین آگیا تھا یا کوئی چوپایہ اُن کی صورت مین منتقل ہو گیا تھا محض لغو اور بے بنیاد باتین ہین۔ اسمین شک نہین کہ ہزار تازیانہ کی ضرب اور ہاتھ پاؤن کاٹنے اور سولی دیے جانے کی ساری مصیبت ابن منصور ہی پر وارد ہوئی اُنہی کو سولی دیگئی کیونکہ جو صبر و استقلال اُن سے ظاہر ہوا اور محبت و عشق الٰہی مین ڈوبے ہوئے

اشعار و کلمات اور عارفانہ اقوال و ارشادات اسوقت انکی زبان سے ظاہر ہوئے اُنکے کسی دشمن یا جانور سے ظاہر نہین ہو سکتے تھے یہ خاص اُنہی کا حصہ تھا پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہی اور اس مقام پر دوبارہ اعادہ کیا جاتا ہی کہ ایسی سخت سزا اور سنگین مصیبت کو اسدرجہ صبر و استقلال و رخندہ پیشانی سے تحمل کرنا کسی زاہد خشک سے ممکن ہی نہ کسی ساحر و زندیق سے - اور عین اس حالت مین نشۂ توحید سے سرشار ہوکر محبت و عشق الٰہی کا ایسا درد انگیز اظہار کرنا کہ مشائخ وقت بھی نعرہ حسب الواحد افراد الواحد لہ کو سنکر رقت پذیر ہو گئے اور اسی درد انگیز حالت مین شبلی جیسے امام طریقت کے سوالات کا جواب دینا ابن منصور کی جس شان یکتا کو ظاہر کر رہا ہی زمانہ کی نگاہون نے اسکا نظارہ بہت کم کیا ہوگا - پس حقیقت یہ ہی کہ ابن منصور کا واقعۂ قتل اور سانحۂ ہوشربا ہی اُنکے سچے صوفی عاشق فانی محب سبحانی اور صاحب استقلال لا ثانی ہونیکی بہت بڑی دلیل ہی تعجب ہے کہ اُس مجمع مین سے کسی نے بھی اُنکی اس حالت استقامت و استقلال اور مستی محبت بدرجۂ کمال سے اُنکی ولایت و معرفت پر کیون نہ استدلال کیا؟ اہل بصیرت نے تو ضرور کیا ہوگا مگر جو لوگ درپے قتل تھے وہ اہل بصیرت نہ تھے فانا للہ وانا الیہ راجعون ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

اللھم ارفع درجاتہ وتقبل حسناتہ وتجاوز عن سیئاتہ ومتعنا بفیوضہ و برکاتہ آمین - الحمد للہ رسالہ القول المنصور آج ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ کو بروز دوشنبہ بوقت عصر تمام ہوا - والحمد للہ الذی بنعمتہ وعظمتہ وجلالہ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی افضل الکائنات سیدنا النبی محمد و علی آلہ و اصحابہ و ذریتہ الطیبات الطاہرات - حررہ بقلمہ اسیر وصمۃ ذنبہ و المہ الاحقر الافقر ظفر احمد - وفقہ اللہ للتزود لغدہ وجعلہ ببرکۃ صاحب التذکرۃ مظفرا بالمراد منصورا وکشف عنہ کربتہ وجعلہا ھباء منثورا - آمین آمین والحمد للہ رب العلمین

اسکے بعد رسالہ اشعار الغیور شروع ہوتا ہے جو سرمد کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

دیر یست کہ آوازۂ منصور کہن شد من از سر نو تازہ کنم دار و رسن را

إشعار الغيور بما في أشعار ابن منصور

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد الحمد والصلوٰة فهذه رسالة

إشعار الغيور بما في أشعار ابن منصور

اعني شرح بعض اشعار الحلاج نقلها وارسلها الى بعض الاحباء عن صلة الطبري لعريب بن سعد

قال ابن منصور

(۱) وما وجدت لقلبي راحة ابدا — وكيف ذاك وقد هُيِّئتُ للكدر

(۲) لقد ركبت على التغرير واعجبا — ممن يريد النجا في المسلك الخطر

(۳) كانني بين امواج تقلبني — مقلب بين اصعاد ومنحدر

(۴) الحزن في مهجتي والنار في كبدي — والدمع يشهد لي فاستشهدوا بصري

ترجمہ و شرح۔ (۱) مین نے قلب مین راحت کبھی نہین پائی (کیونکہ عاشق کو کسی حالت مین راحت نہین ہوتی) اور راحت کیسے ہو مین تو کدورتون (اور رنج و غم) ہی کیلئے مہیا کیا گیا ہون (جیسا عاشق کیلئے لازم ہے)۔

(۲) عجیب بات یہ ہوئی کہ مین ایسے شخص کے فریب دہی پر سوار ہو گیا جو خطرناک طریق مین نجات کا خواستگار تھا (مطلب یہ کہ مین نے بعض اہل طریق کو دیکھا کہ اپنی استعداد کی خصوصیت سے طریق مین جو کہ بعض اوقات پر خطر بھی ہوتا ہے داخل ہونے کے بعد بھی مندفعیت مین ہین خواستگاری کے یہی معنی ہین مین نے سمجھا کہ مین بھی اسیطرح مامون رہونگا مین بھی اس مین داخل ہو گیا مگر میری استعداد کا اقتضا دوسرا تھا مین مصیبت مین پھنس گیا۔ کما قیل ع کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا۔ پس یہ فریب دہی حالی ہے قالی نہین جیسا اس شعر مین

ع غیور سے مراد عاشق کہ غیرت لوازم عشق سے ہے یعنی ان اشعار کے ترجمہ و شرح مین عاشق کو عشق کے مختلف و متعدد احکام بتلائے گئے ہین جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوگا ۱۲ منہ

چو می بینم کسے کز کوے تو دل شاد می آید فریبے کز تو اول خوردہ بودم یاد می آید
اور مقصود شکایت و تضجر نہین بیان خاصیت و واقعہ ہے عاشقانہ محاورہ مین۔ اور ان دو مذکورہ طریقون کو شیخ شیرازی نے دوسرے عنوان سے ذکر کیا ہے حیث قال ؎
اگر مرد عشقی کم خویش گیر وگرنہ رہِ عافیت پیش گیر
مترس از محبت کہ خاکت کند کہ باقی شوی چون ہلاکت کند
انمین بھی شعر اول مین تخویف کا شبہ ہوتا ہے مگر شعر ثانی مین اُسی کا مشورہ دے رہے ہین۔ آگے کہتے ہین کہ احوال عشقیہ مین میری یہ حالت ہے کہ)
(۳) گویا مین موجون کے درمیان مین (مبتلا) ہون کہ وہ مجھ کو اُلٹ پلٹ کر رہی ہین (اور) مین چڑھاؤ اور اُتار مین تہ و بالا ہو رہا ہون (فقولہ مقلب خبر لمبتدأ مقدر وھو انا او خبر کان ثانی وھو الظاھر وقولہ منحدر بمعنی الانحدار۔ عشق مین جو انقلابات پیش آتے ہین اُنکو امواج کے زیر و زبر کرنے سے تشبیہ دی کما فی قول العارف الشیرازی ؎
شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین ہائل کجا دانند حال ما سبکباران ساحلہا
آگے کہتے ہین کہ)
(۴) غم میری روح مین ہے اور آتش (عشق) میرے جگر مین ہے اور آنسو میری (حالت عشقیہ کی) گواہی دے رہا ہے پس میری آنکھ کو گواہ قرار دو (یعنی اُسکی شہادت پر میری حالت کا فیصلہ کرو ان سب حالات کا لوازم عشق سے ہونا ظاہر ہے)

وقال ایضاً

(۵) النفس بالشیئ الممنّع مولعہ والحادثات اصولہا متفرعہ
(۶) والنفس للشیئ البعید مدایدۃ والنفس للشیئ القریب مضیعہ
(۷) کلٌّ یحاول حیلۃً یرجو بہا دفع المضرۃ واجتلاب لمنفعہ

ترجمہ و شرح۔ (۵) (انمین نفس کی خاصیت طبعیہ مذکور ہے پس یہ کلام حکیمانہ و مصلحانہ ہے پس کہتے ہین کہ) نفس ممنوع چیز کا حریص ہوتا ہے (جیسے کہا گیا ہے الانسان حریص

علےٰ ما منع) اور حوادث کے اصول مین سے شاخین نکلتی آتی ہین (یعنے اُنکا کبھی خاتمہ نہین ہوتا مقصود ضرر بتلانا ہے حرص کا کہ حرص کی بدولت کسی حادثہ مین مبتلا ہوجاویگا پھر اُسکے سلسلہ سے نجات مشکل ہوجاوے گی تو حرص ہی نہ کرنا چاہیئے)

(۶) اور نفس (کا خاصہ ہے کہ) مقصود بعید کی طرف تو کشش کرتا ہے اور مقصود قریب کو ضائع کرتا ہے (مطلب یہ کہ جو سامان حاصل ہے اُسکی تو قدر نہین کرتا دور و دراز کے سامان کی حرص کرتا ہے جس سے تعب ورمصیبت مین پڑتا ہے اسمین بھی حرص کی مذمت کا بیان ہے آگے کہتے ہین کہ)

(۷) ہر شخص (طبعًا) ایک تدبیر کرتا ہے جس سے دفع مضرۃ اور جلب منفعت کا قصد کرتا ہے (مگر ہر تدبیر مین کامیابی نہین ہوتی اسلئے تدبیر مین غلو نہ چاہیئے کہ کامیابی ضرور نہین پھر رنج ہوگا کما قال اللہ تعالےٰ ام للانسان ما تمنےٰ اور جیسا کہا گیا ہے ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتھی السفن)

وقال ایضًا

(۸) کل بلاءِ علےٰ منی فلیتنی قد اُخذتُ عنی

(۹) اردت منی اختبار سری وقد علمت المراد منی

(۱۰) ولیس لی فی سواک حظ فکیفما شئت فاختبرنی

ترجمہ و شرح ۔(۸) (ان اشعار مین بعض آثار عشق کے مذکور ہین کہتے ہین کہ) جتنی بلائین مجھ پر واقع ہوئی ہین وہ میری طرف سے ہین (کیونکہ اپنے ہاتھون طریق عشق کو اختیار کیا) پس کاش مجھ کو مجھ سے لے لیا جاتا (یعنے میرے اختیار وارادہ سلوک کو فنا کردیا جاتا اور طریق جذب سے میری تربیت کی جاتی تو پھر وہ طریق موصل ہوجاتا وہذا کما قیل ؎

اگر از جانب معشوق نباشد کششے طلب عاشق بیچارہ بجائے نرسد)

(۹) (اے محبوب) آپ کا مقصود میرے باطن کا امتحان ہے اور آپ کو میرے مقصود کا علم حاصل ہے ۔

(۱۰) اور (اسلئے یہ امتحان حقیقی تو نہین مگر مجازًا ہے یعنی واقعات حالت مستورہ کا

ظاہر کرنا تو اس امتحان کے متعلق عرض کرتا ہون کہ ؎

جز ترے مجھ کو کوئی بھاتا نہین ‎ ‎ آزما لے جس طرح چاہے مجھے

(اور یہ دعوے اور جسارت نہین شورش عشق ہے کما قال العارف الرومی ؎

گفتگوے عاشقان درکار رب ‎ ‎ جوشش عشق ست نے ترک ادب)

وقال ایضاً

(۱۱) مواجید اهل الحق تصدق عن وجدی ‎ ‎ واسرار اهل السر مکشوفة عندی

ترجمہ و شرح۔ (۱۱) اہل حق کے وجدانیات کا صدق میرے وجدان سے ظاہر ہوتا ہے (یعنے جسکو انکا مشاہدہ نہوا ہو اُسکو میری وجدانی حالت سے انکی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ مشابہ شے سے اُس شئے کا حال منکشف ہوتا ہے) اور اہل اسرار کے اسرار میرے نزدیک منکشف ہین (اسلئے مین کہتا ہون کہ میری وجدانیات انکی وجدانیات کے مشابہ ہین مقصود اس سے اہل کمال کے احوال سے انکار کی ممانعت ہے کہ مشاہد سے غیر مشاہد کا ادراک کرلو)

وقال ایضاً

(۱۲) الله اعلم ما فی النفس جارحة ‎ ‎ الا وذکرک فیها نیل ما فیها

(۱۳) ولا تنفست الا کنت فی نفسی ‎ ‎ تجری بک الروح منی فی مجاریها

(۱۴) ان کانت العین من فارقتها نظرت ‎ ‎ الی سواک فخانتها ماقیها

(۱۵) او کانت النفس بعد البعد آنفة ‎ ‎ خلقا عداک فلا نالت امانیها

ترجمہ و شرح۔ (۱۲) اللہ تعالےٰ کو خوب خبر ہے کہ (میری) ذات مین کوئی جارحہ (یعنی عضو) ایسا نہین جسمین (اے محبوب) تیری یاد (رچی ہوئی) نہو کہ وہی حاصل ہو مانی الجارحہ کا (فقولہ نیل ما فیها خبر لمبتدأ مقدر یعنی هو)

(۱۳) اور مین نے کبھی کوئی سانس ایسا نہین لیا کہ اُس سانس مین تو نہ ہو (پس) میری روح تجھ کو لیکر اپنی حرکت کی جگہون مین حرکت کرتی ہے (یہ عاشقانہ تعبیر ہے مراد غایت تلبس ہے فقولہ منی حال من الروح ای کائنة منی والروح یذکر ویؤنث)

(۱۴) جب سے تو آنکھون سے جدا ہوا ہے اگر میری آنکھ نے تیرے سوا کسی کو دیکھا ہو تو خدا کرے اُسکے کوئے اُسکو دغا دین (یعنے اُسکو کام نہ دین اسطرح سے کہ آنکھین پھوٹ جائین اور اُنکی شعاعین کویون سے نہ نکلین)

(۱۵) یا بعد (و مفارقت) کے بعد اگر میرے نفس نے بجز تیرے کسی مخلوق سے الفت کی ہو تو خدا کرے اُسکو اُسکی مرادین نصیب نہ ہون (مقصود دوام ذکر و نسیان غیر کی حکایت ہے کما قیل فی الاول ؎

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی — شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

و فی الثانی ؎

دلارامے کہ داری دل درو بند — دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اور بعد و فراق سے مراد اصطلاحی بعد و فراق ہے نہ کہ حقیقی)

وقال ایضاً ومعہ النثر التابع للنظم

وحکی انہ قال الٰہی انک تتودد الی من یؤذیک فکیف لا تتودد الی من یوذی فیک وانشد ؎

(۱۶) نظری بدو علتی — ویح قلبی وما جنا

(۱۷) یا معین الضنا علیّ — اعنّی علی الضنا

ترجمہ و شرح ۔ اور حکایت کی گئی ہے کہ ابن منصور نے (مناجات مین) عرض کیا آپ اُس شخص سے بھی دوستی کا برتاؤ کرتے ہین جو آپ کو ایذا دیتا ہے (یعنے کفر و شرک سے اور وہ برتاؤ دوستی کا یہ ہے کہ اُسکی منفعت آخرت کیلئے اُسکے پاس ہادی کو بھیجتے ہین پھر وہ اپنے ہاتھون محروم رہ جانے اور اُسکی منفعت دنیا کیلئے اُسکو رزق و صحت و سامان راحت عطا فرماتے ہین جب آپ کی یہ شان ہے) تو آپ اُس شخص سے دوستی کا برتاؤ کیون نہ کرینگے جسکو آپ کی راہ مین ایذا دیجاتی ہے (یعنے آپ کی محبت مین اُس پر ظلم کیا جاتا ہے و ہذا کما قیل ؎

دوستان را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمنان نظر داری

اور یہ برتاؤ دوستی کا ایک جنس مشترک ہے اور آگے اُسکی دونون نوعین مختلف ہین مگر اس نوعی اختلاف کا ذمہ دار خود عبد ہے کہ وہ اُس برتاؤ سے منتفع نہ ہوا ورنہ وہ نوع مختلف نہ ہوتی یہانتک نثر تھی) اور (اس مناجات کے بعد) یہ اشعار پڑھے۔

(۱۶) میری نظر ہی میری علت کی ابتدا ہے افسوس ہے میرے قلب پر اور اُس کی جنایت پر (یعنے غیر اللہ پر نظر اور غیر اللہ کیطرف توجہ علتِ قلب کی جڑ اور افسوسناک حالت ہے اسمین تو اعتراف ہے اپنی تقصیر کا آگے دعا ہے ازالۂ علت کی کہ)

(۱۷) اے ذات پاک جس نے بیماری کو مجھ پر غالب کیا اب مجھ کو بیماری پر غالب فرمادے (اسکا ربط نثر کے مضمون سے یہ ہے کہ مجھ کو جو ایذائین دیجاتی ہین وہ میرے ہی اعمال کا ثمرہ ہے اسلئے اُسکا اعتراف اور اُس سے استغفار کرتا ہون اور یہی اعتقاد و اعتذار شان ہوتی ہے اہل طریق کی اور اُنکو عوام سے یہ امتیاز ہوتا ہے کہ وہ التفات باطنی الے غیر اللہ کو بھی معصیت سمجھتے ہین)

وقال ایضاً ومعہ النثر التابع للنظم

ویحکون ان الشبلی دخل الیہ فی السجن فوجدہ جالسا یخط فی التراب فجلس بین یدیہ حتے ضجر فرفع طرفہ الی السماء وقال الٰہی لکل حق حقیقۃ ولکل خلق طریقۃ ولکل عہد وثیقۃ ثم قال یا شبلی من اخذہ مولاہ عن نفسہ ثم اوصلہ الی بساط انسہ کیف تراہ فقال الشبلی وکیف ذالک قال یاخذہ عن نفسہ ثم یردہ علے قلبہ فھو عن نفسہ ماخوذ وعلے قلبہ مردود فاخذہ عن نفسہ تعذیب وردہ الی قلبہ تقریب طوبیٰ لنفس کانت لہ طائعۃ وشموس الحقیقۃ فی قلوبھا طالعۃ ثم انشد ؎

(۱۸) طلعت شمس من احبک لیلاً　　فاستضاءت فمالہا من غروب

(۱۹) ان شمس النہار تطلع باللیـل　　وشمس القلوب لیس تغیب

ترجمہ و شرح۔ اور حکایت کرتے ہین کہ حضرت شبلیؒ انکے (یعنی ابن منصور کے) پاس قیدخانہ مین گئے اُنکو بیٹھا ہوا پایا کہ مٹی مین لکیرین کھینچ رہے تھے اُن کے سامنے بیٹھ گئے

(اور بہت دیر بیٹھے) یہانتک کہ تنگ ہوگئے اُسوقت ابن منصور نے اپنی نگاہ آسمان کیطرف اُٹھائی اور عرض کیا الٰہی ہر حق کی (یعنی اعتقاد حق کی) ایک حقیقت ہے (چنانچہ مسلّم ہے جسکو بعضے جانتے ہین اور بعضے نہین جانتے) اور ہر خُلق (یعنی عمل باطنی) کا ایک طریقہ ہے (اسیطرح عمل ظاہری کا بھی مگر اُسکو اکثر لوگ جانتے ہین اسلیئے اُسکا ذکر نہین کیا اور عملِ باطنی کا طریقہ کم لوگ جانتے ہین جیسے نماز کا طریقہ اکثر لوگون کو معلوم ہے اور اخلاص کا طریقہ اکثر کو معلوم نہین) اور ہر عہد کی ایک مضبوطی ہے (جیسے عبدیت کا ایک عہد ہے اُسکی رسوخ کا ایک خاص درجہ ہے اُس درجہ سے کم عبدیت کا کامل درجہ نہین۔ شاید مقصود اس مناجات سے اعتراف ہو اپنے عجز کا کہ ہم اُس حقیقت اور طریقہ اور وثیقہ سے عاری ہین آگے اپنے اعتراف عجز کے بعد عطائے حق کا بیان کرتے ہین کہ وہ اگر چاہین یہ دولتین عطا فرما دیتے ہین چنانچہ) پھر (اسکے بعد) کہا اے شبلی جس شخص کو اُسکے مولیٰ نے اُسکے نفس (کے قبضہ) سے لے لیا ہو پھر اُسکو اپنے بساطِ اُنس تک پہونچا دیا ہو اُسکو تم کیسا سمجھتے ہو؟ شبلی نے کہا (تم ہی بتلاؤ) یہ بات کیسے ہوتی ہے۔ اُنھون نے جواب دیا کہ (یہ اسطرح ہوتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ اُسکو اُسکے نفس (کے قبضہ) سے لے لیتا ہے پھر اُسکو اُسکے قلب کے حوالہ کر دیتا ہے (جو کہ محل انس ہے) پس وہ شخص اپنے نفس سے لے لیا جاتا ہے اور اپنے قلب کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ پس اُسکو اُسکے نفس سے لے لینا (بوجہ ناگواری نفس کے ایک گونہ) معذب فرمانا ہے اور اُسکو اُسکے قلب کے حوالہ کر دینا مقرب بنانا ہی (جو اُس تعذیب کا صلہ ہے کما قال تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وقال تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ وقال تعالیٰ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ الآیات وای جنۃ افضل من الانس بل صارت الجنۃ جنۃ بھذا الانس۔ آگے ایسے نفس کی مدح کرتے ہین جو اپنے کو مولیٰ کے سپرد کر دے) پس (کہتے ہین کہ خوشحالی ہے ایسے نفس کیلیئے جو مولیٰ کا مطیع ہو، اور حقیقت کے آفتاب ایسے نفوس کے قلوب مین طالع ہون (یہ اضافت ادنیٰ ملابست سے ہے مراد اصحاب نفوس ہین کما فی قولہ تعالیٰ

قلوب یومئذ واجفة ابصارها خاشعة ای ابصار اصحاب القلوب یہا تک
نثر کا ترجمہ ہے) پھر یہ اشعار پڑھے کہ۔
(۱۸) (اے محبوب) جو شخص تجھ سے محبت کرتا ہے اُسکا آفتاب رات مین بھی طالع رہتا ہے اور اُسکو غروب ہی نہین ہوتا۔
(۱۹) دن کا آفتاب تو شب کو غروب ہو جاتا ہے (منقول عنہ مین تطلع ہے مگر میرا گمان غالب یہ ہے کہ صحیح تغرب ہے) اور قلوب کا آفتاب غائب ہی نہین ہوتا (کما قال تعالیٰ وجعلنا له نوراً یمشی به فی الناس اور ظاہر ہے کہ یہ نور دن کے ساتھ مقید نہین)

وقال ایضاً ومعه النثر التابع للنظم وهذا النظم من غیره

ویذکرون ان الشبلی انفذ الیه بفاطمة النیسابوریة وقد قطعت یدہ فقال لها قولی له ان الله ائتمنك علی سر من اسرارہ فاذعته فاذاقك حر الحدید فان اجابك فاحفظی جوابه ثم سلیه عن التصوف ما هو فلما جاءت الیه انشأ یقول ؎

(۲۰) .... + ... لما غلب الصبر
(۲۱) وما احسن فی مثلك ان ینتهك الستر
(۲۲) وان عنفنی الناس ففی وجهك لی عذر
(۲۳) کان البدر محتاج الی وجهك یا بدر

وهذا الشعر للحسین بن الضحاك الخلیع الباهلی۔ ثم قال لها امضی الی ابی بکر (الشبلی) وقولی له یا شبلی والله ما اذعت له سراً۔ فقالت له ما التصوف فقال ما انا فیه والله ما فرقت بین نعمة وبلوی ساعة قط فجاءت الی الشبلی واعادت علیه فقال یا معشر الناس الجواب الاول لکم والثانی لی۔

ترجمہ وشرح۔ اور تذکرہ کرتے ہین کہ حضرت شبلی نے انکے پاس فاطمہ نیسابوریہ کو بھیجا (یہ ایک بزرگ بی بی ہین ذوالنون انکو اپنا شیخ فرمایا کرتے تھے اور ابو یزید انکی بہت مدح کرتے تھے کذا فی الطبقات الکبریٰ للشعرانی اور (اسوقت) اُنکا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا حضرت شبلی نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تم اُن سے جا کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے اسرار مین سے

ایک راز کا امین بنایا تھا تم نے اُس راز کو شائع کر دیا اسلئے تم کو لوہے کی دھار کا مزہ چکھایا (شاید وہ راز توحید وفنا کا تھا کہ اُنھون نے اسکو ضبط نہ کیا اور کلمۂ انا الحق سے کہ دلالت مین ناکافی تھا ظاہر کر دیا جسکی سزا مین ہاتھ کاٹا گیا اور یہ اس پیام کے وقت تک کا واقعہ ہے بعد مین قتل کیے گئے۔ اور آداب طریقت کے ترک سے گو آخرت مین عقوبت نہو کیونکہ معصیت نہین مگر دنیاوی عقوبت مرتب ہوتی ہے ومن ترك آداب الطريقة الذی يوجب العقوبة الدنيوية مخالفة الالهام ومن هذا الترك اظهار الاسرار بلا ضرورة ومنه دعوى الكمال ومنه اسخاط الشيخ ومن العقوبة الدنيوية سلب الاحوال اور شبلی نے فاطمہ سے یہ بھی کہا کہ) پس اگر وہ تم کو جواب دین تو اُنکا جواب یاد رکھنا پھر اُن سے تصوف کے متعلق سوال کرنا کہ وہ کیا ہے (یعنی اُسکی کیا حقیقت ہی) پس جب وہ اُن کے پاس آئین (وہ کچھ پوچھنے بھی نہ پائی تھین جیسا کہ قصہ مین سوال مذکور نہ ہونے سے غالب اور ظاہر یہی ہے کشف سے سوال اول کا جواب دینا شروع کیا اسطرح کہ اول) یہ اشعار پڑھنے لگے (جنکا یہ ترجمہ ہے منقول عنہ مین شعر اول مذکور نہین صرف اتنا کلمہ ہے کہ۔

(۲۰) جب صبر مغلوب ہو گیا (آگے اشعار پورے ہین اُنکا یہ ترجمہ ہے) کہ

(۲۱) تجھ جیسے (محبوب) کے معاملہ مین کیا ہی اچھی بات ہے کہ پردہ ٹوٹ جاوے (فی الاصل حينتهك من النهتك باب يجتنب وظنی انه ينتهك من الهتك باب ينصرف يعنی ایسے محبوب کی محبت مین اظہار محبت ہی زیبا ہی اخفا وضبط نا زیبا ہے)

(۲۲) اور اگر لوگ مجھ کو ملامت کرین تو تیرے چہرہ (زیبا) مین میرا عذر ہے (کہ ایسے چہرہ کا عاشق کس طرح ضبط کر سکتا ہے آگے چہرہ کے حسن کا بیان ہے کہ)

(۲۳) اے بدر (حقیقی) گویا بدر (ظاہری) بھی تیرے چہرہ کا محتاج ہے اور یہ اشعار حسین بن ضحاک خلیع باہلی کے ہین (جنکو اپنے حال کے مطابق پاکر ابن منصور نے پڑھا) پھر فاطمہ سے کہا تم ابو بکر شبلی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اے شبلی واللہ مین نے اُسکا کوئی راز شائع نہین کیا (یہ جواب ہے اُنکے سوال کا اور اس جواب کے کئی معنی محتمل ہین معلوم نہین کیا مراد ہی ایک یہ کہ مین نے ایسا کلمہ کہا ہی نہین جیسا بعض تاریخ دانون نے مجھ سے

بیان کیا ہو کہ کسی مورخ نے اُن سے اس کلمہ کا صدور نقل نہین کیا اور قتل کی بنا اور اُمور تھے جو اُنکی طرف منسوب کیے گئے خواہ غلط خواہ صحیح جنمین وہ ماُول یا معذور تھے لیکن یہ احتمال بعید اور خلاف مشہور ہے۔ دوسرے معنی محتمل یہ کہ مین نے یہ راز ظاہر نہین کیا خود محبوب ہی نے ظاہر کیا یعنی انا الحق کے ساتھ وہی متکلم ہین کما نسب بعض اہل الحال ۔ ؎

شور منصور از کجا وُ دار منصور از کجا　　خود زدی بانگ انا الحق بر سر دار آمدی

جیسا شجرۂ طور سے کلام حق انی انا اللہ کا ظہور ہوا اور جیسا بعض تفاسیر پر باحتمال قریب ملائکہ کا لسان عمرؓ سے ناطق ہونا حدیث مین ہو وھو ما عن علیؓ قال ما کنا نبعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمرؓ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ (کذا فی المشکوٰۃ) وفی الحاشیۃ عن السیدؒ واللمعات ویحتمل ان اراد بالسکینۃ الملک الذی یلہمہ ذلک القول اھ۔ اور جیسا مولانا رومیؒ نے مثنوی کے دفتر چہارم کے نصف کے ذرا بعد حضرت بایزیدؒ کے سبحانی ما اعظم شانی کے قصہ کی توجیہ مین ایک مسلم اور مشاہد نظیر بیان فرمائی ہے ؎

چون پری غالب شود بر آدمی　　گم شود از مرد وصف مردمی
ہرچہ گوید او پری گفتہ بود　　زین سری نہ زان سری گفتہ بود
چون پری را این دم و قانون بود　　کردگار ان پری خود چون بود
اوی تو رفتہ پری او خود شدہ　　ترک بے الہام تازی گو شدہ
چون بخود آید نداند یک لغت　　چون پری راہست این کار و صفت
پس خداوند پری و آدمی　　از پری کے باشدش آخر کمی
گہ تراز تو بکل خالی کند　　تو شوی پست او سخن عالی کند اھ

تیسرے معنی یہ کہ یہ راز ہی نہین جیسا بعض اہل حال نے ایک رسالہ مسمی بہ کلمۃ الحق مین دعوےٰ کیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کی یہی تفسیر ہے اور اسکی دعوت عام کیگئی ہے تو یہ راز نہین جاہلون نے معنی بگاڑ کر اسکو موحش موہم بنا لیا۔ اور چوتھے معنی بعید یہ ہوسکتے ہین کہ حق بمعنی ثابت اور اس مین سوفسطائیہ کا رد ہو کہ وہ حقائق اشیاء کے منکر ہین پس یہ قول مرادف ہوگا قول متکلمین کے حقائق الاشیاء ثابتۃ اور یہ حق ایسا ہوگا جیسے

اس آیۃ مین ہے والوزن یومئذن الحق ای الواقع الثابت اور ممکن ہی کہ عداوت مین اس تاویل کو قبول نہ کیا گیا ہو۔ اور ایک توجیہ اور بھی محتمل ہے جسکو حضرت مولانا رومی نے اس عبارت مین ذکر فرمایا ہے۔ استغراق آن باشد کہ او درمیان نباشد وا ورا جہد نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد ہر فعل کہ ازو آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد اگر ہنوز در آب دست و پا می زند آنرا غرق نہ گویند یا بانگے می زند کہ آہ غرق شدم این را نیز استغراق نگویند آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی ست مردم می پندارند کہ دعوے بزرگ ست انا العبد گفتن دعوے بزرگ ست انا الحق عظیم تواضع ست۔ آنکہ می گوید کہ من عبد خدایم دو ہستی اثبات می کند یکے خود را و یکے خدا را اما آنکہ انا الحق میگوید خود را عدم کرد و بباد داد و او میگوید کہ انا الحق یعنی من نیستم ہمہ اوست جز خدا ہستی نیست من بکلی عدم محضم و ہیچم تواضع درینجا بیشتر ست۔ این ست کہ مردم فہم نمی کنند۔ رسالہ فیہ ما فیہ کہ سلطان بہاؤ الدین از کلام مولانا در مجلس او نوشتہ اند (نیز حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہین۔ معنی عبارت انا الحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و وجود حق ست سبحانہ مکتوبات مجددی دفتر اول حصہ ۴ صلا مطبوعہ امرتسر۔) پھر فاطمہ نے (حضرت شبلی کے کہنے کے موافق کہ اگر وہ تمکو جواب دین تو پھر تصوف کی حقیقت پوچھنا) اُن سے کہا کہ تصوف کیا چیز ہے اُنھون نے (جواب مین دو باتین کہین ایک تو یہ) کہا جس حالت مین مین ہون (وہ تصوف ہے۔ دوسری بات یہ کہی کہ (واللہ مین نے نعمت اور بلا مین کسی وقت (بھی) فرق نہین کیا (یہ تصوف ہے) فاطمہ شبلی کے پاس آئین اور سب قصہ دُہرایا۔ شبلی نے (لوگون سے) کہا۔ اے لوگو پہلا جواب (اجمالی) تو تمھارے لئے ہے (کیونکہ تم اس سے زیادہ نہین سمجھ سکتے) اور دوسرا جواب میرے لئے ہے (کیونکہ مین اس بات کو سمجھ سکتا ہون کہ نعمت و بلا مین فرق نہ سمجھنا ممکن ہے اور عوام اسکا ضرور انکار کرینگے)

وقال ایضاً

وذکروا انہ لما قطعت یدہ فی دجلۃ صاح وقال ؎

(۲۴) وحرمۃ الود الذی لم یکن   یطمع فی افسادہ الدھر

(۲۵) ما نالنی عند هجوم البلا　　باس ولا مسنی الضرر

(۲۶) ما قُدَّ لی عضو ولا مفصل　　الا وفیه لکم ذکر

ترجمہ و شرح ۔ اور لوگون نے ذکر کیا ہے کہ جب اُنکے ہاتھ اور پانوٗن کاٹے گئے تو (ایک عاشقانہ) نعرہ مارا اور یہ اشعار کہے (جنکا آگے ترجمہ ہے اور یہ اشعار وزن و قافیہ مین اشعار بالا سے متقارب ہین گو بحر مین کچھ فرق ہے پس کہتے ہین کہ)

(۲۴) قسم کھاتا ہون اُس محبت کی حرمت کی جسکے بگاڑنے مین زمانہ (کبھی) طمع نہین کرسکتا (یعنی وہ محبت ایسی قوی ہے کہ انقلاب زمانہ نے اُسمین تغیر و ضعف کا احتمال نہین مین ایسی محبت کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ)

(۲۵) مجھ کو ہجوم بلا کے وقت (کبھی) نہ تکلیف پہونچی اور نہ (کبھی) مجھ کو کوئی ضرر لگا (یعنی مجھ کو تکلیف و ضرر محسوس ہی نہین ہوا)

(۲۶) میرا کوئی عضو یا جوڑ نہین کاٹا گیا جس مین تمھاری یاد نہ ہو (یعنی تمھاری یاد اُسوقت بھی دل سے نہ گئی اسی سے وہ تکلیف نہین معلوم ہوئی اس حالت کو کسی نے یون تعبیر کیا ہے ؎

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست　　تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

(تذنیب) وکتب بعض الصوفیۃ علی جذع الحلاج ۔

(ترجمہ) بعض صوفیہ نے حلاج کے دار پر یہ شعر لکھ دیا ۔

(۲۷) لیکن صدرک للاسرار حصنا لا یرام　　انما ینطق بالسر یفشیہ اللئام

ترجمہ و شرح ۔ (۲۷) تیرے سینہ کو اسرار کا ایسا (مضبوط) قلعہ ہونا چاہئے تھا جس (کے فتح کرنے) کا کوئی قصد ہی نہ کرسکتا ۔ اسرار کا تکلم اور افشا کم ظرف لوگ کیا کرتے ہین (یہ رائے ہے اس صوفی کی جو ابن منصور پر حجت نہین ۔ سینہ کا ایسا ہونا کسی کے اختیار مین نہین ممکن ہے کہ ابن منصور بزبان حال اس صوفی کو یہ جواب دے رہے ہون ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست　　حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

جب بم قلعہ سے بھی قوی ہو وہ قلعہ کو توڑ کر نکل جاتا ہے مگر ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

البتہ اگر وہ صوفی ابن منصور سے اکمل ہے تو اُسکو اس کہنے کا ایسا ہی حق ہے جیسے ہمارے مشائخ مین سے شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کہنے کا حق تھا۔ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بہ فریاد آمد اینجا مردانند کہ دریاہا فرو بردند و آروغ نہ زنند۔

وقال ایضاً

(۲۸) سبحان من اظھر ناسوتہ   سر سنا لاھوتہ الثاقب

(۲۹) ثم بدا فی خلقہ ظاھرا   فی صورۃ الاکل والشارب

(۳۰) حتے لقد عاینہ خلقہ   کلحظۃ الحاجب بالحاجب

ترجمہ وشرح۔ (۲۸) وہ ذات (حلول واتحاد سے) پاک ہے جس کے ناسوت نے اُسکے لاہوت منور کی روشنی کو ظاہر کیا (یعنی اُسکے لاہوت کا ظہور ناسوت مین ہوا اور مسئلہ مظہریت سے حلول و اتحاد لازم نہین آتا)۔

(۲۹) پھر وہ اپنی مخلوق مین آکل و شارب کی صورت مین ظاہر ہوا (جس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ عین آکل و شارب ہے یا اُسمین حلول کیے ہوئے ہے اُسکی ایک ناتمام مثال یہ ہے کہ خورشید کا ظہور آئینہ مین ہوتا ہے مگر اتحاد و حلول نہین ہوتا اور یہ مثال ناتمام اسلئے ہے کہ یہان انعکاس ہے وہ انعکاس سے بھی منزہ ہے کنہ اُس ظہور کی تو کسی کو بھی معلوم نہین البتہ وجہ اجمالی اہل ذوق کو مدرک ہوتی ہے اور غیر اہل ذوق اُس سے بھی محروم ہین اسلئے اُنکو اسمین کلام بھی جائز نہین اور اسی ظہور کے ایک درجہ کو تجلی بھی کہتے ہین جیسے شجرۂ طور مین بھی تجلی تھی اگر کسی انسان کامل مین کلام کی تجلی ہو جائے بُعد کیا ہے اور ظہور اس سے عام ہے۔ اور مغربی کے کلام مین برآمد کے معنی بھی ظہور بے کیف ہے اور وہ کلام یہ ہے ؎

زدریا موج گوناگون برآمد   ز بیچونی برنگ چون برآمد
گہے در کسوت لیلے فرو شد   گہے در صورتِ مجنون برآمد

اور فی صورۃ الاکل والشارب کا عنوان ایسا ہے جیسا حدیث مین ان اللہ خلق اٰدم علےٰ صورتہ کا عنوان ہے۔ آگے کہتے ہین کہ)۔

(۳۰) یہانتک کہ اُسکی مخلوق نے اُسکا (بواسطہ مظاہر کے) معاینہ کرلیا۔ جیسے آنکھ کی بینائی کا بواسطہ آنکھ کے (معاینہ کیا جاتا ہے کہ آنکھ مظہر ہے نور بصارت کا اور بلا واسطہ اس نور کا معاینہ نہین ہوسکتا فالحاجب بمعنے العین مجازاً بعلاقۃ المجاورۃ اوحقیقۃً بواسطۃ کون العین من افراد الحاجب لغۃً یعنی پردہ دار و بازدارندہ کما فی الصراح واتی بہ لرعایۃ الشعر والباء للاستعانۃ والکلام علےٰ تقدیر المضاف ای کرؤیۃ لحظۃ الحاجب بالاضافۃ الی المفعول ولم اظفر باحسن من ھذا التوجیہ فمن ظفر فلیبدلہ اور اس معاینہ بواسطہ کو معاینہ کہنا ایسا ہے جیسا مخفی نے علم بواسطہ کو دیدن کہدیا اس شعر مین ؎

درسخن مخفی منم چون بوے گل در برگ گل ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

وقال ایضاً فی الوقت الخاص

فلما اصبح یوم الثلاثاء لستٍ بقین من ذی القعدۃ (سنہ ۳۰۹ھ) اخرج لیقتل فجعل یتبختر فی قیدہ ویقول ؎

(۳۱) ندیمی غیر منسوب الی شیئ من الحیف
(۳۲) سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف
(۳۳) فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسیف
(۳۴) کذا من یشرب الراح من التنین فی الصیف

ترجمہ و شرح۔ جب منگل کے دن صبح ہوئی جبکہ ذی القعدہ ۳۰۹ھ مین چھ روز باقی رہگئے تھے قتل کیلئے (قید خانہ سے) باہر نکالے گئے۔ اپنی بیڑیون مین خرامان خرامان چلتے تھے اور یہ اشعار کہتے تھے (جنکا ترجمہ یہ ہے کہ)

(۳۱) میرا ندیم (جلیس) ذرہ برابر بھی ظلم کی طرف منسوب نہین۔

(۳۲) اُس نے مجھ کو بھی ویسی ہی شراب (محبت) پلائی جیسی خود پیتا تھا جیسا مہمان دوسرے مہمان کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے (کہ کھانے پینے کی چیزون مین اُسکو اپنا شریک رکھتا ہے)۔

(۴۳) پھر جب پیالہ کا دور چلنے لگا (جس سے پورا نشہ ہوگیا اور اُس نشہ مین مجھ سے آداب ضیافت مختل ہو گئے) تو اُس نے ادیم اور تلوار منگا لی (جس پر بٹھلا کر مجھ کو قتل کرایا کیونکہ وہ مہمان میزبان سے ایسی خصوصیت رکھتا تھا کہ ترک ادب پر جس معاملہ کا میزبان کو حق تھا اُسکی نیابت مین اُس مہمان نے کیا)۔

(۴۴) ایسی ہی حالت ہوتی ہے اُس شخص کی جو اژدہا مین سے گرمی کے زمانہ مین شراب پیے (اسمین ایک تیزی تو اژدہا کے اثر سے ہوگی دوسری تیزی موسم کی ہوگی کیونکہ اژدہا کا زہر گرمی مین زیادہ تیز ہوتا ہے) ف ذوقاً معلوم ہوتا ہے کہ مراد ندیم و جلیس سے شیخ ہین اور مین نے کہین دیکھا ہے کہ انکے شیخ حضرت جنید ہین جنھون نے ایسے کلمات کے ضبط نہ کرنے کے سبب ان سے ناخوش ہو کر انکو جدا کر دیا تھا اور اس ناخوشی سے یہ وبال آیا تو اس سبب کی طرف اسناد کر دی اور ممکن ہی کوئی اور بزرگ ہون اور وہ دوسرے بزرگ ؎ فتوے قتل مین شریک ہون گو دل سے نہون کیونکہ ان کی عذر کی حالت جانتے تھے مگر اُنکو رعایت کے مفاسد راجعہ الی الدین بتلا کر اُن سے موافقت پر اصرار کیا گیا اُن مفاسد پر مطلع ہونے سے اُنکو دونون شقون مین سے ہر شق کو اختیار کرنا جائز تھا مگر جماعت کی معیت کو ترجیح دیکر فتوے لکھدیا تو شعر اول ندیمی الخ مین اشارہ ہی کہ اس سببیت یا فتوے مین اُنپر الزام نہین کیونکہ داعیہ مصلحت شرعیہ سے تھا اور دوسرے شعر مین یعنی سقانی الخ مین اشارہ ہے کہ یہ حالت اُن ہی کی صحبت سے مجھ پر وارد ہوئی جیسی خود اُنپر وارد تھی مگر وہ ضبط کرتے تھے مجھ سے ضبط نہ ہوا اور چونکہ وہ بھی مبدأ فیاض سے مستفیض تھے اسلئے اُن کو بھی مہمان سے تشبیہ دی۔ اور تیسرے شعر مین یعنی فلما دارت الخ مین اشارہ ہے اُنکے سببیت یا فتوے کی طرف کہ وہ سبب ہوا قتل کا جیسے ادیم اور سیف کا منگانے والا داعی ہوتا ہے قتل کا اور چوتھے شعر یعنی کذا من یشرب الخ مین نفس کو جو کہ حامل ہوتا ہی کیفیات باطنیہ کا جنمین سکر بھی ہی تشبیہ دی اژدہا سے اور اس کیفیت کی تیزی کو تشبیہ دی گرمی سے اشارہ ہے اسطرف کہ اُس سکر سے متکیف ہونیسے جو کچھ مشابہ

؎ کیونکہ حضرت جنید اُسوقت زندہ نہ تھے۔ ۱۲۔ منہ۔

شراب نوشی کے شطح کی نوبت آئی جو سبب ہوا قتل کا ۔ واللہ اعلم باسرار عبادہ وکلامہم ۔

وقال ایضاً فی الوقت الخاص

انبأنا القاضی ابو العلاء قال لما اخرج الحسین بن منصور لیقتل انشد ؎

(۳۵) طلبت المستقر بکل ارض ۔۔۔ فلم ار لی بارض مستقرا

(۳۶) اطعت مطامعی فاستعبدتنی ۔۔۔ ولو انی قنعت لکنت حرا

ترجمہ و شرح ۔ طبری کہتے ہیں کہ ہم کو قاضی ابو العلاء نے خبر دی کہ جب حسین بن منصور قتل کیلئے (قید خانہ سے) باہر لائے گئے یہ اشعار پڑھے (جنکا ترجمہ یہ ہے اور ممکن ہے کہ اوپر کے اشعار بھی پڑھے ہون اور یہ بھی پڑھے ہون) ۔

(۳۵) مین نے ہر حصۂ زمین مین جائے قرار تلاش کی مگر مین نے کسی مقام مین جائے قرار نہ دیکھی

(۳۶) مین نے اپنی طمع کی اطاعت کی اُس طمع نے مجھ کو غلام بنا دیا اور اگر مین قناعت کرتا (طمع نہ کرتا) تو مین آزاد رہتا ۔ ف غالباً یہ اعتراف و اقرار ہے اپنے نقصان حال کا اور اظہار ہے اپنے عجز و نیاز کا یعنے میرے اقوال و افعال ایسے منکر تھے کہ مجھ کو کہین پناہ نہ ملی اور اسکا سبب نفس کا اتباع ہوا ورنہ مجھ سے کوئی تعرض نہ کرتا آزاد رہتا ۔ اس سے اوپر قاتلون کو معذور اور ان اشعار مین اپنے کو مازور قرار دیا تو اس سے امید ہے کہ وہ قبول توبہ سے ماجور ہونگے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ صریح الفاظ مین توبہ کیون نہ کرلی جیسے حضرت بایزید بسطامی صحو کے وقت صریح الفاظ مین سبحانی ما اعظم شانی سے تبری فرماتے تھے بات یہ ہے کہ سکر کی حالت مرفوع القلم ہونے کی ہے اُس حالت کے قول و فعل سے توبہ واجب نہ تھی جیسے حدیث تائب قول انا ربک وانت عبدی کے نقل کے بعد توبہ سے ساکت ہے اگر وجوب ہوتا شارع سکوت نہ فرماتے لیکن ادب کے سبب توبہ کی مگر بایزیدؒ کو صحو کامل ہوجاتا تھا اسلئے اُنکے الفاظ توبہ کے صاف ہین اور ابن منصور اُسوقت بھی من وجہ مغلوب السکر ہونگے اسلئے اللہ تعالٰے کے نزدیک بعزم توبہ اشارہ بھی کافی ہے خصوص جبکہ تقصیر بھی ایسے ہی غیر صریح و محتمل لوجوہ عنوان سے تھی ۔ فالتوبۃ مثل الحوبۃ وھذا اٰخر ما اردت فی حل ھذہ الاشعار واللہ اعلم ۔ ۲۲ ر ج ۱۳۵۲ھ ۔

وثم ظفرت ببعض الاشعار من المولوی ظفر احمد فالحقتها بالسابق۔
وقال القناد لقیت الحلاج یوما فانشد نی۔

وقال ایضاً

(۳۷) ولی نفس ستتلف او سترقی لعمرک بی الی امر عظیم
متعلق بقولہ سترقی ۱۲

وقال

(۳۸) لم یبق بینی وبین الحق اثنان ولا دلیل بآیات وبرهان
(۳۹) کان الدلیل لہ منہ الیہ بہ حقا وجدناہ فی علم وفرقان
ای تعدد ۱۲
(۴۰) ھذا وجودی وتصریحی ومعتقدی ھذا توحد توحیدی وایمانی
(۴۱) ھذا التجلی نور الحق نائرۃ قد ازھرت فی تلألیہا بسلطان
تلألا الشئی اظہر ولمع ۱۲
(۴۲) لایستدل علی الباری بصنعتہ وانتم حدث یبنی عن ازمانی

(واقعہ) قناد کہتے ہین کہ مین ایک روز حلاج سے ملا اُنھون نے میرے سامنے یہ شعر پڑھا۔
ترجمہ وشرح۔ (۳۷) اور میرا ایک نفس ہے کہ وہ عنقریب تلف کیا جاویگا یا قسم ہے کہ وہ مجھ کو کسی امر عظیم کی طرف ترقی دیگا۔ ف یہ مانعۃ الخلو ہو سکتا ہے چنانچہ ہلاک کا قصہ مشہور ہے اور ترقی بھی ہوئی کہ وہ ہلاک مجاہدہ تھا گو اضطراری ہی ہوا ور مجاہدہ مطلقاً موجب ترقی ہوتا ہے۔

(۳۸) مجھ مین اور حق تعالے مین (ایسا ارتباط ہے کہ درمیان مین) دو کا عدد نہین رہا اور (چونکہ یہ امر ذوقی ہے اسلئے اسپر) کوئی دلیل آیات (یعنی دلیل نقلی) اور برہان (یعنی دلیل عقلی) سے نہین۔ ف اگر یہ ارتباط تکوینی ہے تو عام ہے اور اگر تشریعی ہے جو نسبت باطنی سے ہوتی ہے تو مقبولین کے ساتھ خاص ہے اور ہر حال مین غیر معلوم الکنہ ہے وفیہ قال الرومیؒ ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

اور شدت ارتباط سے دو چیزون مین وحدت کا حکم کردینا ہر زبان کے محاورات مین شائع ہے اسی محاورہ پر حدیث وارد ہے کما فی جمع الفوائد باب النفل والخمس عن جبیر

قال صلے اللہ علیہ وسلم انما بنوالمطلب و بنو ہاشم شیئ واحد و فی روایۃ قولہ علیہ السلام وانما نحن وھم شیئ واحد و شبك بین اصابعہ للبخاری وابی داؤد والنسائی۔ البتہ یہ مجاز ہوگا۔ اسیطرح شعر ہذا مین حقیقت پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا۔

(۳۹) حق تعالیٰ (کیلیئے حکم خاص مذکور شعر بالا) کی دلیل اُسی کی طرف سے (شروع) ہے (اور) اُسی پر ختم ہے (اور) اُسی کے مصاحب ہی (یعنی حکم مذکور مین اُسی کی ذات اُسکی دلیل ہے۔ وہذا کقول الرومی رحمہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب　　　گر دلیلت باید ازوے رومتاب

جب ذات ہی دلیل ہے تو اُسکو حکم مذکور کا مبدأ بھی کہہ سکتے ہین اور مرجع بھی اور مع بھی) ہم نے اس (حکم) کو حق پایا ہے علم (خاص مین) اور قول فیصل مین۔ ف۔ مُراد اس سے علم ذوقی ہی کہ بعض وجوہ سے انکشاف مین اُسکی ایک خاص شان ہے اگرچہ خود وہ انکشاف نہ حجت ہی نہ مقصود جیسے مقوی دوا کا نافع ہونا دلیل سے ثابت ہوا اور اُسکے تناول کے بعد کسی کو نشاط محسوس ہونے لگے تو یہ انکشاف ایک خاص شان کا ہوگا اگرچہ اُسمین کبھی غلطی بھی ہوسکتی ہی جو دلیل مین نہین ہوسکتی وہ غلطی یہ کہ وہ نشاط کسی عارض سے ہو مثلاً کسی محبوب کی ملاقات یا کسی کی مدح یا کچھ مال مل جانا مگر یہ دوا کی طرف منسوب کرتا ہو خوب سمجھ لو۔

(۴۰) یہ (جو مذکور ہوا) میرا وجد ہے (جو ارتباط کی کیفیت مذکورہ سے متکیف ہے) اور میری تصریح ہے (کہ اُسکو صاف صاف کہہ رہا ہون) اور میرا اعتقاد ہے اور یہ میری توحید کا تفرد ہے (یعنی اکثر لوگون کے اعتبار سے کہ وہ اسکے قایل نہین) اور میر الیقین ہے۔

(۴۱) یہ تجلی ہے نور حق کی جو نورانی ہے (منصوب علے الحال ومرفوع علے کونہ خبرابعد خبر والتانیث بتاویل لمعۃ) جو اپنی تابش مین قوت کے ساتھ روشن ہو رہی ہے

(۴۲) باری تعالیٰ (کے کنہ وجود و کنہ کمالات) پر اُسکی مصنوعات سے استدلال نہین ہوسکتا اور (اسکی ایسی مثال ہے جیسے) تم ایک ایسے نوجوان ہو جو میری (خاص) قدامت کی خبر دینے لگے (مثلاً یہ خبر دے کہ مجھ سے پچاس سال بڑے ہین تو کیا اس خبر کو دلیل صحیح

کہہ سکتے ہین ہرگز نہین کیونکہ جب یہ نوجوان تھا ہی نہین تو یہ مقدار قدامت کی کیسے متعین کر سکتا ہے پس حادث کسی قدیم کی کسی وصف کے کنہ پر دلیل نہین ہو سکتا۔

(تنبیہ) اس شعر کا یہ حل مذکور اس بنا پر کیا گیا کہ ازمانی مین یائے متکلم قرار دگیئی اور ازمان کو مصدر باب افعال سے قرار دیا گیا کما فی القاموس ازمن اتی علیہ الزمان مگر لکھنے کے بعد اس حل مین شرح صدر نہین ہوا تردد رہا اسلئے مین نے احتیاطاً عزیز فاضل مولف رسالہ القول المنصور سے مشورہ لیا اُنھون نے اپنے ذوق سے یہ رائے ظاہر کی کہ غالباً یائے متکلم غلط چھپ گئی اور یہ لفظ ازمان جمع زمن کی ہے اس بنا پر تقریر حل یہ ہو گی کہ باری تعالی پر اُسکی مصنوعات سے استدلال نہین ہو سکتا اور (وجہ اُسکی یہ ہے کہ) تم (مثلاً اور اسیطرح جمیع مصنوعات اس شان کے) حادث ہو جو از منہ (اور زمانیات) سے خبر دے رہا ہے (خواہ قالاً خواہ حالاً اسمین دلالت بھی داخل ہو گئی) اور اللہ تعالی زمانہ سے منزہ ہی اسلئے حوادث اُسکی کنہ سے خبر نہین دے سکتے اور اسپر دلالت نہین کر سکتے لعموم الخبر للدلالۃ کما سبق آنفا اور کنہ کی قید اسلئے لگائی کہ دلالت بالوجہ تو ممکن اور واقع ہی اسلئے یہ شبہ نہین رہا کہ اثبات صانع کے دلائل تو باجماع علماء صحیح مانے جاتے ہین۔ یہ تعبیر ہے اُن عزیز کی رائے کی میری عبارت سے اور چونکہ میرا ذوق بھی اس ذوق کے موافق ہو گیا اسلئے اسکو قبول کر کے ذکر کر دیا گیا۔

وقال ایضاً ومعہ النثر التابع للنظم

وکتب الی ابی العباس بن عطاء رحمہ اللہ تعالی۔ اطال اللہ حیاتک + واعدمنی وفاتک۔ علی احسن ماجری بہ قدر۔ اونطق بہ خبر۔ مع مالک فی قلبی من لواعج اسرار محبتک۔ وافانین ذخائر مودتک۔ مالا یترجمہ کتاب۔ ولا یحصیہ حساب۔ ولا یفنیہ عتاب۔ ثم کتب تحت ذلک ؎

(۴۳) کتبت ولم اکتب الیک وانما ۔۔۔ کتبت الی روحی بغیر کتاب

(۴۴) وذلک ان الروح لا فرق بینہا ۔۔۔ وبین محبیہا بفصل خطاب[ع]

ع اے بل القرب بینہا بلا اسباب لان الارواح جنود مجندۃ الحدیث ۱۲

(۴۵) وکل کتاب صادر منک وارد الیک بلا رد الجواب جوابی

من الطبقات الکبریٰ للشعرانی صفحہ ۹۳ ج ۱

(واقعہ) اور اُنھون نے ابوالعباس ابن عطار کو ایک خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری حیات دراز کرے اور میرے سامنے تمھاری وفات کو معدوم رکھے اُن احسن حالات پر جن پر تقدیر جاری ہو چکی یا کوئی خبر اُسکے ساتھ ناطق ہو چکی (یہ سب مقدر رہی ہے مگر ایک مخفی ہے ایک ظاہر ہو گئی) مع اُن کیفیات کے جو تمھارے متعلق میرے قلب مین ہین یعنی تمھارے اسرار محبت کی سوزشین اور تمھارے ذخائر مودت کے روشنین جنکو نہ کوئی مکتوب بیان کر سکتا ہے اور نہ کوئی حساب اُسکا احاطہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی عتاب اُسکو زائل کر سکتا ہے (اسطرح سے کہ عتاب ہی نہ ہو یا اگر ہو تو مزیل محبت نہو) پھر اسکے نیچے یہ اشعار لکھے۔

ترجمہ و شرح۔ (۴۳) مین نے خط تو لکھا ہے مگر تمھاری طرف نہین لکھا بلکہ اپنی روح کیطرف لکھا بغیر ظاہری خط کے (یعنی اصل خطاب روح کو ہے جسکو ظاہری خط کی حاجت نہین)۔

(۴۴) اور (مین نے جو تمھاری روح کو اپنی روح کہدیا) یہ اسوجہ سے ہی کہ (کسی) روح مین اور اُسکے محبین مین کسی (ظاہری) خطاب فی اضح کی رو سے قرب نہین (جو اس خطاب مذکور کا محتاج ہو بلکہ قرب بلا اسباب ظاہری ہے جنمین سے ایک خطاب مذکور بھی ہے جیسا حدیث مین ہی الارواح جنود مجندۃ الخ اور جب یہ قرب بلا اسباب ظاہری ہے تو فطری ہوگا اور جب فطری ہوگا تو نہایت قوی مشابہ اتحاد کے ہوگا اسلئے مخاطب کی روح کو اپنی روح کہدینے مین کوئی استبعاد نہین۔

(۴۵) اور (آگے اس قرب مشابہ اتحاد پر تفریع ہے کہ) جو خط تمھاری طرف سے (میری طرف) صادر ہوا (وہ حقیقت مین میری طرف سے) تمھاری طرف وارد ہو رہا ہے اور (اسلئے) وہ بدون جواب دیئے ہوئے میرا جواب ہے (اسکا اتحاد پر متفرع ہونا ظاہر ہے۔ فقولہ کل کتاب مبتدأ وقولہ صادر نعت لہ وقولہ وارد خبر اول للمبتدأ وجوابی خبر ثان لہ وقولہ بلا رد الجواب قید مقدم لجوابی بمنزلۃ الحال منہ واللہ اعلم۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ + رسالہ اشعار الغیور بکانی اشعار ابن منصور مع الحاق تمام ہوا۔

اشرف علی

ضمیمہ اشعار الغیور

از مولوی ظفر احمد سلمہ

نوٹ:۔ یہ چند اشعار بعد مین ملے چونکہ حضرت مؤلف دام مجدہم کی طبیعت ناساز تھی اسلئے احقر ظفر نے انکا ترجمہ و مطلب حل کرکے حضرتؒ اقدس کے ملاحظہ و اجازت کے بعد اسکو اشعار الغیور کا ضمیمہ بنا دیا۔

وقال ایضًا کما فی صلۃ الطبریؒ

(۴۶) الکاس سهل لی الشکوی بنا ئیکم — وما علی الکاس من شرابها درك

(۴۷) هبنی ادّعیت بانی مدنف سقم — فما المضجع جنبی کلّه حسك

(۴۸) هجر یسوء و وصل لا اسرّ به — مالی یدور بما لا اشتهی الفلك

(۴۹) نکلما زاد و معی زاد نی قلقا — کاننی شمعة تبکی فتنسبك

ترجمہ و شرح:۔ (۴۶) جام (شراب محبت) نے میرے لئے اُس بیماری کو سہل کر دیا جو تمہارے فراق کے سبب لاحق ہوئی تھی (ظاہر ہے کہ فراق محبوب کی تلخی کو لذت محبت ہی آسان کر دیتی ہے اگر عشق مین لذت نہ ہوتی تو تلخی فراق کا تحمل نہ ہوسکتا۔ جام سے مراد ذکر الٰہی اور طاعات و عبادات ہین جو مورث محبت بھی ہین اور سوز محبت کو قابل تحمل بنانے والی بھی) اور پینے والون (کی حالت) سے جام پر تو کوئی الزام نہین (مطلب یہ کہ اگر شراب محبت کی وجہ سے عاشقون کی حالت مختلف ہو کوئی تمکین و سکون سے بہرہ ور ہو کوئی تلوین و اضطراب مین مبتلا ہو تو اس سے جام پر تو کوئی دھبہ نہین آتا یہ تو ہر شخص کی اپنی اپنی استعداد ہے جام محبت فی نفسہ لطیف اور مرغوب ہی ہی غالبًا اشارہ اسطرف ہے کہ میری خستگی اور پریشانی اور بدحالی کو دیکھ کر کوئی جام محبت سے وحشت نہ کرے کیونکہ میری بدحالی میری نظری استعداد سے ناشی ہے جام محبت کی وجہ سے نہین چنانچہ اولیا رہین ہزارون خوشحال اہل کمال بھی ہین)۔

عہ حضرت اقدس نے ملاحظہ کے بعد تحریر فرمایا ترجمہ دیکھ لیا محامل کی خوبی قابل داد ہے ۱۲ ظ

عہ فی المنقول عن صلۃ الطبری بمنتا بکو وھو من تصحیف الکاتب علی ما یشھد بہ ذوقی ۱۲ ظ

(۴۷) (آگے محبوب سے خطاب ہے کہ) اچھا مان لو کہ مین نے ہی دعوے کیا ہے کہ (محبت کی وجہ سے) لاغر و بیمار ہون تو میری خوابگاہ کو کیا ہوا کہ وہ بھی سراسر خار ہی بن گئی (اُس نے تو محبت و عشق کا دعوے نہین کیا پھر اُسمین یہ سوزش کہان سے آگئی کہ مجھ سے خوابگاہ مین لیٹا نہین جاتا اسمین یہ بتلایا ہے کہ جب عشق و محبت کا غلبہ ہوتا ہے ہر چیز مین اُسکا اثر محسوس ہوتا ہے عشق مین دل تو بیچین ہوتا ہی ہے ہر چیز بے چین اور پُر خار نظر آتی ہی

(۴۸) فراق تکلیف دہ ہے اور وصال سے بھی مجھے (پوری) خوشی نہین ہوتی (کیونکہ دنیا مین لقاء و دیدار دشوار ہے اور پورا وصال اسی پر موقوف ہے دنیا مین جس درجہ کا نام صوفیہ نے وصال رکھا ہے وہ ادھورا وصال ہے جس سے پوری تسلی نہین ہوتی پھر اُسپر بھی دوام یقینی نہین ہر وقت تبدیل و تحویل کا خطرہ لاحق ہے اسلئے پوری خوشی کیونکر ہو ہر وقت بحر تلخ و بحر شیرین کے درمیان رہنا ہوتا ہے کہ ایمان خوف و رجا ہی کا نام ہی) مجھے کیا ہوا کہ چرخ میری خواہش کے خلاف گھوم رہا ہے (کہ اول تو دنیا مین وصال تام میسر نہین اور جو درجہ میسر ہے حوادث زمانہ سے اُسمین بھی خلل پڑ جاتا ہے)

(۴۹) پھر جسقدر میرے آنسو زیادہ بہتے ہین اُسیقدر بیچینی بڑھتی ہے (رونے اور توبہ استغفار کرنے سے گو تلافی مافات ہو جاتی ہے مگر بے چینی پھر بھی کم نہین ہوتی کیونکہ کیا خبر توبہ قبول ہوئی اور مغفرت حاصل ہوئی یا نہین) پس گویا مین شمع (سوزان) ہون کہ روتی بھی ہے پگھلتی بھی ہے سف جو حضرات والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الی ربهم راجعون کے مصداق ہین وہ اپنے استغفار سے بھی استغفار کرتے اور گریہ و زاری کے بعد بھی مطمئن نہین ہوتے اور گو بظاہر یہ سخت مصیبت کی حالت ہے مگر جام محبت یعنی ذکر اللہ و عبادت نے ان سب تکالیف کو آسان اور قابل برداشت بنا دیا بلکہ لذیذ بھی کر دیا ہے کہ اُنکے نزدیک اس درد محبت کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم کی بھی کچھ ہستی اور قیمت نہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

تذنیب از اشرف علی۔ انکا ایک شعر شراح مثنوی نے اور لکھا ہے جسکے مضمون کو مولانا نے ان دو شعرون مین ادا کیا ہے ؎

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی موتی حیاۃً فی حیات
اقتلونی اقتلونی لائما ان فی قتلی حیوتی دائما

وہ اصل شعر یہ ہے ؎

(۵۰) اقتلونی یا ثقاتی ان فی قتلی حیاتی

مطلب ظاہر ہے کہ اشتیاق وصول مین موت کی تمنا کر رہے ہین جو علامات ولایت سے ہے کما قال تعالیٰ ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اور اسپر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ تاریخ مین منقول ہے کہ اُنھون نے قاتلین سے کہا تھا کہ میرا خون تمھارے لیئے مباح نہین جواب یہ ہے کہ یہ تبلیغ ہے ادائے حق کیلئے اور تبلیغ اختیاری اور اشتیاق غیر اختیاری ہین کچھ تعارض نہین۔

ورایت فی فتاوی ابن حجر مطلب فی جواب لغزالی عن کلام الحلاج وقد رؤی فی ثیاب رثۃ فقیل لہ ما حالک فقال ؎

(۵۱) لئن امسیت فی ثوبی عدیم لقد بلیا علی حر کریم
(۵۲) فلا یحزنک اذا بصرت حالا تغیر فی عن حال قدیم
(۵۳) فلی نفس ستتلف و سترقی لعمر اللہ فی امر جسیم

الحل الضروری المختصر۔ قولہ امسیت بصیغۃ المتکلم۔ قولہ ثوبے تثنیۃ مضاف الی عدیم بمعنے المفلس۔ قولہ بلیا الضمیر الی الثوبین قولہ حر کریم اراد نفسہ۔ قولہ ابصرت بصیغۃ الخطاب قولہ فی بیاء المتکلم۔ قولہ جسیم عظیم وقد وقع کلا الامرین التلف والترقی فی امر عظیم وکون قتلہ امرا عظیما ظاہر۔

ثم نقل الاشعار الاتیۃ المولوی محمد شفیع سلمہ اللہ البصیر السمیع من تاریخ بغداد للخطیب وارسلہا الی

قال نشدنا ابوحاتم الطبری للحسین بن منصور

(۵۴) جبلت روحک فی روحی کما یجبل العنبر بالمسک الفتق
(۵۵) فاذا مسک شیٔ مسنی فاذا انت انا لا نفترق

ترجمہ وشرح۔ (۵۴) تیری روح میری روح مین سما گئی جیسا عنبر مشک ناز کے ساتھ سما دیا جاتا ہے
(۵۵) پس جب لگتی ہی تجھ کو کوئی شے وہ مجھ کو بھی لگتی ہے سو اس حالت مین تو مین ہی ہن
ہم جدا جدا نہین ہین۔ یہ خطاب خواہ محبوب حقیقی کو ہو خواہ محبوب مجازی کو مبنی ہے غلبۂ توحید
پر جو ابن منصور کا مشہور مشرب ہے۔

وایضاً انشد ابو حاتم الطبری لابن المنصور

(۵۶) مزجت روحك فی روحی کما　　　تمزج الخمرة بالماء الزلال
(۵۷) فاذا مستك شئ مسنی　　　فاذا انت انا فی کل حال

ترجمہ وشرح۔ اسکا بھی وہی حاصل اور وہی مبنی ہی جو اوپر کے اشعار کا تھا۔

قال احمد بن محمد بن عمران البغدادی قال انشدنی الحسین بن منصور الحلاج لنفسہ بالبصرة

(۵۸) قد تحققتك فی سرّی فخاطبك لسانی
(۵۹) فاجتمعنا لمعان　　　وافترقنا لمعان
(۶۰) ان یکن غیبك التعظیم عن لحظ العیان
(۶۱) فلقد صیرك الوجد من الاحشاء دان

ترجمہ وشرح۔ (۵۸) مین نے تجھ کو موجود کر لیا اپنے باطن مین سو خطاب کرنے لگی تجھ سے میری زبان۔ (یہ شعر بھی اُسی مذاق بالا پر ہے)۔

(۵۹) سو ہم دونون جمع ہو گئے بہت سے وجوہ سے اور ہم دونون جدا ہو گئے بہت سے وجوہ سے (اسمین اعتدال ہے توحید کا کہ ہم نہ من کل الوجوہ متحد ہین اور نہ من کل الوجوہ جدا ہین۔ یہی اعتدال ہے اس مشرب کا)۔

(۶۰ و ۶۱) اگر غائب کر دیا ہے تجھ کو عظمت نے نگاہ معاینہ سے سو باطن سے قریب کر دیا ہے تجھ کو غم عشق نے (یہی دونون غیبت وحضور عظمت وعشق کے مقتضا ہین۔ اور ترکیب کا مقتضا دانیاً تھا مگر ضرورت وزن سے منصوب نہ آسکا)۔

وقال ابو منصور احمد بن محمد بن مطر انشدنی ابو عبدالله الحسین بن منصور الحلاج لنفسہٖ و حبست معہ فی المطبق

(المطبق سجن تحت الارض کذا فی المنجد من طبق عنشاہ)

(۶۲) دلال یا محمد مستعار — دلال بعد ان شاب العذار

(۶۳) ملکت و حرمۃ الخلوات قلبا — لعبت بہ و قر بہ القرار

(۶۴) فلا عین یؤرقہا اشتیاق — ولا قلب یقلقلہ ادکار

(۶۵) نزلت بمنزل الاعداء منی — وبنت فلا تزور ولا تزار

(۶۶) کما ذہب الحمار بام عمرو — فلا رجعت ولا رجع الحمار
من البون ۱۲

ترجمہ و شرح ۔ (۶۲) (غالباً کسی ایسے دوست کو لکھ رہے ہیں جس نے بیجا برتاؤ سے انکو نفور کر دیا ہے پس کہتے ہیں) اے محمد تیرا ناز مستعار ہے (یعنی اصلی نہیں آگے اسکی ایک گونہ تفصیل ہے یعنی) یہ ناز ہے بعد اسکے کہ موے رخسار سفید ہو گئے (ایسی حالت میں اسکا اصلی نہ ہونا ظاہر ہے) ۔

(۶۳) حرمت خلوت کی قسم تو ایسے قلب کا مالک ہوا تھا (یعنی میرے قلب کا) کہ تو نے اسکو بازیچہ بنا رکھا تھا اور (میرے) ثبات نے اسکو (اس حالت پر) قرار دے رکھا تھا ۔ یعنی پہلے اسکی یہ حالت تھی ۔ اور حرمت خلوت کی قسم اس بنا پر ہے کہ وہ عاشق کی نظر میں بڑی معظم چیز ہے اب آگے کہتے ہیں کہ وہ حالت اب نہیں رہی) ۔

(۶۴) سو (اب یہ حالت ہے کہ نہ (میری) ایسی آنکھ ہے کہ اسکو اشتیاق بیدار رکھے اور نہ (میرا) ایسا قلب ہے کہ اسکو (تیری) یاد بےچین کرے (کیونکہ یہ سب آثار محبت کے ہیں اور محبت رہی نہیں ۔)

(۶۵) اب تو میرا بجاے دشمن کے ہو گیا اور (مجھ سے) جدا ہو گیا ۔ سو اب نہ تو ملتا ہے نہ تجھ سے کوئی ملتا ہے ۔

(۶۶) (تیرا معاملہ اس مثل کا سا ہو گیا جیسا مشہور ہے یعنی) جیسا گدھا ام عمرو کو لیکر چلدیا سو نہ ام عمرو لوٹی اور نہ گدھا لوٹا ۔ (غالباً ان اشعار میں عارضی محبوبوں کی وفاداری کی

محبت کے زوال پر متنبہ کرنا ہے۔)

ایضاً لہ

(۶۷) اریدک لا ارید للثواب ولکنی اریدک للعقاب

(۶۸) وکل مآربی قد نلت منہا سوی ملذ وذ وجدی بالعذاب

ترجمہ و شرح۔ (۶۷) مین آپ کو مقصود بناتا ہون (لیکن) ثواب کیلئے نہین مقصود بناتا لیکن عقاب کیلئے مقصود بناتا ہون (یہ مراد نہین کہ ثواب سے اعراض کیا جاتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ صرف ثواب کیلئے مقصود نہین بناتا بلکہ اگر آپ کی طرف سے عقاب بھی ہو مین اُسکو بھی ویسا ہی مقصود سمجھتا ہون اور مراد یہان ثواب و عقاب سے اخروی نہین بلکہ دنیا کی نعما رو بلا مراد ہین)۔

(۶۸) اور مین اپنی کل حاجتون کا حصہ لے چکا ہون بجز لذت عشق کے جو عذاب سے حاصل ہوتی ہے (اسکی آرزو باقی ہے۔ اسکا بھی قریب قریب وہی حاصل ہے جو اوپر کے شعر کا تھا اور اس شعر کے پہلے مصرعہ مین جو من تبعیضیہ آیا ہے یہ مبنی ہے واقع پر کیونکہ کل حاجتین تو کسی کو عادۃً حاصل نہین ہوتین۔)

وقال ابو الفتح الاسکندری قال نشدنی لقناد قال نشدنی الحسین بن منصور الحلاج

(۶۹) متی سہرت عینی لغیرک او بکت فلا اعطیت ما منیت و تمنت

(۷۰) وان اضمرت نفسی سواک فلا رعت ریاض المنی من جنتیک و جنت

ترجمہ و شرح۔ (۶۹) میری آنکھ جب تیرے غیر کیلئے جاگے یا روئے (یہ جاگنا اور رونا آثار عشق سے ہے مراد یہ ہے کہ مین اگر کسی غیر سے عشقبازی کرون) پس اُس آنکھ کو وہ چیز نصیب نہ ہو جسکی آرزو اسکو دلائی جائے یا وہ خود اُسکی آرزو کرے (دا و بمعنی او کے ہے)

(۷۰) اور اگر میرا نفس تیرے سوا کسی کو اپنے ضمیر مین رکھے تو اُسکو تیرے دونون باغون (یعنی دونون رخسارون) کے چمن آرزو سے گلچینی نصیب نہ ہو اور وہ مجنون ہو جاوے (اسکا بھی وہی حاصل ہے جو شعر بالا کا تھا اور غالب یہ ہے کہ جنتیک کی جگہ وجنتیک ہوگا

تو ترجمہ یہ ہوگا کہ اُسکو تیرے دونون رخسارون کے بلاغ آرزو سے گلچینی نصیب ہو الخ)۔

ولہ ایضاً

(۱) دنیا تغالطنی کانّی لست اعرف حالہا

(۲) خطر الملیک حرامہا وانا احتمیت حلالہا

(۳) فوجدتہا محتاجۃ فوھبت لذتہا لہا

ترجمہ وشرح - (۱) دنیا مجھ کو مغالطہ دیتی ہے (یعنی اپنے محاسن دکھلاکر مجھ کو فریفتہ کرنا چاہتی ہے) گویا کہ مین اُسکا حال پہچانتا نہین۔

(۲) (مجھ کو تو اُسکی ایسی پہچان ہے کہ) منع کیا ہے بادشاہ نے (یعنے اللہ تعالیٰ نے) اُسکے حرام سے اور مین بچتا ہون اُسکے حلال سے بھی۔ (باوجودیکہ اُسکے اختیار کرنے مین کوئی معصیت نہین مگر مین نفرت کیوجہ سے اُس سے بھی بچتا ہون۔

(۳) پس مین نے اُسکو محتاج پایا (ورنہ وہ اپنے طالبون کو اپنی طرف کشش نہ کرتی معلوم ہوا کہ وہ اُنکی محتاج ہے) اسلئے مین نے اُسکی لذت اُسی کو ھبہ کردی (خود اُس سے منتفع نہین ہوا محتاج سے کیا نفع حاصل کیا جاوے)۔

قال بوالحدید یعنی المصری لما کان اللیلۃ التی قتل فی صبیحتہا الحسین بن منصور قام من اللیل فصلی ما شاء اللہ فلما کان اٰخر اللیل قام قائما فتغطی بکسائہ ومدیدیہ نحو القبلۃ فتکلم بکلام لم یفہم ولذا حن فتہ وفی اٰخرہ انی احتضرت وقتلت واحرقت) ثم انشاء یقول

(یعنی یہ اشعار اُس شب مین پڑھے جس کی صبح کو قتل کئے جاوینگے اور شب ہی مین اپنے قتل اور احراق کی پیشینگوئی کی تھی)۔

(۴) انعی الیک نفوسا طاح شاھدھا فی ما وراء الحیث اوفی شاھد القدم

(۵) انعی الیک قلوبا طالما ھطلت سحائب الوحی فیہا ابحر الحکم

(۶) انعی الیک لسان الحق منک ومن اودی وتذکارہ فی الوھم کالعدم

(۷۷) انعی الیك بیانا یستکین له — اقوال کل فصیح مقول فهم

(۷۸) انعی الیك اشارات العقول معا — لم یبق منهن الا دارس لعدم

(۷۹) انعی وحبك اخلاقا لطائفة — کانت مطایاهم من مکمدا لکظم

(۸۰) مضی الجمیع فلا عین ولا اثر — مضی عاد وفقدان الاولی ارم

(۸۱) وخلفوا معشرا یحذون لبستهم — اعمی من البهم[ع] بل اعمی من النعم

ترجمہ وشرح۔ (۷۴) (غالبًا یہان خطاب محبوب حقیقی کو ہے اپنے قتل کے بعد اہل کمال کی جو کمی ہوجائے گی اُسکو ناز سے ظاہر کرتے ہین) مین آپ کو خبر ماتم پہونچاتا ہون ایسے نفوس کی جنکا شاہد (یعنے مشاہدہ کرنے والا) ورا امکان مین یا شاہد قدم مین متحیر ہوگیا۔ (شاہد کے لوازم سے مشاہدہ ہے اسلئے مجازاً شاہد اول سے مراد صاحب مشاہدہ ہے اور شاہد قدم مین شاہد بمعنے حاضر ہے اور اضافۃ بیانیہ ہے مراد خود قدم ہے کما فی قولہ تعالی شجرۃ الزقوم الخ اور یہ قدم حقیقی نہین قدم اضافی ہے یعنی عالم ملکوت یا عالم مجردات۔ حاصل یہ ہوا کہ میرے قتل کے بعد ایسے نفوس مذکورہ کا جسمین میرا نفس بھی ہے اگر کوئی شخص عالم لامکان یا بلفظ دیگر عالم قدس مین مشاہدہ کریگا حیرت زدہ رہجاویگا یعنے اُس عالم مین اُنکی یہ شان ہوگی۔

(۷۵) مین آپ کو خبر ماتم پہونچاتا ہون ایسے قلوب کی کہ مدت سے سحاب وحی اُن مین حکمتون کے دریا برسا رہا ہے (مراد اپنا قلب ہے جو قتل کے بعد مفقود ہوجائیگا)۔

(۷۶) مین آپ کو خبر ماتم پہونچاتا ہون لسان حق کی جو آپ سے فائز ہوا اور ایسے شخص کی جو ہلاک ہوگیا اور اُسکی یاد وہم مین کالعدم ہوگئی (مراد اپنی زبان ہے جو اللہ تعالٰے کی طرف سے فیضیاب ہوتی تھی اور ایسی ذات یعنی اپنی جس کی یاد اُسکے ہلاک ہونے کے بعد خیال مین بھی کالعدم ہوگئی)۔

(۷۷) آپ کو خبر ماتم پہونچاتا ہون ایسے بیان کی کہ اُسکے سامنے تمام فصیح اور زبان آور

[ع] البھیمۃ کل ذات اربع کما فی القاموس وکل حی لا یمیز والانعام کما فی البیضاوی سورۃ النحل الابل والبقر والغنم وفی المائدۃ ثمانیۃ ازواج ۱۲ منہ

اور فہیم شخصون کے اقوال پست ہوجاتے تھے (مراد اپنا بیان ہے)۔
(۷۸) مین آپ کو خبر ماتم پہونچاتا ہون تمام اشارات عقول کی جنمین سے کچھ باقی نہین رہا بجز مٹ جانیوالے عدم کے (یعنی مجھ کو اشارات عقول کا یعنی وہ اشارات جن سے عقول کی رہبری ہوسکے وہ درجہ میسر ہوا تھا کہ میرے بعد اُنکا کوئی حصہ بجز بے نشان عدم کے باقی نہین رہے گا)۔
(۷۹) قسم آپ کی محبت کی مین خبر ماتم پہونچاتا ہون خاص اخلاق کی جو ایسی جماعت کو حاصل تھے جن کی سواریان گھٹن کے رنج کی ہین (مراد اس جماعت سے عشاق کی جماعت ہے کہ اُنکا اوڑھنا بچھونا غم اور اندوہ ہی ہے مطلب یہ کہ ایسے عشاق کے اخلاق بھی میرے بعد گم ہوجائینگے کیونکہ ایسا کوئی عاشق نہ رہے گا)۔
(۸۰) یہ سب اوصاف والے گذر گئے (یعنے میرے بعد گویا سب ختم ہوجائینگے) پھر نہ کوئی ذات ہوگی نہ کوئی نشان ہوگا۔ ان کا گذرنا عاد کا سا ہوگا اور انکا فقدان اُن لوگون کا سا یعنے ارم کا سا ہوگا۔ (یہ دونون قومین نہایت قدیم ہین انکا کوئی نام ونشان باقی نہین) مطلب یہ کہ اسطرح اہل اوصاف مذکورہ منعدم ہوجائینگے۔ اولی اسم اشارہ ہے۔
(۸۱) اور (یہ موصوفین) ایسی جماعت کو پیچھے چھوڑ جائینگے جو لباس اور وضع کی نقل کرنے مین تو اُنکے مشابہ ہونگے (لیکن) وہ زیادہ اندھے ہونگے بہائم سے بلکہ زیادہ اندھے ہونگے انعام سے (محاورات مین بہائم کا لفظ ہر لایعقل جانور پر اطلاق کیا جاتا ہے اور انعام کا لفظ محاورات مین اُن چار جانورون پر آتا ہے جو اکثر حالتون مین انسان کی غذا ہین یعنی اونٹ اور گاے اور بکری اور بھیڑ جنکو قرآن مجید مین ثمانیۃ ازواج سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چار جانور زیادہ بلید ہین دوسرے بہائم سے چنانچہ اُن بہائم مین ذکی جانور بھی ہین جیسے ہرن اور طیور اسلئے بل سے ترقی کی کہ اول اُنکو بہائم سے زیادہ اعمی کہا اور ترقی کرکے انعام سے زیادہ اعمی کہا۔ مراد اس معشر وجماعت سے غیر محققین متشبہ محققین کے ہین یعنے ایسے ناخلف رہجائینگے)۔

ثم ارسل لمولوی ظفر احمد الی بعض الاشعار مع الترجمۃ من بعض لکتب التاریخیۃ فنقلتها بعینها ولابن منصور

(۸۲) واللہ لوحلف العشاق انہم — موتی من الحب او قتلی لما حنثوا

(۸۳) قوم اذا ھجروا من بعد ما وصلوا — ماتوا وان عاد وصل بعدہ بعثوا

(۸۴) تری المحبین صرعی فی دیارھم — کفتیۃ الکھف لا یدرون مالبثوا

ترجمہ و شرح۔ (۸۲) بخدا اگر عشاق اس بات پر قسم کھائین کہ وہ عشق کی وجہ سے مردہ یا مقتول ہین تو وہ اپنی قسم مین حانث ہونگے۔

(۸۳) یہ وہ لوگ ہین کہ جو وصال کے بعد ہجر مین مبتلا ہون تو مر جاتے ہین اور اسکے بعد پھر وصال سے کامیاب ہو جائین تو زندہ ہو جاتے ہین۔

(۸۴) تم عشاق کو منزل محبوب مین پچھڑا ہوا دیکھوگے جیسے اصحاب کہف پچھڑے پڑے تھے کہ انکو بیداری کے بعد بھی خبر نہ تھی کہ کتنی مدت تک سوتے رہے۔

ولہ ایضاً

(۸۵) انین المرید لشوق یزید — انین المریض لفقد الطبیب

(۸۶) قد اشتد حال لمریدین فیہ — لفقد الوصال و بعد الحبیب

ترجمہ و شرح۔ (۸۵) طالب کا گریہ بوجہ شوق کے ہجر ہر دم ترقی پر ہے اور مریض کا گریہ طبیب کے مفقود ہونے سے ہے۔

(۸۶) اُسکے طالبون کا حال اس بارہ مین زیادہ سخت ہے کیونکہ وصال مفقود ہے (جو انکا مطلوب ہے) اور محبوب دور ہے (جو انکا طبیب ہے)

ولہ ایضاً

(۸۷) عذابہ فیک عذب — وبعدہ منک قرب

(۸۸) وانت عندی کروحی — بل انت منہا احب

(۸۹) وانت للعین عین — وانت للقلب قلب

(۹۰) حسبی من الحب انی — لما تحب احب

ترجمہ و شرح۔ (۸۷) عاشق کا تیرے واسطے معذب ہونا شیرین ہے۔ اُسکا تجھ سے بعید ہونا بھی قرب ہے۔ (ان اشعار مین اپنے نفس کو تسلی بھی دی ہے کہ محبوب کے واسطے اور اُسکے راستہ مین ابتلا کا پیش آنا عاشق کے لئے شیرین ہوتا ہے پس تکلیف عذاب سے گھبرانا نہ چاہئے بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے اور محبوب سے اپنے کو دُور سمجھنا ہی قرب ہے کہ یہی شان عبدیت ہے اپنے کو مقرب سمجھنا قرب نہین بلکہ بعد ہے آگے محبوب کو خطاب ہے)۔

(۸۸) اور آپ میرے نزدیک میری روح کی مانند (محبوب) ہین بلکہ آپ اُس سے بھی زیادہ محبوب ہین۔

(۸۹) تو میری آنکھ کی آنکھ ہے اور تو ہی میرے دل کا دل ہے (اشارہ ہی مضمون حدیث فصرت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ کی طرف)

(۹۰) یہانتک کہ محبت کی وجہ سے مین اُسی چیز کو محبوب رکھتا ہون جو آپ کو محبوب ہے)

ولہ ایضاً

(۹۱) عجبت منک ومنی افنیتنی بک عنی

(۹۲) ادنیتنی منک حتی ظننت انک انی

ترجمہ و شرح۔ (۹۱) مجھے تجھ پر اور اپنے اوپر تعجب ہے۔ تو نے اپنے ساتھ مشغول کر کے مجھے اپنے سے فنا کر دیا۔

(۹۲) مجھے اپنے سے اتنا قریب کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ تو مین ہے۔

ولہ ایضاً

(۹۳) سقونی وقالوا لا تغن ولو سقوا جبال سراۃ ما سقیت لغنت

(۹۴) تمنت سلیمی ان اموت بحبھا واسھل شیء عندنا ما تمنت

ترجمہ و شرح۔ (۹۳) مجھ کو شراب (محبت) پلا کر کہتے ہین کہ گا نہین حالانکہ اگر موضع سرات کے پہاڑون کو وہ شراب پلا دیجاتی جو مجھے پلائی گئی ہے تو وہ بھی گانے لگتے۔

(۹۴) سلیمی کی آرزو یہ ہے کہ مین اُسکی محبت مین مرجاؤن۔ اور اُسکی یہ آرزو تو ہمارے نزدیک ہر چیز سے زیادہ آسان ہے۔

ولہ ایضاً متصلاً بشعر (۵۰) اقتلونی یا ثقاتی الخ

(۹۵) ومماتی فی حیاتی — وحیاتی فی مماتی

(۹۶) والذی حی قدیم — غیر مفقود الصفات

(۹۷) وانا منہ رضیع — فی حجور المرضعات

ترجمہ و شرح۔ (۹۵) اور (دنیوی) زندگی میں میری موت ہے۔ میری حیات تو موت ہی میں ہے۔
(۹۶) اور وہ جو زندہ جاوید ہے۔ اسکی صفات مفقود (و معدوم) نہیں ہوتیں (ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیم ہیں)۔
(۹۷) اور میں اُسی سے تربیت یافتہ ہوں۔ تربیت کرنے والوں کی گودوں میں۔ (پرورش پائی ہے اسلئے قتل سے میری روح اور میری معرفت و محبت فنا نہ ہوگی بلکہ اسکو دوام و بقا حاصل ہوگا ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما)

خاتمہ۔ یہ کل (۹۷) اشعار ہیں انکی ترتیب کے بعد متفرق رسائل میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس مجموعہ میں شعر (۲۰) تا (۲۳) لما غلب الصبر سے یا بدر تک اور شعر (۲۷) لیکن صدرک اور شعر (۶۶) کما ذہب اور شعر (۱۷) دنیا تغالطنی تا (۳۷) فوجد تھا اور شعر (۷۴) تا (۹۷) انعی الیک نفوسا الی قولہ انعی وحبک ابن منصور کے نہیں ہیں۔ ان پندرہ اشعار کو خارج کر کے (۸۲) رہتے ہیں۔ اس بنا پر بعد حذف کسر اگر اس مجموعہ کا لقب شرب الثمانین من مشرب لتین جو ماخوذ ہو سکتا ہے شعر (۳۴) کذا من یشرب الراح الخ سے تجویز کر لیا جاوے تو نہایت حسب حال ہے۔ واللہ اعلم۔
تمت الرسالۃ والحمد للہ مع لواحقہا لمنتصف رجب سنہ ۱۳۶۰ھ۔ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔

ضمیمۂ اولیٰ القول المنصور

رسالہ ختم کرنے کے بعد کتاب تذکرۃ الاولیا مصنفہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ دستیاب ہوئی اُسمین ابن منصورؒ کا جسقدر زائد تذکرہ ملا، اُسکو ضمیمہ بنا دینا مناسب معلوم ہوا، اسیطرح کسی اور کتاب مین بھی علاوہ اُن کتابون کے جن سے ابتک رسالۂ مذکورہ کی تالیف مین مدد لی گئی ہے۔ کچھ حال زائد ملیگا تو اُسکو ضمیمہ بنا دیا جائیگا۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق

تذکرۃ الاولیا؎ مین ہے:-

ذکر حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

آن قتیل اللہ فی سبیل اللہ، آن شیر بیشۂ تحقیق، آن شجاع صفدر صدیق، آن غرقۂ دریاے مواج حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ۔ کار او کارے عجیب بودہ است و واقعات غرائب او شیوۂ داشت کہ خاص بر و بود کہ ہم در غایت سوز و اشتیاق بود۔ و در شدت لہب فراق مست و بیقرار بود۔ و شوریدۂ روزگار بود۔ و عاشق صادق پاکباز بود و جدے و جہدے عظیم داشت و ریاضتے و کراماتے عجب، عالی ہمت و رفیع قدر و زیبا سخن بود۔ و او را تصانیف بسیار ست بعباراتے مشکل و کلماتے مغلق۔ و در حقائق

وہ اللہ کے راستہ مین اللہ کے قتیل، میدان تحقیق کے شیر، بہادر دلیر، صدیق غریق دریاے مواج حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ۔ اُن کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ اُنکے واقعات و عجائب کی خاص شان ہے جو اُنھین کے ساتھ مخصوص ہے کہ بے انتہا سوز و اشتیاق رکھتے، شدتِ شورش فراق مین مست و بیقرار تھے۔ شوریدۂ روزگار عاشق صادق پاکباز تھے۔ مجاہدہ و مشقت مین بڑا درجہ رکھتے، اور ریاضت و کرامت مین عجیب درجہ بلند ہمت، عالی منزلت شیرین بیان تھے، اُن کی تصانیف بہت ہین۔ جن کی عبارت مشکل، الفاظ مغلق ہین۔ حقایق

؎ تذکرۃ الاولیا سے وہی مضامین لیے گئے ہین جو ابونعیم و خطیب اور طبری وغیرہ کی روایات کے مخالف نہ پائے گئے اور جو مضمون اُنکے خلاف پایا اُسکو نہین لیا گیا، کیونکہ یہ حضرات محدثین ہر واقعہ کو سند سے بیان کرتے ہین جسکا اہتمام دوسرون کو نہین اسلیے موقع اختلاف مین محدثین کی روایات کو ترجیح ہوگی ۱۲۔ ظ

واسرار و معانی و معارف سخت کامل بود و
فصلے حتے و بلاغتے داشت در سخن کہ کس
نداشت ۔ و دقتِ نظرے داشت، و کیاستے
و فراستے کہ کس را نبود ۔ جملہ روزگار او را اساس
بر بلا بودہ است از اول تا آخر ۔ و بیشتر مشائخ
در کار او ابا کردند ۔ و گفتند کہ او را در تصوف
قدمے نیست، مگر ابن عطا، و عبداللہ[ع۵] خفیف
و شبلی و ابو القاسم نصر آبادی و جملہ متاخران
الا ما شاء اللہ کہ او را قبول کردہ اند و شیخ
ابو سعید و ابو الخیر و شیخ ابو القاسم گرگانی
و شیخ بو علی فارمدی و امام یوسف ہمدانی
رضی اللہ عنہم در کار او سرّے داشتہ اند ۔
و باز بعضے در کار او متوقف اند ۔ چون استاد
ابو القاسم قشیری کہ در حق او گفت اگر او
مقبول بود برد خلق مردود نہ گردد و اگر مردود
بود بقبول خلق مقبول نہ بود و باز بعضے بسحر
او را نسبت کنند و بعضے اصحاب ظاہر او را
بکفر منسوب کنند و بعضے گویند از اصحاب
حلول بود و بعضے گویند تولا باتحاد داشت،
و ہر کہ بوے توحید شنیدہ باشد ہرگز او را
خیال حلول و اتحاد نتواند افتاد و ہر کہ این
سخن گوید خود سرش از توحید خبر نہ دارد ۔

وا سرار و معانی مین بہت کامل تھے ۔ گفتگو ایسی
فصیح و بلیغ تھی کہ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۔ باریکی نظر
و فراست و دانائی مین بے نظیر تھے ۔ اول سے
آخر تک اُنکے معاملات کی بنیاد عمر بھر بلا پر رہی
اکثر مشائخ اُن کے بارہ مین انکاری ہین ۔ کہتے
ہین کہ تصوف مین اُن کا ایک قدم بھی نہین ۔
مگر ابن عطا، ابو عبداللہ (بن) حفیف، شبلی،
ابو القاسم نصر آبادی اور جملہ متاخرین نے اُنکو
قبول کیا ہے ۔ الا ما شاء اللہ ۔ شیخ ابو سعید،
ابو الخیر، شیخ ابو القاسم گرگانی، شیخ بو علی
فارمدی اور امام یوسف ہمدانی تو اُن کے
معاملہ سے خاص تعلق رکھتے ہین ۔ پھر بھی بعض
حضرات اُن کے بارہ مین توقف کرتے ہین ۔ جیسے
استاد ابو القاسم قشیری اُن کا قول ہے کہ اگر
حلاج مقبول تھا، تو مخلوق کے رد کرنے سے
مردود نہ ہو جائیگا، اگر مردود تھا تو کسی کے قبول
کرنے سے مقبول نہ بنجائیگا، بعضے اُنکو سحر کی طرف
منسوب کرتے ہین بعض اہل ظاہر نے کفر کا الزام لگایا
ہے، بعض کہتے ہین اصحاب حلول سے تھے ۔ بعض کہتے
ہین عقیدہ اتحاد سے تعلق رکھتے تھے ۔ مگر جس نے توحید
کی بو بھی پائی ہے اُسکو حلول و اتحاد کا وہم بھی نہین آسکتا
جو لوگ ایسی بات کہتے ہین وہ خود توحید سے بیخبر ہین

ع۵ صحیح ابو عبداللہ محمد بن خفیف ست، چنانکہ از طبقاتِ کبریٰ و کتاب الانساب سابقاً نقل شدہ ۱۲ ۔ ظ

اما جماعتے بودہ اند از زنادقہ در بغداد چہ در خیال حلول و چہ در غلط اتحاد کہ خود را حلاجی گفتہ اند و نسبت بدو کردہ سخن او فہم ناکردہ بدان کشتن و سوختن بتقلید محض فخر کردہ اند۔ چنانکہ دو تن را در بلخ ہمین واقعہ افتاد۔ کہ حسین را (تقلید کردہ بودند) اما تقلید درین واقعہ شرط نیست۔ و مرا عجب می آید کہ کسے روا دارد کہ از درختے انی انا اللہ بر آید۔ و درخت درمیان نہ چرا روا نبود از حسین انا الحق بر آید و حسین درمیان نہ۔ و چنانکہ حق تعالٰے بہ زبان عمر سخن گفت۔ بہ زبان حسین سخن گفت۔ و اینجا نہ حلول کار دارد نہ اتحاد۔ و بعضے گویند حسین منصور حلاج دیگر است و حسین منصور ملحد دیگر۔ کہ حسین ملحد بغدادی بودہ است استاد محمد ذکریا و رفیق ابو سعید قرمطی و او ساحر بودہ است۔ و در واسط پروردہ شدہ و عبداللہ حنیف گفتہ است حسین منصور عالم ربانی است۔ و شبلی گفتہ است من و حلاج یک چیزیم۔ اما مرا بدیوانگی نسبت کردند۔ خلاص یافتم۔ و عقل او را ہلاک کرد۔ اگر او مطعون بودے این دو بزرگوار در حق او این نہ گفتندے مارا دو گواہ تمام است و او تا بود پیوستہ در عبادت و ریاضت

ہان بغداد مین زندیقون کی ایک جماعت تھی جن مین بعض حلول کے قائل تھے، بعض غلطیِ اتحاد مین مبتلا تھے۔ یہ سب اپنے کو حلاجی کہتے اپنے کو حسین منصور کی طرف منسوب کرتے، بے سمجھے بوجھے اُن کی باتون کی تقلید کرتے اور اسمین قتل ہونے اور جلائے جانے پر فخر کرتے تھے، چنانچہ بلخ مین دو شخصون کا ایسا ہی واقعہ ہوا کہ وہ بھی حسین منصور کی تقلید کرتے تھے حالانکہ اس معاملہ مین تقلید کا کچھ کام نہین (بلکہ اسکا تعلق غلبۂ حقیقت سے ہی جسپر اسکا غلبہ نہو اسکو ایسی باتین کہنے کا حق نہین) مجھے تعجب ہوتا ہی کہ بعضے اسکو تو جائز سمجھتے ہین کہ ایک درخت سے انی انا اللہ کی آواز آئے اور درخت کا اسمین کچھ دخل نہو، اُنکے نزدیک یہ کیون جائز نہین کہ حسین منصور سے انا الحق کی آواز صادر ہو اور اُنکا اسمین کچھ دخل نہو جسطرح حضرت عمر کی زبان پر حق تعالےٰ نے تکلم کیا تھا اسیطرح حسین منصور کی زبان پر تکلم فرمایا۔ اسمین نہ حلول کا کچھ کام ہی، نہ اتحاد کا بعضے کہتے ہین کہ حسین منصور حلاج اور ہے حسین منصور ملحد اور حسین ملحد بغدادی تھا جو محمد ذکریا طبیب کا استاد اور ابو سعید قرمطی کا رفیق تھا، وہ جادو گر تھا۔ واسط مین نشو و نما پائی تھی۔ ابو عبداللہ بن خفیف کا قول ہی کہ حسین منصور عالم ربانی تھے، شبلی فرماتے ہین کہ مین اور حلاج ایک ہی ہین۔ لوگون نے مجھے دیوانہ قرار دیا۔ تو مجھے رہائی ملگئی۔ اُنکو عقل نے ہلاک کیا۔ اگر ان مین کوئی بات طعن کی ہوتی تو یہ دو بزرگوار انکے حق مین یہ بات نہ فرماتے، ہمارے (حسن ظن کے) لئے، دو گواہ پورے (موجود) ہین۔ وہ جبتک رہے ہمیشہ عبادت و ریاضت

بوده است و در بیان معرفت و توحید در زی اہل صلاح و در شرع و سنت بود۔ اگر از و یک سخن بصحرا آمد کہ گوینده آن حقیقت بود چرا آن سخن بدعت بود۔

جمے رہے۔ معرفت و توحید کا بیان کرتے رہے۔ بزرگون کے لباس و وضع مین شریعت و سنت کے پابند تھے۔ اگر اُن سے ایک بات سرزد ہوگئی کہ حقیقت اُسکی گویا تھی تو یہ بات بدعت کس طرح ہوگئی۔ اھ

ف۔ اس عبارت سے امور ذیل مستفاد ہین۔ (۱) شیخ فرید عطار کے نزدیک ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کشتگان خنجر تسلیم سے ہین اور گروہ اولیا و صدیقین و محققین مین داخل۔ (۲) متاخرین نے عموماً اُنکو مقبول مانا اور تسلیم کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ (۳) امام ابوالقاسم قشیری اُنکے بارے مین توقف کرتے تھے۔ مگر رسالۂ قشیریہ مین ابن منصور کے عقائد کو عقائدِ صوفیہ کے ساتھ ذکر کرنا اور مختلف ابواب مین اُنکے اقوال سے احتجاج کرنا اسکی دلیل ہے کہ امام قشیری اُنکو صوفیہ محققین مین شمار کرتے ہین۔ اور جو قول حضرت شیخ فرید نے اُن سے نقل فرمایا ہے۔ یہ توقف مین صریح نہین۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ کسی وقت قطع بحث کیلئے ایسا فرمادیا ہوگا۔ جبکہ لوگون نے اُنکے سامنے ابن منصور کے متعلق رداً و قبولاً مختلف باتین کہی ہونگی (۴) ابن منصور کو بدنام کرنے والے حقیقت مین وہ لوگ تھے جنھون نے اُنکے کلام کو سمجھا نہین اور ناسمجھی سے اُنکے اقوال موحشہ کی تقلید کرکے زندقہ مین مبتلا ہوگئے اور اپنے کو حلاجی کہنے لگے۔ یہی وہ بات ہے۔ جس کو اس رسالہ مین اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔ الحمد للہ کہ حضرت شیخ عطار کے کلام سے بھی اسکی تائید مل گئی (۵) بعض لوگون کا قول یہ ہے کہ حسین منصور دو ہین ایک حلاج ہین، دوسرا حسین منصور ملحد، اگر اس قول کی سند ملجائے تو حسین منصور حلاج کا معاملہ بے غبار ہوجاتا ہے، اُنکی طرف جو بعض مورخین نے شعبدہ و سحر و تمویہ وغیرہ کی نسبت کی ہے یقیناً اُنکو اس دوسرے حسین منصور کے حالات سے دھوکا ہوا اور دونون مین خلط ہوگیا ہے۔ (۶) حسین بن منصور حلاج عمر بھر ریاضت و عبادت و اتباع شرع و سنت کے پابند رہے، اُن سے بجز ایک بات یعنی انا الحق کہنے کے اور کوئی بات موجب انکار ثابت نہین۔ اور شیخ عطار کے نزدیک اسمین بھی کوئی امر موجب انکار نہین۔ کیونکہ ابن منصور خود اس کلام سے متکلم نہ تھے بلکہ اُن کی زبان سے حق متکلم تھا۔ (۷) شیخ عطار کے

نزدیک صوفیہ مین سے دو بزرگون کا ابن منصور کو قبول کرنا بھی کافی ہے اور یہان تو ایک جماعت اُنکو قبول کر رہی ہے، جیسا **القول المنصور** مین تفصیل سے مذکور ہوا۔ اور چند حضرات کا شیخ عطار نے اس عبارت مین اضافہ فرما دیا ہے اور **اشعار الغیور** سے معلوم ہو گا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ بھی **انا الحق** کو محمل حسن پر محمول فرماتے تھے جیسا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مکتوبات مین ذکر فرمایا ہے۔ مجدد صاحب کا اس قول کو نقل فرما کر رد نہ کرنا بتلاتا ہے کہ وہ بھی اسمین موافق ہین۔ اور ان دو بزرگون کی عظمت و رفعتِ شان سے کوئی ناواقف نہین۔ پس ابن منصور حلاج کو کسی طرح رد نہین کیا جا سکتا۔

سنۂ ولادت خزینۃ الاصفیا مولفۂ غلام سرور مین لکھا ہے کہ:۔ مدتِ عمر وے نود و ہفت سال بود صفحہ ۲۴۲۔ اس حساب سے سنۂ ولادت دو سو بارہ ہجری ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

ملفوظات تذکرۃ الاولیا مین ہے کہ حضرت شبلی نے فرمایا، جب حسین (ابن منصور) کو سولی پر چڑھایا گیا ابلیس اُنکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ ایک انانیت تم سے سرزد ہوئی۔ ایک مجھ سے۔ تم نے انا الحق کہا۔ مین نے انا خیر کہا۔ مجھے لعنت کا پھل ملا۔ اور تم کو مقعد صدق (کا درجہ ملا)

(۱) اس تفاوت کی کیا وجہ؟ حلاج نے کہا۔ تو نے خودی سے انا کہا تھا اور مین نے خودی سے پاک ہو کر کہا۔ تفاوت اسی سبب سے ہوا کہ مجھ پر رحمت ہوئی اور تجھ پر لعنت۔ تاکہ تجھے معلوم ہو کہ خودی اچھی نہین۔ خودی کو اپنے سے الگ کرنا ہی زیبا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۵۰

ف۔ اسی کو مولانا رومی نے ان اشعار مین بیان فرمایا ہے سہ

گفت منصورے انا الحق گشت مست　　گفت فرعونے انا الحق گشت پست

رحمۃ اللہ آن انا را در وفا　　لعنۃ اللہ این انا را در قفا

(۲) جب خلیفۂ وقت کے پاس برابر شکایت پہونچی کہ ابن منصور انا الحق کہتا ہے اور دستاویز قتل پر اتفاق ہو گیا۔ لوگون نے کہا۔ انا الحق نہ کہو۔ **ہوالحق** کہو۔ کہا ہان سب وہی ہی مگر تم کہتے ہو وہ غائب ہے اور حسین کہتا ہے مین غائب ہون، بحر محیط بھی کہین غائب یا کم ہوا کرتا ہے (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۴۴۵)

ف - یہ ہے وحدت الوجود کی اجمالی حقیقت۔ کہ ممکنات کا وجود نظر سے غائب ہو جائے۔ یہ نہین کہ ممکنات کو خدا مان لیا جائے۔ ابن منصور نے صاف تصریح کر دی ہے کہ انا الحق کے معنی یہ ہین کہ مین کچھ نہین - یہ معنی نہین - کہ مین ہی سب کچھ ہون -

(۳) نیز فرمایا کہ انبیا علیہم السلام احوال (و کیفیات) پر غالب اور اُنکے مالک ہوتے ہین - وہ احوال (و کیفیات) کو پلٹ دیتے ہین - احوال اُنکو نہین پلٹ سکتے - انبیاء کے سوا (دوسرون) کی یہ شان ہے کہ اُنپر احوال (و کیفیات) کی سلطنت ہوتی ہے، احوال اُنکو پلٹ دیتے ہین - وہ احوال کو نہین پلٹ سکتے -

ف - اولیا مین جو کامل متبع سنت ہوتے ہین - وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی طرح احوال پر غالب ہوتے ہین - مگر درجۂ کمال تک پہونچنے سے پہلے احوال و کیفیات ہی غالب رہتی ہین - اس ملفوظ مین ابن منصور نے اپنا عذر ظاہر کر دیا کہ مجھ پر حال کی سلطنت اور ایک خاص کیفیت کا غلبہ ہے۔

(۴) ایک بار (ابو العباس) ابن عطاء نے اُنکے پاس پیام بھیجا - کہ اے شیخ اس بات سے جو تم نے کہی ہے - توبہ کر لو - شاید جیلخانہ سے رہائی ہو جائے - فرمایا جس نے یہ بات کہی ہے اُس سے کہو - وہ توبہ کرے - ابن عطاء یہ جواب سُنکر رو پڑے اور فرمایا، ہم تو خود حسین منصور کے ادنیٰ غلام ہین (ہماری کیا مجال کہ اس معاملہ مین دخل دین -)

ف - اس ملفوظ مین توبہ نہ کرنے کی وجہ بھی بتلا دی - کہ توبہ تو اپنے فعل سے ہوتی ہے اور انا الحق مین خود نہین کہتا - کوئی اور کہتا ہے - اس سے توبہ کیونکر کرون - یعنی غلبۂ حال کے وقت یہ کلمہ بیاختہ بلا اختیار اُن کی زبان سے نکل جاتا تھا - اسمین وہ مجبور تھے - باقی دعوے خدائی سے تو وہ صاف صاف برارت کرتے تھے، اور انا الحق کے معنی بھی بتلا دئے تھے کہ یہ اپنی ہستی کا دعوے نہین، بلکہ فنا کا اظہار ہے - کہ ایک کے سوا میری نظر مین کچھ نہین - خود اپنی ہستی بھی نہین ؎

دل ہو وہ، جسمین کچھ نہ ہو جلوۂ یار کے سوا
میری نظر مین خار بھی جام جہان نما نہین

(۵) رات دن مین چار سو رکعت نماز پڑھتے اور جیلخانہ مین ایک ہزار رکعت، لوگون نے کہا، جس درجہ پر تم ہوپنچ گئے ہو، اسمین اسقدر محنت و مشقت کس لئے؟ (یعنی وصول کے

بعد تو مجاہدہ کی ضرورت نہین رہتی) فرمایا، دوستون کے حال مین رنج وراحت کا کچھ اثر نہین ہوتا اولیاء فانی صفت ہوتے ہین، اُنہین نہ رنج اثر کرتا ہے، نہ راحت۔

ف۔ مطلب یہ کہ وصول کے بعد مجاہدہ۔ مجاہدہ نہین رہتا، بلکہ غذا بنجاتا ہے، تمھارے نزدیک چار سو یا ہزار رکعت پڑھنا مجاہدہ ہے، میرے نزدیک نہین، کیونکہ یاد محبوب میری غذا بنگئی ہے۔ مین اُسکے مشاہدہ صفات مین فنا ہو چکا ہون، مجھے اُنمین کچھ مشقت معلوم نہین ہوتی۔ میرے نزدیک جیلخانہ اور خسخانہ برابر ہے کیونکہ اپنی صفات کا فنا اور صفات محبوب کا مشاہدہ ہر جگہ مجھے حاصل ہے۔

(۶) حسین بن منصور کی عمر جب پچاس سال کی ہوئی، فرمایا کہ ابتک مین نے (مذاہب مجتہدین مین سے) کوئی (خاص) مذہب اختیار نہین کیا، بلکہ جملہ مذاہب مین سے دشوارتر کو اختیار کیا ہے۔ (کہ خروج من الخلاف احوط ہے اور ایسی ترکِ تقلید بالاتفاق مذموم نہین، ترک تقلید وہ مذموم ہے جسکا منشا اتباع رخص ہو) اور اب کہ میری عمر پچاس سال کی ہے ایک ہزار سال کی نمازین پڑھ چکا ہون، اور ہر نماز غسل کر کے پڑھی ہے۔ (وضو پر اکتفا نہین کیا)

ف۔ ابن منصور کے کمال مجاہدہ وریاضت وکثرت عبادت مین کسی کو بھی کلام نہین اور اس حالت مین غلبۂ کیفیات عادۃً لازم ہے۔ اسی لیے محققین نے اُنپر انکار نہین کیا۔ صوفیہ مین شمار کیا ہے، اور مغلوب الحال سمجھ کر معذور قرار دیا۔

(۷) ایک دن جنگل مین ابراہیم خواص کو دیکھا، پوچھا، کس شغل مین ہو؟ کہا، مقامات توکل کی تکمیل کر رہا ہون، کہا ساری عمر پیٹ ہی کے دھندے مین رہے، توحید مین کب فنا ہوگے۔ مطلب یہ ہے کہ توکل متعارف کا حاصل عدم اہتمام غذا ہے (کہ ہر چیز کی حرص نہ کرے۔ اللہ پر نظر رکھے جو وہان سے عطا ہو جائے لے لے) تو تم ساری عمر پیٹ ہی کے کام مین رہے، خواہ کھانے کے یا نہ کھانے کے، توحید مین کب فنا ہوگے (مشاہدۂ حق مین کب مشغول ہوگے۔ یہ مطلب نہین کہ تکمیل توکل کی حاجت نہین، بلکہ مطلب یہ ہے کہ فانی فی التوحید ہو جاؤ مشاہدۂ حق سے توکل بھی کامل ہو جائے گا۔)

(۸) حسین بن منصور نے کہا مین نے صوفیہ کے پرندون مین سے ایک پرندے کو دیکھا۔

(جو طریق مین ترقی کی کوشش کر رہا تھا) مین نے پوچھا، تو کن پروبازو سے اُسکی طرف اُڑنا چاہتا ہے؟ کہا انھین پروبازو سے، جو میرے پاس ہین (یعنے انھین ہاتھ پاؤن سے عمل کرکے اللہ تک پہونچنا چاہتا ہون) مین نے کہا، ان پرون اور بازؤن کو قطع کردو، ان سے تم اُس تک نہ پہونچوگے لیس کمثلہ شیئ اس کی مثل کوئی نہین (اُس تک پہونچنے کا طریقہ وہ نہین جو دوسرون تک پہونچنے کا ہے۔)

ف۔ پروبازو کے قطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرو، اعمال کو موصل نہ سمجھو، کیونکہ وصول وہبی ہے، کسبی نہین، گو عادۃً کسب ہی پر مرتب ہوتا ہے، مگر شرط ترتب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو موصل نہ سمجھے۔ جبتک اعمال پر نظر رہے گی وصول میسر نہو گا۔

(۹) ابوالسواد نے پوچھا، کیا عارف کیلئے وقت ہوتا ہے (وقت صوفیہ کی اصطلاح مین خاص حالت ہے۔ جسکا اثر یہ ہے کہ سالک ہر وقت کے واردات وغیرہ کا حق ادا کرتا ہے) کہا، نہین، کیونکہ وقت صاحبِ وقت کی صفت ہے، اور جو شخص اپنی کسی صفت مین مشغول ہو۔ عارف نہین۔ مطلب یہ ہے کہ (عارف کی شان یہ ہے) لی مع اللہ وقت (کہ اُسے اللہ کے ساتھ وقت ہوتا ہے)۔

ف۔ یعنی عارف ہر وقت مشاہدۂ حق مین رہتا ہے۔ واردات کی طرف متوجہ نہین ہوتا۔ بلکہ تفویض کلی کر دیتا ہے اگر کسی وارد کا حق ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ ادا کر دیتا ہے۔ ورنہ نہین۔

(۱۰) اُنکے بیٹے نے وصیت کی درخواست کی، فرمایا، اے فرزند! میری وصیت یہ ہی کہ جب اہل جہان اعمال مین کوشش کرین تو اُس چیز مین کوشش کر جسکا ایک ذرہ جن و انس کے تمام اعمال سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور وہ بجز ایک ذرۂ علم حقیقت کے کچھ نہین۔"

کرامات

(۱) ایک رات جیلخانے مین تین سو قیدی تھے، کہا، اے قیدیو! تمھین آزاد کردون، وہ بولے، ہمین کیونکر رہا کروگے، تم تو خود ہی قید مین ہو، اپنے ہی کو آزاد کرلو۔ کہا، ہم خدا کی قید مین ہین۔ شریعت کا پاس کرتے ہین (اسلئے خود کو رہا نہین کر سکتے۔) اگر مین چاہون ایک اشارے سے تمھاری ساری بیڑیان کھولدون۔ چنانچہ اُنگلی کا اشارہ کیا،

سب بیڑیان کھُل کر گر پڑین۔ قیدیون نے کہا ہم باہر کیونکر جائین۔ جیلخانے کا دروازہ بند ہے تو دوسرا اشارہ کیا، دیوارمین دریچے کھُل گئے، کہا، اب چلے جاوُ، قیدیون نے کہا، آپ کیون نہین آتے؟ کہا، ہمارا خدا کے ساتھ ایک راز ہے جو (بجز سُولی پر چڑھے، نہین کہا جاسکتا دوسرے دن افسرانِ جیلخانہ) لوگون نے پوچھا، کہ قیدی سب کہان گئے؟ کہا، ہم نے انکو آزاد کردیا، لوگون نے کہا، پھر تم خود کیون رہ گئے؟ کہا، حق تعالےٰ کا ہم پر عتاب ہے، اسلیے رہ گئے (تاکہ اُن کا عتاب پورا ہوجائے کہ محبوب کے عتاب سے بھاگنا محبت وعشق کے خلاف ہے، ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی)

(۲) جس شخص نے حسین بن منصور کے تازیانے مارے تھے اُس نے بیان کیا کہ ہر تازیانہ پر (غیب سے) فصیح (اور صاف) آواز مین سنتا تھا کہ (کوئی کہتا ہے) یا ابن منصور لا تخف (ھٰذا معراج الصدیقین) (اے ابن منصور! ڈرو نہین۔ یہ صدیقین کی معراج ہی) شیخ عبدالجلیل صفار فرماتے ہین کہ مین حسین بن منصور سے زیادہ اس جلاد کا معتقد ہون کہ وہ کس قدر شریعت پر عمل کرنے مین مضبوط تھا، کہ ایسی آواز سُننے پر بھی، اُسکا ہاتھ تازیانہ لگنے مین سست نہ پڑا (اُس غریب کے نزدیک تو فقہا، اور قاضیون کا فتوےٰ وفیصلہ، شریعت کا فیصلہ تھا، اُس نے اُسی پر مضبوطی سے عمل کیا اور کسی کرامت سے متاثر ہوکر حکم شریعت کو نہ چھوڑا۔ واقعی بڑا پختہ مسلمان تھا کہ شریعت کے مقابلہ مین کرامت کو بے حقیقت سمجھتا تھا۔ یہ بحث الگ ہے کہ فقہاء کا فتوےٰ صحیح تھا یا نہین۔ اسکے ذمہ دار فقہا ہین، جلاد اسکا ذمہ دار نہین)

(۳) جب سولی پر چڑھادیے گئے، اُنکے مریدون نے پوچھا، ہمارے بارے مین کہ آپکے ماننے والے ہین، اور منکرین کے بارے مین جو آپ پر پتھر پھینکین گے آپ کیا فرماتے ہین؟ فرمایا اُن کو دو ثواب ملین گے اور تمکو ایک ثواب۔ کیونکہ تم کو مجھ سے حسن ظن ہی۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہین۔ اور وہ لوگ توحید کی قوت اور شریعت پر مضبوط رہنے کی وجہ سے حرکت کرینگے، اور شریعت مین توحید اصل ہے، اور حُسن ظن، فرع۔

ف۔ سبحان اللہ۔ یہ جواب ہزار کرامات سے بڑھ کر ہے جو مخلص صادق ہی کی زبان سے نکل سکتا ہی۔

یہان سے اُن صوفیون کو سبق لینا چاہیے۔ جو شریعت کی عظمت نہین کرتے۔

(۴۹) شبلیؒ نے ایک بار اُن کو خواب مین دیکھا، پوچھا، حق تعالےٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا، مجھے مقعد صدق مین (جو جنت کا بلند درجہ ہے) پہونچا دیا۔ مین نے کہا، اور ان لوگون کے ساتھ کیا کیا؟ (جو آپ کی سُولی کے وقت موجود تھے) کہا، دونون جماعتون پر رحمت نازل فرمائی۔ ایک جماعت پر اسلیے کہ وہ مجھ کو جانتے تھے، اور ترس کھاتے تھے۔ اور دوسری جماعت پر اسلیے کہ وہ مجھے نہ پہچانتے تھے اور حق کیلئے مجھ سے عداوت رکھتے تھے۔ اسلیے معذور رہے۔

ف۔ تذکرۃ الاولیاء مین اور بھی بہت سی کرامات مذکور ہین، جو اہل ظاہر کی نظر مین عقلاً بعید معلوم ہوتی ہین انکو چھوڑ دیا گیا، اگرچہ اہل حقیقت کے نزدیک اُنمین کچھ استبعاد نہین۔ اسی طرح بعض ملفوظات بھی حذف کردیے۔ جو فہم عوام سے بالا تھے کہ حدیث مین ہے۔ کلموا الناس علی قدر عقولهم۔

(تنبیہ۔ (۱) حضرت سیدنا الشیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد۔ ابن منصور کے متعلق پہلے گذر چکا ہے۔ ایک ملفوظ آنحضرت کا لطائف قدوسی مین اور ملا ہے۔ اُس کو بھی تائیداً لکھا جاتا ہے۔ وھو ہذا ملخصاً :-

وایضاً مسئلہ وحدت وجودی مختلف فیہا ست بعضے قائل بکثرت وجود اند وآن جملہ علمای ظاہر اند واکثر زہاد وعباد ومشائخ کبار ہم برین اند وبعضے قائل بوحدت وجود اند وآن موحدان وعارفان حقیقت وجود اند وایشان نیز علمای اکمل ومقتدیان دین و مجتہدان وقت بودند وکشف اہل حق نیز گواہی بدان می دہد۔ پس این مسئلہ کہ مختلف فیہاست مخالف دین نباشد ومضر آخرت نہ باشد۔ غایت ما فی الباب این سر ربوبیت است۔

نیز مسئلہ وحدت وجود مختلف فیہ مسئلہ ہے بعض کثرت وجود کے قائل ہین تمام علمائے ظاہر اور اکثر زاہدین عابدین ومشائخ عظام اسی پر ہین بعضے وحدت وجود کے قائل ہین عارفان حقیقت وموحدین اس طرف ہین۔ اور یہ حضرات بھی بڑے بڑے علماء تھے دین کے مقتدا۔ اپنے وقت کے مجتہد تھے اہل حق کا کشف بھی اسکی شہادت دیتا ہے۔ پس یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے نہ دین کے مخالف ہے نہ آخرت مین مضر۔ غایت ما فی الباب یہ مسئلہ اسرار ربوبیت مین سے ایک راز ہے

وسخن حقیقت است، تعلق بمرتبہ خود دارد، وشایان ہر مردے نیست۔ ولایق ہر مرتبہ نیست لہذا افشاے سر ربوبیت کفر گفتہ اند۔ حق آن ست کہ دمے انا الحق زند وچون منصور حلاج بردار شود۔ عزیز من، مسئلہ معذور دیگر، ومسئلہ صحیح دیگر۔ ومسئلہ مسافر ومقیم دیگر، ومسئلہ مجنون ومعتوہ دیگر ومسئلہ عاقل وہوشیار دیگر۔ ہمچنان قیاس باید کرد کہ مسئلہ ظاہر شریعت دیگر است، ومسئلہ طریقت دیگر است، ومسئلہ حقیقت دیگر در معنی کلمہ طیب لا معبود الا اللہ۔ مسئلہ شریعت است ولا مقصود الا اللہ مسئلہ طریقت است ولا موجود الا اللہ مسئلہ حقیقت است۔ اھ ص۵۹	حقیقت کی ایک بات ہے جو اپنے درجہ سے تعلق رکھتی ہے ہر شخص کے لائق نہین نہ ہر درجہ کے مناسب ہے اسی لیے صوفیہ نے کہا ہی کہ الوہیت کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہی (یعنی عوام کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہی) حق یہ ہی کہ انا الحق کہے اور منصور کیطرح دار پر پہونچ جائے، عزیز من! معذور کا مسئلہ اور ہے تندرست کا اور، مسافر اور مقیم کا اور ہے مجنون و مدہوش کا اور، اور عاقل و ہوشیار کا اور، اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ ظاہر شریعت کا مسئلہ اور ہے طریقت کا اور حقیقت کا اور، کلمہ طیب کے معنی مین لا معبود الا اللہ شریعت کا مسئلہ ہے اور لا مقصود الا اللہ طریقت کا، اور لا موجود الا اللہ حقیقت کا۔ اھ ص۵۹

ف۔ اس عبارت مین دیگر کے معنی مغایر کے ہین۔ منافی ومناقض کے نہین جیسے شریعت مین صلوۃ کے مسائل اور ہین۔ زکوۃ کے اور، مگر باہم تنافی وتناقض نہین کہ ایک چیز کو ایک باب مین حلال کہا گیا ہو اور اسی کو دوسرے باب مین حرام۔

(تنبیہ۔ (۲))

قال المحدث الحافظ ابن الاثیر فی کامل فی ھذہ السنۃ قتل الحسین بن منصور الحلاج الصوفی واحرق وکان ابتداء حالہ انہ کان یظہر الزھد والتصوف ویظہر الکرامات ویخرج للناس فاکھۃ الشتاء فی الصیف وفاکھۃ الصیف فی الشتاء ویمد یدہ الی الھواء فیعیدھا مملوۃ دراھم علیھا	حافظ محدث ابن الاثیر کامل مین فرماتے ہین کہ اسی سال (۳۰۹ھ) مین حسین بن منصور حلاج صوفی قتل کیے گئے، جلائے گئے۔ اُن کا ابتدائی حال یہ تھا کہ زہد و تصوف اور کرامات ظاہر کرتے، جاڑون کا میوہ گرمی مین گرمی کا جاڑون مین لوگون کے سامنے رکھدیتے، ہوا مین ہاتھ لمبا کرکے دراہم سے بھرا ہوا واپس لاتے

مكتوب قل هو الله احد ويسميها دراهم
القدرة ويخبر الناس بما اكلوه وما
صنعوا في بيوتهم ويتكلم بما في ضمائرهم
فافتتن به خلق كثير واعتقدوا
فيه الحلول وبالجملة فان الناس اختلفوا
فيه اختلافهم في المسيح عليه السلام
فمن قائل انه حل فيه جزء الٰهي و
يدعي الربوبية ومن قائل انه ولي الله
تعالى وان الذي يظهر منه من جملة
كرامات الصالحين ومن قائل انه
مشعبذ وممخرق وساحر كذاب
متكهن والجن تطيعه فتاتيه بالفاكهة
في غير اوانها الى ان قال واما سبب قتله
فانه نقل عنه عند عوده الى بغداد الى
الوزير الحامد بن العباس انه احيا جماعة
وانه يحيي الموتى وان الجن يخدمونه و
انهم يحضرون عنده ما يشتهي وانه
قد موه على جماعة من حواشي الخليفة
وان نصر الحاجب قد مال اليه وغيره
فالتمس حامد الوزير من المقتدر بالله
ان يسلم اليه الحلاج واصحابه فدفع عنه
نصر الحاجب فالح الوزير فامر المقتدر بالله
بتسليمه اليه فاخذه واخذ معه انسانا

جن پر قل ہو اللہ احد لکھی ہوتی تھی۔ اُن کو وہ درا[hm]
قدرت کہتے تھے۔ لوگ جو کچھ کھاتے پیتے، گھر و[n]
مین جو کام کرتے سب تبلادیتے، دلون کی باتو[n]
کھول کر بیان کر دیتے، بہت لوگ اُنکی وجہ سے فتنہ مین مب[تلا]
ہو گئے اور حلول کا اعتقاد کر بیٹھے۔ غرض اُنکے بارے مین
لوگون نے اُسیطرح مختلف باتین کہین۔ جیسا عیسےٰ علیہ ا[لسلام]
کے بارے مین۔ بعض کہتے کہ انہین خدائی کا ایک حصہ حلو[ل]
کر آیا ہے۔ بعض اُنھین کو خدا کہنے لگے، بعض کہتے کہ ولی ا[للہ]
ہین اور جو خوارق اُن سے ظاہر ہوتے ہین کرامات ہی[ن]
جو بزرگون سے ظاہر ہوا کرتی ہین۔ بعض کہتے کہ شعبد[ہ باز]
حیلہ گر، ساحر وکذاب کاہن ہین، جن اُنکے تابع ہی[ن]
وہی بے وقت میوہ لاتے ہین۔ اُن کے قتل کا سبب
یہ ہوا کہ جب بغداد واپس آئے تو وزیر حامد بن ع[باس]
کو خبر پہونچی کہ حلاج نے ایک جماعت کو زندہ ک[یا]
ہے۔ مُردون کو جلاتا ہے، جن اُس کی خدمت
کرتے ہین اور جو چاہتا ہے حاضر کرتے ہین۔ اُس
نے خلیفہ کے حشم خدم کو بہکا لیا ہے۔ نصر حاجب
اُس کی طرف مائل ہے۔ حامد نے خلیفہ مقتدر باللہ
سے درخواست کی کہ حلاج اور اُس کی جما[عت]
کو اُس کے حوالہ کر دے، نصر حاجب نے اس
درخواست کو ٹالنا چاہا تو وزیر نے اصرار ک[یا]
چنانچہ مقتدر نے حلاج کو اُس کے حوالہ کرنے کا
حکم دے دیا۔ اُس نے حلاج اور اُسکے ایک آدمی

يعرف بالسمري وغيره قيل انهم يعتقدون
انه اله فقررهم فاعترفوا انهم يحيي
الموتى وقابلوا الحلاج على ذلك فانكره
وقال اعوذ بالله ان ادعى الربوبية او
النبوة وانما انا رجل اعبد الله عزوجل
فاحضر حامد القاضي اباعمرو والقاضي
اباجعفر بن البهلول وجماعة من وجوه
الفقهاء والشهود فاستفتاهم فقالوا
لا يفتى في امره بشيء الا ان يصح عندنا
ما يوجب قتله ولا يجوز قبول قول من
يدعي عليه ما ادعاه الا ببينة او اقرار
وكان حامد يخرج الحلاج الى مجلسه
ويستنطقه فلا يظهر منه ما تكرهه
الشريعة المطهرة وطال الامر على ذلك
وحامد الوزير مجد في امره وجرى له
معه قصص يطول شرحها وفي
آخرها ان الوزير رأى له كتابا
حكى فيه ان الانسان اذا اراد الحج
الى آخره فلما قرئ هذا على الوزير
قال القاضي ابو عمر وللحلاج من
اين لك هذا قال من كتاب الاخلاص
للحسن البصري قال له القاضي كذبت
يا حلال الدم فلما قال له يا حلال الدم

جو سمری نام سے مشہور تھا اور دوسرون کو بھی گرفتار
کیا۔ لوگون نے کہا یہ اُسکو خدا کہتے ہین، حامد نے اُن سے
گفتگو کی۔ تو اقرار کر لیا، کہ واقعی وہ سچ مچ اُنکے نزدیک
خدا ہے۔ مُردون کو زندہ کرتا ہے۔ حلاج کے سامنے یہ
بات پیش کیگئی تو اُس نے اس سے انکار کیا اور کہا اعوذ باللہ
مین خدائی اور نبوت کا دعوےٰ کیون کرتا، مین تو ایک معمولی
آدمی ہون۔ اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہون۔ حامد نے
قاضی ابو عمرو و قاضی ابو جعفر بن بہلول اور بڑے بڑے فقہار
اور شہود کو جمع کر کے اُن سے فتویٰ پوچھا، سب نے کہا جب
تک ہمارے سامنے اسکی کوئی بات یا یہ ثبوت کو نہ پہونچ
جائے جو موجب قتل ہو اُسوقت تک اُسکے متعلق فتوے نہین
دیا جا سکتا اور لوگون نے جن باتون کا دعوے اُنکی طرف
منسوب کیا ہی بدون بینہ یا اقرار کے قبول نہین کیجا سکتین
حامد اُنکو اپنی مجلس مین برابر طلب کرتا اور گفتگو کرتا تھا مگر ان سے
کوئی بات ایسی ظاہر نہوتی تھی جو شرعاً ناپسندیدہ ہو۔ ایک
مدت دراز اسی حال مین گذر گئی اور حامد اُنکے بارے مین (تلاش
جرم کیلئے) کوشش کرتا رہا۔ حامد کے ساتھ حلاج کو بہت
واقعات پیش آئے جنکی تفصیل بہت طویل ہی۔ بالآخر وزیر کو
انکی ایک کتاب ملی جسمین لکھا تھا کہ انسان جب حج کا ارادہ کرے
اور قدرت نہ پائے الخ۔ جب یہ مضمون وزیر کے سامنے
پڑھا گیا قاضی ابو عمرو نے حلاج سے پوچھا، یہ مضمون تم کو
کہان سے ملا ہے، کہا، حسن بصری کی کتاب الاخلاص سے، قاضی نے
کہا اے حلال الدم تو جھوٹا ہی۔ بس انکی زبان سے حلال الدم نکلنا تھا

وسمعها الوزير قال له اكتب بهذا فدافعه ابو عمرو فالزمه حامد فكتب باباحة دمه وكتب بعده من حضر المجلس ولما سمع الحلاج ذلك قال ما يحل لكم دمي واعتقادي الاسلام ومذهبي السنة ولي فيها كتب موجودة فالله الله في دمي و تفرق الناس۔ الخ۔ صفحہ ۲۴۸ ج ۵

کہ وزیر نے سُن لیا اور کہا، یہ بات لکھدیجیے، قاضی ابوعمرو نے اُسکو ٹالنا چاہا، مگر وزیر نے مجبور کیا، تو اُنھون نے (مجبور ہوکر) حلاج کے خون حلال ہونے کا فتویٰ لکھدیا، اسکے بعد دوسرے فقہاء و علماء نے بھی اسپر دستخط کردیے، حلاج نے یہ بات سُنی، تو فرمایا، تمکو میرا خون (بہانا) جائز نہین۔ جبکہ میرا اعتقاد اسلام ہے اور مذہب سُنت (کے موافق)۔ اس بارہ مین میری بہت کتابین موجود ہین۔ میرے خون کے معاملہ مین اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اسپر لوگ منتشر ہوگئے۔ الخ۔ صفحہ ۲۴۸

اس سے امور ذیل مستفاد ہوئے:۔

(۱) حلاج کے بارہ مین لوگون کی مختلف رائے تھی، بعض اُنکو ولی، صاحب کرامات سمجھتے تھے، بعض خدا کہتے تھے، یعنے حلول کے قائل تھے، بعض شعبدہ باز، ساحر، کذاب کہتے تھے۔

(۲) حلاج کے بعض اصحاب نے اقرار کیا کہ اُنکے نزدیک وہ خدا ہے، مُردون کو زندہ کرتا ہے، مگر جب خود حلاج سے اُسکی تحقیق کی گئی تو اُنھون نے اس بات کو سُنکر کہا اعوذ باللہ، خدا کی پناہ۔ مین نے ہرگز ربوبیت یا نبوت کا دعوےٰ نہین کیا۔ مین تو ایک معمولی آدمی ہون۔ اللہ کی عبادت کرتا ہون۔ (انا الحق بھی نہین کہا)۔

(۳) وزیر حامد روزانہ اُنکو دربار مین بُلاتا اور گفتگو کرتا، مگر اُن سے کوئی بات ایسی ظاہر نہین ہوئی جو شریعت مطہرہ کی رُو سے مکروہ اور ناگوار ہو (معلوم ہوا کہ وزیر کے اور فقہاء و علماء کے سامنے ایک دن بھی اُنھون نے انا الحق نہین کہا، نہ اسپر کوئی شہادت قائم ہوئی۔ ورنہ اس کلمہ کا علمائے شریعت کے نزدیک مکروہ اور بُرا ہونا مخفی نہ تھا)۔

(۴) وزیر حامد اُن کے قتل مین کوشان تھا۔

(۵) فتوےٰ قتل کا مدار محض اس مضمون حج پر تھا جو اُنکی کتاب مین دیکھا گیا، جسکو اُنھون نے کتاب الاخلاص حسن بصری کی طرف منسوب کیا۔ قاضی کے مُنھ سے اسپر یہ نکل گیا، اے حلال الدم! تو جھوٹا ہے، یہ بھی تحقیق نہ کیا گیا کہ شاید کتاب الاخلاص کے کسی غلط یا مدسوس نسخہ مین یہ مضمون ہو،

جو حلاج کا ماخذ ہو۔ اور حلاج کو اُسکے ملحق اور مدسوس ہونے کی خبر نہو۔ اگر قاضی کے سُنے ہوے صحیح نسخہ مین یہ مضمون نہ تھا تو اس سے حلاج کا کاذب و حلال الدم ہونا کیسے لازم آگیا۔ اس الزام کا مفصل جواب اوپر گذر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے۔

(۶) حلاج نے فتوائے قتل کے بعد اعتقاد اسلام اور اتباع سنت کا صاف اور صریح اقرار کیا۔ جو شرعاً توبہ تھی، اگر بالفرض ابن منصور نے کچھ خطا کی بھی تھی تو اس اقرار صریح کو توبہ قرار دینا لازم تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تنبیہ۔ (۳))

قال السیوطی فی تاریخ الخلفاء وفی سنة ثمان غلت الاسعار ببغداد وشغبت العامة لکون حامد بن العباس ضمن السواد وجدد المظالم ووقع النهب ورکب الجند فیها وشتمهم العامة ودام القتال ایاما واحرق العامة الحبس وفتحوا السجون ونهبوا الناس ورجموا الوزیر واختلفت احوال الدولة العباسیة جدا۔ وفی سنة تسع قتل الحلاج بافتاء القاضی ابی عمر والفقهاء والعلماء انه حلال الدم وله فی احوال السنیة اخبار فردها الناس بالتصنیف اھ صـ۱۵۳

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء مین فرماتے ہین کہ ۳۰۸ھ مین بغداد کے اندر نرخ گران ہوگیا، لوگ بھوکون مرنے لگے۔ کیونکہ حامد بن عباس نے دیہات پر تاوان ڈال دیا۔ نئے نئے ظلم ڈھاتا تھا۔ لوٹ مار شروع ہوگئی۔ فوج کو اپنے ہاتھ مین انتظام لینا پڑا۔ عوام نے فوج کو منتشر کر دیا اور کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ لوگون نے قیدخانے جلادیے۔ جیلون کے دروازے کھولدیے۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگیا۔ وزیر پر پتھر برسائے گئے۔ غرض دولت عباسیہ کی حالت بہت زیادہ دگرگون ہوگئی۔ ۳۰۹ھ مین حلاج کو قاضی ابو عمرو اور دیگر فقہاء اور علماء کے اُس فتوے کی وجہ سے کہ وہ حلال الدم ہے قتل کیا گیا۔ اُن کے احوال رفیعہ مین بہت واقعات ہین جن کو بعض لوگون نے مستقل تصانیف مین مدون کیا ہے۔ اھ۔ صـ۱۵۳۔

اس سے معلوم ہوا کہ وزیر حامد بن العباس ظالم تھا۔ آئے دن نئے نئے ظلم کرتا رہتا تھا جسکی وجہ سے خلافت عباسیہ کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی، یہ بھی معلوم ہوا کہ حسین بن منصور

علامہ سیوطی کے نزدیک صاحب احوال سنیہ (رفیعہ) تھے جن کو بہت لوگون نے مستقل تصانیف مین جمع کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حلاج کا قتل بھی وزیر حامد کے مظالم مین داخل ہے، کیونکہ اوپر گذر چکا ہے کہ اُسی نے قاضی کو فتوی قتل پر مجبور کیا۔ حالانکہ وہ اس سے بچنا چاہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ ۱۶۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۶ھ بمقام تھانہ بھون صینت عن الشرور والفتن

والحمد للہ رب العالمین

مآخذ رسالۂ القول المنصور

(۱) حضرت اقدس حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے اس رسالہ کیلیے جو مواد جمع فرمایا تھا، وہ تاریخ بغداد للخطیب اور تاریخ طبری وصلۃ الطبری سے ماخوذ تھا، یہ مواد بجنسہ رسالہ کے آخر مین عربی عبارات مین ملحق ہے۔

(۲) القول المنصور مین جن واقعات کے ذکر کے بعد منقول عنہ کے صفحہ وغیرہ کا حوالہ مذکور نہین۔ وہ سب اس مواد سے ماخوذ ہین۔ جو رسالہ مذکور کے آخر مین ملحق ہے۔

(۳) القول المنصور مین واقعات کو اس عربی مواد کی ترتیب پر ذکر نہین کیا گیا، بلکہ ترتیب بدلی گئی ہے، ارادہ تھا کہ اس مواد کو رسالہ کی ترتیب کے موافق کر دیا جاوے، مگر فرصت نہ ملی، امید ہے کہ اہل علم کو تلاش ماخذ مین زیادہ دشواری نہوگی، میرے تتبع مین اس مواد کے واقعات سالہ مین بتمامہا آگئے ہین، کوئی واقعہ رہگیا ہو، تو سہو ونسیان سے رہگیا ہوگا۔ وما ابرئ نفسی۔

(۴) اس مواد کے علاوہ، دوسری کتابون سے جو مضامین لیے گئے ہین اُنکے ماخذ کی عربی عبارت رسالہ مین مع حوالۂ صفحہ وغیرہ مذکور ہے۔ البتہ بعض جگہ عربی عبارت کی ضرورت نہین سمجھی گئی صرف صفحہ وجلد کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا۔

(۵) اشعار الغیور کا مأخذ صلۃ الطبری ہے اور بعض اشعار طبقات کبری للشعرانی سے ماخوذ ہین اور بعض دوسرے رسائل سے ہین جنکا نام اُن اشعار کے پیشانی پر لکھا ہے۔ اگر کسی کو ابن منصورؒ کے کچھ اشعار انکے علاوہ ملین تو احقر مؤلف القول المنصور کو بھیجدین، یا حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کی خدمت مین ارسال کردین تاکہ اُنکو بھی ترجمہ وشرح کے بعد رسالۂ اشعار الغیور کا ضمیمہ بنا دیا جاوے۔ اشعار کا ماخذ مع حوالۂ صفحہ وغیرہ ضرور لکھا جاوے۔

(۶) اور اگر کسی کو ابن منصورؒ کے حالات و واقعات اسکے علاوہ کچھ اور ملین جو القول المنصور مین مذکور نہین اُن سے احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ کو مع ذکر ماخذ وحوالۂ صفحہ وغیرہ مطلع فرمائین تاکہ اُنکو بھی رسالۂ القول المنصور کا ضمیمہ بنا دیا جاوے۔ والسلام مع الاکرام۔

ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ۔ مقیم حال ڈھاکہ (بنگال) مدرس اشرف العلوم

بسم الله الرحمن الرحيم

من تاريخ بغداد للحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی

الحسين بن منصور الحلاج

جزء (۱) الحسين بن منصور الحلاج یکنی ابا مغیث وقیل ابا عبد الله وکان جده مجوسیا اسمه محمی من اهل بیضاء فارس - نشأ الحسين بواسط وقیل بتستر وقدم بغداد - فخالط الصوفية وصحب من مشیختهم الجنید بن محمد وابا الحسين النوری وعمرو المکی - والصوفية مختلفون فيه فاکثرهم نفی الحلاج ان یکون منهم وابی ان یعده فیهم - وقبله من متقدمیهم ابو العباس بن عطاء البغدادی ومحمد بن خفیف الشیرازی وابراهیم بن محمد النصرآباذی النیسابوری فصححوا له حاله ودوّنوا کلامه حتی قال ابن خفیف الحسين بن منصور عالم ربانی ومن نفاه عن الصوفية نسبه الی الشعبذة فی فعله والی الزندقة فی عقده - وله اصحاب ینسبون الیه - ویغلون فيه - وکان للحلاج حسن عبارة وحلاوة منطق وشعر علی طریقة التصوف وانا اسوق اخباره علی اختلاف القول فيه - حدثنی ابو سعید مسعود بن ناصر بن ابی زید السجستانی انبأنا ابو عبد الله محمد عبد الله بن عبید الله بن باکوا الشیرازی بنیسابور اخبرنی احمد بن الحسين ابن منصور بتستر قال مولد والدی الحسين بن منصور بالبیضاء فی موضع یقال له الطور ونشأ بتستر وتلمذ لسهل بن عبد الله التستری سنتین ثم صعد الی بغداد وکان بالاوقات یلبس المسوح وبالاوقات یمشی بخرقتین مصبغ ویلبس بالاوقات الدراعة والعمامة ویمشی بالقباء ایضا علی زی الجند واول ما سافر من تستر الی البصرة کان له ثمان عشرة سنة ثم خرج بخرقتین الی عمرو بن عثمان المکی والی الجنید بن محمد واقام مع عمرو المکی ثمانية عشرة شهرا ثم تزوج بوالدتی

ام الحسين بنت ابى يعقوب الاقطع وتغير عمرو بن عثمان من تزويجه وجرى بين عمرو وبين ابى يعقوب وحشة عظيمة بان لك السبب ثم اختلف الى الجنيد بن محمد وعرض عليه ما فيه من الاذية لاجل ما يجرى بين ابى يعقوب وبين عمرو فامره بالسكون والمراعاة فصبر على ذلك مدة ثم خرج الى مكة وجاور سنة ورجع الى بغداد مع جماعة من الفقراء الصوفية فقصد الجنيد بن محمد وسأله عن مسئلة فلم يجبه ونسبه الى انه مدع فيما يسأله فاستوحش واخذ والدتى ورجع الى تستر واقام نحوا من سنة ووقع له عند الناس قبول عظيم حتے حسده جميع من فى وقته ولم يزل عمرو بن عثمان يكتب الكتب فى بابه الى خوزستان ويتكلم فيه بالعظائم حتے حرد ورمى بثياب الصوفية ولبس قباء واخذ فى صحبة ابناء الدنيا ثم خرج وغاب عنا خمس سنين وبلغ الى خراسان وما وراء النهر ودخل الى سجستان وكرمان ثم رجع الى فارس فاخذ يتكلم على الناس ويتخذ المجلس ويدعو الخلق الى الله وكان يعرف بفارس بابى عبد الله الزاهد وصنف لهم تصانيف ثم صعد من فارس الى الاهواز وانفذ من حملنى الى عنده وتكلم على الناس وقبله الخاص والعام وكان يتكلم على اسرار الناس وما فى قلوبهم ويخبر عنها فسمى بذلك حلاج الاسرار فصار الحلاج لقبه ثم خرج الى البصرة واقام مدة يسيرة وخلفنى بالاهواز عند اصحابه وخرج ثانيا الى مكة ولبس المرقعة والفوطة وخرج معه فى تلك السفرة خلق كثير وحسده ابو يعقوب النهرجورى فتكلم فيه بما تكلم فرجع الى البصرة واقام شهرا واحدا وجاء الى الاهواز وحمل والدتى وحمل جماعة من كبار الاهواز الى بغداد واقام ببغداد سنة واحدة ثم قال لبعض اصحابه احفظ ولدى احمد الى ان اعود انا فانى قد وقع لى ان ادخل الى بلاد الشرك وادعو الخلق الى الله عز وجل وخرج فسمعت بخبره انه قصد الى الهند ثم قصد خراسان ثانيا ودخل ما وراء النهر وتركستان والى ماصين ودعا الخلق

الی الله تعالی وصنف لهم کتبا لم تقع الی الا انه لما رجع کانوا یکاتبونه من الهند بالمغیث ومن بلاد ماصین وترکستان بالمقیت ومن خراسان بالممیز ومن فارس بابی عبد الله الزاهد ومن خوزستان بالشیخ حلاج الاسرار وکان ببغداد قوم یسمونه المصطلم وبالبصرة قوم یسمونه المحیر ثم کثرت الاقاویل علیه بعد رجوعه من هذه السفرة فقام وحج ثالثا وجاور سنتین ثم رجع وتغیر عما کان علیه فی الاول واقتنی العقار ببغداد وبنی دارا ودعا الناس الی معنی لم اقف الا علی شطر منه حتی خرج الیه محمد بن داود وجماعة من اهل العلم وقبحوا صورته ووقع بین علی بن عیسی وبینه لاجل نصر القشوری ووقع بینه وبین الشبلی وغیره من مشائخ الصوفیة فکان یقول قوم انه ساحر وقوم یقولون مجنون وقوم یقولون له الکرامات واجابة السؤال واختلفت الالسن فی امره حتی اخذه السلطان وحبسه۔

حدثنا اسماعیل بن احمد الحیری حدثنا ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین السلمی قال الحسین بن منصور قیل انما سمی الحلاج لانه دخل واسطاً فتقدم الی حلاج وبعثه فی شغل له فقال الحلاج انا مشغول بصنعتی فقال اذهب انت فی شغلی حتی اعینک فی شغلک فذهب الرجل فلما رجع وجد کل قطن فی حانوته محلوجا فسمی بذلک الحلاج۔ وقیل انه کان یتکلم فی ابتداء امره من قبل ان ینسب الی ما نسب الیه علی الاسرار ویکشف عن اسرار المریدین ویخبر عنها فسمی بذلک حلاج الاسرار فغلب علیه اسم الحلاج و قیل ان اباه کان حلاجا فنسب الیه۔ اخبرنی ابو علی عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن فضالة النیسابوری بالری نبأنا ابو منصور محمد بن احمد بن علی النهاوندی حدثنا احمد بن محمد بن سلامة المروزی قال سمعت فارسا البغدادی یقول قال رجل للحسین بن منصور اوصنی قال علیک بنفسک ان لم تشغلها بالحق شغلتک عن الحق وقال له آخر عظنی فقال له کن مع الحق بحکم ما وجب۔

انبأنا محمد بن عيسى بن عبد العزيز البزاز بهمدان حدثنا علي بن الحسن الصيقلي قال سمعت ابا الطيب محمد بن الفرخان يقول سمعت الحسين بن منصور الحلاج يقول علم الاولين والآخرين مرجعه الى اربع كلمات حب الجليل - وبغض القليل واتباع التنزيل - وخوف التحويل -

جزو (٢) انبأنا محمد بن علي بن الفتح انبأنا محمد بن الحسين بن موسى النيسابوري قال سمعت محمد بن عبد الله بن شاذان يقول سمعت محمد بن علي الكتاني يقول دخل الحسين بن منصور مكة في ابتداء امره فجهدنا حتى اخذنا مرقعته قال السوسي اخذنا منها قملة فوزنا فاذا فيها نصف دانق من كثرة رياضته وشدة مجاهدته - حدثني مسعود بن ناصر انبأنا ابن باكو الشيرازي قال سمعت ابا عبد الله الحسين بن محمد المرازي يقول سمعت ابا يعقوب النهرجوري يقول دخل الحسين بن منصور الى مكة وكان اول دخلته فجلس في صحن المسجد سنة لا يبرح من موضعه الا للطهارة او للطواف ولا يبالي بالشمس ولا بالمطر وكان يحمل اليه كل عشية كوز ماء للشرب وقرص من اقراص مكة فيأخذ القرص ويعض اربع عضات من جوانبه ويشرب شربتين من الماء شربة قبل الطعام وشربة بعده ثم يضع باقي القرص على راس الكوز فيحمل من عنده وقال ابن باكو حدثنا ابو الفوارس الجوزقاني حدثنا ابراهيم بن شيبان قال سلم استاذي يعني ابا عبد الله المغربي على عمرو بن عثمان المكي فجاراه في مسئلة فجرى في عرض الكلام ان قال عمرو بن عثمان ههنا شاب على ابي قبيس فلما خرجنا من عند عمرو صعدنا اليه وكان وقت الهاجرة فدخلنا عليه واذا هو جالس على صخرة من ابي قبيس في الشمس والعرق يسيل منه على تلك الصخرة فلما نظر اليه ابو عبد الله المغربي رجع واشار الى بيده ارجع فخرجنا ونزلنا الوادي ودخلنا المسجد فقال لي ابو عبد الله ان عشت ترى ما يلقى هذا الان الله يبتليه ببلاء لا يطيقه تعد بحمقه يتصبر مع الله فسألنا عنه واذا هو الحلاج -

جزو (٣) حدثنی ابوسعید السنجری انبأنا محمد بن عبد الله بن عبید الله الصوفی الشیرازی قال سمعت ابا الحسن بن ابی توبة یقول سمعت علی بن احمد الحاسب قال سمعت والدی یقول وجهنی المعتضد الی الهند لامور تعرفها لیقف علیها وکان معی فی السفینة رجل یعرف بالحسین بن منصور وکان حسن العشرة طیب الصحبة فلما خرجنا من المرکب ونحن علی الساحل والحمالون ینقلون الثیاب من المرکب الی الشط فقلت له ایش جئت الی ههنا قال جئت لأتعلم السحر[1] وادعو الخلق الی الله تعالی قال وکان علی الشط کوخ وفیه شیخ کبیر فسأله الحسین ابن منصور هل عندکم من یعرف شیئا من السحر قال فاخرج الشیخ کبة غزل وناول طرفه الحسین بن منصور ثم رمی الکبة فی الهواء فصارت طاقة واحدة ثم صعد علیها ونزل وقال للحسین بن منصور مثل هذا ترید ثم فارقنی ولم اره بعد ذلک الا ببغداد انبأنا اسماعیل بن احمد الحیری انبأنا ابو عبد الرحمن السلمی قال قال المزین رأیت الحسین بن منصور فی بعض اسفاره فقلت له الی این فقال الی الهند اتعلم السحر ادعو به الخلق الی الله عز وجل قال ابو عبد الرحمن سمعت ابا علی الهمذانی یقول سألت ابراهیم بن شیبان عن الحلاج فقال من احب ان ینظر الی ثمرات الدعاوی الفاسدة فلینظر الی الحلاج والی ما صار الیه قال وقال ابراهیم ما زالت الدعاوی والمعارضات مشئومة علی اربابها من قال ابلیس انا خیر منه۔

جزو (۴) وقال محمد بن الحسین سمعت ابراهیم بن محمد النصرآباذی وعوتب فی شئ حکی عنه یعنی عن الحلاج فی الروح فقال لمن عاتبه ان کان بعد النبیین والصدیقین موحد فهو الحلاج۔ انبأنا ابن الفتح انبأنا محمد بن الحسین قال سمعت منصور بن عبد الله یقول سمعت الشبلی یقول کنت انا والحسین بن منصور شیئاً واحداً الا انه اظهر وکتمت قال وسمعت منصورا یقول سمعت بعض اصحابنا

[1] عام الحلاول ویشغف العوام بالعجائب فیکون دعوتهم بها الی الدین ۱۲

يقول ـ وقف الشبلى عليه وهو مصلوب فنظر اليه وقال الم ننهك عن العلمين انبأنا اسمعيل الحيرى انبأنا ابو عبد الرحمن السلمى قال سمعت جعفر بن احمد يقول سمعت ابا بكر بن ابى سعدان يقول الحسين بن منصور مموه ممخرق ـ قال ابو عبد الرحمن وحكى عن عمرو المكى انه قال كنت اماشيه فى بعض ازقة مكة و كنت اقرء القران فسمع قراءتى فقال يمكننى ان اقول مثل هذا ففارقته ـ حدثنى مسعود بن ناصر انبأنا ابن باكو الشيرازى قال سمعت ابا زرعة الطبرى يقول الناس فيه يعنى الحسين بن منصور بين قبول ورد ولكن سمعت محمد بن يحيى الرازى يقول سمعت عمرو بن عثمان يلعنه ويقول لو قدرت عليه لقتلته بيدى فقلت ايش الذى وجد الشيخ عليه قال قرأت اية من كتاب الله فقال يمكننى ان اؤلف مثله واتكلم به قال وسمعت ابا زرعة الطبرى يقول سمعت ابا يعقوب الاقطع يقول زوجت ابنتى من الحسين بن منصور لما رأيت من حسن طريقته واجتهاده فبان لى بعد مدة يسيرة انه ساحر محتال خبيث كافر ـ

جزو (۵) اخبرنا على بن ابى على عن ابى الحسن احمد بن يوسف الازرق ان الحسين بن منصور الحلاج لما قدم بغداد يدعوا ستغوى كثيرا من الناس والرؤساء وكان طمعه فى الرافضة اقوى لدخوله من طريقهم ـ

جزو (۶) وقال ابن باكو احدثنا ابو عبد الله بن مفلح حدثنا طاهر بن احمد التسترى قال تعجبت من امر الحلاج فلم ازل اتتبع واطلب الحيل وا تعلم النيرنجات لاقف على ما هو عليه فدخلت عليه يوما من الايام وسلمت وجلست ساعة ثم قال لى يا طاهر لا تتعن فان الذى تراه وتسمعه من فعل الاشخاص لا من فعلى ـ لا تظن انه كرامة اوشعوذة فصح عندى انه كما يقول ـ

جزو (۷) انبأنا ابراهيم بن مخلد انبأنا اسماعيل بن على الخطبى فى تاريخه قال ظهر امر رجل يعرف بالحلاج يقال له الحسين بن منصور وكان فى حبس السلطان بسعاية وقعت به فى وزارة على بن عيسى الاولى وذكر عنه ضروب

ـه تفصل من العناء مجفى المشفقة ـ ۱۲۰ ـ عـه بحج ـ ۱۱ ـ

من الزندقة ووضع الحيل على تضليل الناس من جهات تشبه الشعوذة والسحر وادعاء النبوة فكشفه علي بن عيسى عند قبضه عليه وانهى خبره الى السلطان يعني المقتدر بالله فلم يقر بما رمي به من ذلك وعاقبه وصلبه حيا اياما متوالية في رحبة الجسر في كل يوم غدوة وينادي عليه بما ذكر عنه ثم ينزل به ثم يحبس فاقام في الحبس سنين كثيرة ينقل من حبس الى حبس حتى حبس باخرة في دار السلطان فاستغوى جماعة من غلمان السلطان وموه عليهم واستمالهم بضروب من حيله حتى صاروا يحمونه ويدفعون عنه ويرفهونه ثم راسل جماعة من الكتاب وغيرهم ببغداد وغيرها فاستجابوا له وتراقى به الامر حتى ذكر انه ادعى الربوبية وسعى بجماعة من اصحابه الى السلطان فقبض عليهم ووجد عند بعضهم كتبا له تدل على تصديق ما ذكر عنه واقر بعضهم بلسانه بذلك وانتشر خبره وتكلم الناس في قتله فامر امير المؤمنين بتسليمه الى حامد بن العباس وامران يكشفه بحضرة القضاة ويجمع بينه وبين اصحابه فجرى في ذلك خطوب طوال ثم استيقن السلطان امره ووقف على ما ذكرله عنه فامر بقتله واحراقه بالنار فاحضر مجلس الشرطة بالجانب الغربي يوم الثلاثاء لسبع بقين من ذي القعدة سنة تسع وثلثمأة فضرب بالسياط نحوا من الف سوط وقطعت يداه ورجلاه وضربت عنقه واحرقت جثته بالنار ونصب راسه للناس على سور السجن الجديد وعلقت يداه ورجلاه الى جانب راسه حدثني محمد بن ابي الحسن الساحلي عن ابي العباس احمد بن محمد النسوي قال سمعت محمد بن الحسين الحافظ يقول سمعت ابراهيم بن محمد الواعظ يقول قال ابو القاسم الرازي قال ابو بكر بن ممشاذ حضر عندنا بالدينور رجل ومعه مخلاة فما كان يفارقها بالليل ولا بالنهار ـ ففتشوا المخلاة فوجدوا فيها كتابا للحلاج عنوانه من الرحمن الرحيم الى فلان بن فلان فوجه الى بغداد قال فاحضر وعرض عليه

فقال هذا خطی وانا کتبته فقالوا کنت تدعی النبوۃ فصرت تدعی الربوبیة فقال ما ادعی الربوبیة ولکن هذا عین الجمع عندنا هل الکاتب الا الله وانا والید فیه آلة فقیل معك احد فقال نعم ابن عطاء وابو محمد الجریری وابو بکر الشبلی وابو محمد الجریری یستتر والشبلی یستتر فان کان فابن عطاء فاحضر الجریری فسئل فقال هذا کافر یقتل ومن یقول هذا وسئل الشبلی فقال من یقول هذا یمنع ثم سئل ابن عطاء عن مقالة الحلاج فقال بمقالته فکان سبب قتله۔ انبأنا اسمعیل بن احمد الحیری انبأنا ابو عبد الرحمن الشبلی قال سمعت محمد بن عبد الله الرازی یقول کان الوزیر حین احضر الحسین بن منصور للقتل حامد بن العباس فامره ان یکتب اعتقاده فعرضه الوزیر علی الفقهاء ببغداد فانکروا ذلك فقیل للوزیر ان ابا العباس بن عطاء یصوب قوله فامر ان یعرض ذلك علی ابی العباس بن عطاء فعرض علیه فقال هذا اعتقاد صحیح وانا اعتقد هذا الاعتقاد ومن لا یعتقد هذا فهو بلا اعتقاد فامر الوزیر باحضاره فاحضر ودخل علیه فجلس فی صدر المجلس فغاظ الوزیر ذلك ثم اخرج ذلك الخط فقال هذا خطك فقال نعم فقال تصوب مثل هذا الاعتقاد فقال مالك ولهذا۔ علیك بما نصبت له من اخذ اموال الناس وظلمهم وقتلهم مالك ولکلام هؤلاء السادة فقال الوزیر فکیه فضرب فکاه فقال ابو العباس اللهم انك سلطت هذا علی عقوبة لدخولی علیه فقال الوزیر خفه یا غلام فنزع خفه فقال دماغه فمازال یضرب رأسه حتی سأل الدم من منخریه ثم قال الحبس فقیل ایها الوزیر یتشوش العامة لذلك فحمل الی منزله فقال ابو العباس اللهم اقتله اخبث قتلة واقطع یدیه ورجلیه فمات ابو العباس بعد ذلك بسبعة ایام وقتل حامد بن العباس اقطع قتلة واوحشها بعد ان قطعت یداه ورجلاه واحرق داره وکانوا یقولون ادرکته دعوة ابی العباس بن عطاء انبأنا محمد بن علی بن

ابی الفتح انبأنا محمد بن الحسین النیسابوری قال سمعت ابا بکر بن غالب یقول سمعت بعض اصحابنا یقول لما ارادوا قتل الحسین بن منصور احضر لذلک الفقہاء والعلماء واخرجوہ وقدموہ بحضرۃ السلطان فسألوہ فقالوا مسئلۃ فقال ہاتوا فقالوا لہ ما البرہان فقال البرہان شواہد یلبسہا الحق اہل الاخلاص یجذب النفوس الیہا جاذب القبول۔ فقالوا باجمعہم ہذا کلام اہل الزندقۃ واشاروا علی السلطان بقتلہ۔ قلت قد احال ہذا الحاکی عن الفقہاء بان ہذا کلام اہل الزندقۃ وہو رجل مجہول وقولہ غیر مقبول وانما اوجب الفقہاء قتلہ بامر اخر حدثنی مسعود بن ناصر انبأنا محمد بن عبد اللہ بن باکوا الشیرازی قال سمعت ابن بزول القزوینی وقد سأل ابا عبد اللہ بن خفیف عن معنی ہذہ الابیات ؎

سبحان من اظہر ناسوتہ　　سر سنا لاہوتہ الثاقب
ثم بدا فی خلقہ ظاہراً　　فی صورۃ الاکل والشارب
حتی لقد عاینہ خلقہ　　کلحظۃ الحاجب بالحاجب

فقال الشیخ علی قائلہا لعنۃ اللہ فقال عیسی بن بزول ہذا للحسین بن منصور فقال ان کان ہذا اعتقادہ[1] فہو کافر الا انہ لم یصح انہ لہ ربما یکون مقولا علیہ۔

جز و (۸) انبأنا اسماعیل الحیری انبأنا ابو عبد الرحمن السلمی قال سمعت محمد بن احمد ابن الحسن الوراق یقول سمعت ابا اسحاق ابراہیم بن محمد القلانسی الرازی یقول لما صلب الحسین بن منصور وقفت علیہ فقال الہی الہی اصبحت فی دار الرغائب انظر الی العجائب الہی انک تتودد الی من یؤذیک فکیف لا تتودد الی من یؤذی فیک وقال السلمی سمعت عبد الواحد بن علی یقول فارسا البغدادی یقول لما حبس الحلاج قید من کعبہ الی رکبتہ بثلاثۃ عشر قیدا وکان یصلی مع ذلک فی کل یوم ولیلۃ الف رکعۃ قال وسمعت فارسا یقول قطعت اعضاؤہ یوم قتل عضوا عضواً وما تغیر لونہ وقال السلمی سمعت ابا عبد اللہ الرازی یقول

[1] ای وان لم یکن اعتقادہ بل قولہ فقط بتاویل ما فلا ۱۲

سمعت ابا بكر العطوفی يقول كنت اقرب الناس من الحلاج فضرب كذا وكذا سوطا و
قطعت يداه ورجلاه فما نطق[1] ـ انبأنا ابو الفتح انبأنا محمد بن الحسين قال سمعت
الحسين بن احمد يعنی الرازی يقول سمعت ابا العباس بن عبد العزيز يقول كنت
اقرب الناس من الحلاج حين ضرب وكان يقول مع كل صوت[2] احد احد حدثنا
عبيد الله بن احمد بن عثمان الصيرفی قال قال لنا ابو عمر بن حيويه لما اخرج
حسين الحلاج ليقتل مضيت فی جملة الناس ولم ازل ازاحم حتے رأيته فقال
لاصحابه لا يهولنكم هذا فانی عائد اليكم بعد ثلاثين يوما ثم قتل ـ انبأنا
محمد بن احمد بن عبد الله الاروستانی بمكة انبأنا ابو عبد الرحمن محمد بن الحسين
السلمی بنيسابور قال سمعت ابا العباس الرزاز[3] يقول كان اخی خادما للحسين بن
منصور فسمعته يقول لما كانت الليلة التی وعد من الغد قتله قلت له يا سيدی
اوصنی فقال لی عليك نفسك ان لم تشغلها شغلتك قال فلما كان من الغد فاخرج
للقتل قال حسب الواحد افراد الواحد له ثم خرج يتبختر فی قيده ويقول ؎

نديمی غير منسوب	الی شئی من الحيف
سقانی مثل ما يشر	ب فعل الضيف بالضيف
فلما دارت الكأس	دعا بالنطع والسيف
كذا من يشرب الراح	مع التنين فی الصيف

ثم قال (يستعجل بها الذين لا يؤمنون بها ـ والذين آمنوا مشفقون منها و
يعلمون انها الحق) ثم ما نطق بعد ذلك حتے فعل به ما فعل ـ انبأنا ابن الفتح
انبأنا محمد بن الحسين قال سمعت عبد الله بن علی يقول سمعت عيسے القصار
يقول آخر كلمة[4] تكلم بها الحسين بن منصور عند قتله وصلبه ان قال حسب الواحد
افراد الواحد له فما سمع بهذه الكلمة احد من المشائخ الا رق واستحسن هذا الكلام

---

[1] الظاهر انه كان له حال غالب ولم يظهر ۱۲ [2] هكذا فی الاصل لعله تصحيف والصحيح كل سوط ۱۲
[3] وفی الطبقات للشعرانی الرازی ص ۱۰۳ ج ۱ ـ ۱۲ ـ ظ [4] والغيرة للخواتيم ۱۲

منه ـ انبأنا اسماعيل الحيرى انبأنا ابو عبد الرحمن السلمى قال سمعت ابابكر البجلى
يقول سمعت ابا الفاتك البغدادى وكان صاحب الحلاج قال رأيت فى النوم بعد
ثلاث من قتل الحلاج كانى واقف بين يدى ربى تعالى فاقول يا رب ما فعل الحسين
بن منصور فقال كاشفته بمعنى فدعا الخلق الى نفسه ـ فانزلت به ما رأيت ـ
(ذكر اخبار الحلاج بعد حصوله فى يد حامد بن العباس وشرحها على التفصيل الى
حين مقتله ......) قد ذكرنا ما انتهى الينا من اخبار الحلاج المنثورة وانا
اسوق ههنا قصته ببغداد مفصلة وسبب القبض عليه وشرح ما بعد ذلك الى
ان قتل ـ فبلغنا انه اقام ببغداد فى ايام المقتدر بالله زمانا يصحب الصوفية و
ينتسب اليهم والوزير اذ ذاك حامد بن العباس فانتهى اليه ان الحلاج قد موّه على
جماعة من الحشم والحجاب فى دار السلطان وعلى غلمان نصر القشورى الحاجب
واسبابه بانه يحيى الموتى وان الجن يخدمونه ويحضرون ما يختاره ويشتهيه و
اظهرانه قد احيى عدة من الطير واظهر ابو على الاوارجى لعلى بن عيسى ان محمد بن على
القنائى وكان احد الكتاب يعبد الحلاج ويدعو الناس الى طاعته فوجه على
بن عيسى الى محمد بن على القنائى من كبس منزله وقبض عليه وقرره على بن عيسى
فاقرانه من اصحاب الحلاج وحمل من داره الى على بن عيسى دفاتر وورقا عليه
بخط الحلاج فالتمس حامد بن العباس من المقتدر بالله ان يسلم اليه الحلاج
ومن وجد من دعاته فدفع عنه نصر الحاجب وكان يذكر عنه الميل الى الحلاج
فجود حامد فى المسئلة فامر المقتدر بالله ان يدفع اليه فقبضه واحتفظ به وكان
يخرجه كل يوم الى مجلسه ويتسقطه ليتعلق عليه بشئ يكون سبيلا له الى قتل
الحلاج لا يزيد على اظهار الشهادتين والتوحيد وشرائع الاسلام وكان حامد
قد سعى اليه بقوم انهم يعتقدون فى الحلاج الالهية فقبض حامد عليهم وناظرهم
فاعترفوا انهم من اصحاب الحلاج ودعاته وذكروا لحامد انهم قد صح عندهم
انه اله وانه يحيى الموتى وكاشفوا الحلاج بذلك فجحده وكذبهم وقال اعوذ بالله

ان ادعی الربوبیة او النبوة وانما رجل اعبد الله واکثر الصوم والصلوٰة وفعل الخیر ولا اعرف غیر ذلک۔

جزو (۹) وبلغ حامداً عن بعض اصحاب الحلاج انه ذکر انه دخل لیه الی الموضع الذی هو فیه وخاطبه بما اراده فانکر ذلک کل الانکار وتقدم بمسألة الحجاب و البوابین عنه وقد کان رسم ان لا یدخل الیه احد وضرب بعض البوابین فحلفوا بالایمان المغلظة انهم ما ادخلوا احدا من اصحاب الحلاج الیه ولا اجتازبهم وتقدم بانتقاد السطوح وجوانب الحیطان فانتقدوا ذلک اجمع ولم یوجد له اثر ولا خلل فسأل الحلاج عن دخول من دخل لیه فقال من القدرة نزل ومن الموضع الذی وصل الیّ منه خرج وکان یخرج الی حامد فی کل یوم دفاتر مما حمل من دور اصحاب الحلاج ویجعل بین یدیه فیدفعها الی ابی ویتقدم الیه بان یقرأها علیه فکان یفعل ذلک دائما فقرأ علیه فی بعض الایام من کتب الحلاج والقاضی ابو عمر حاضر والقاضی ابو الحسین بن الاشنانی کتابا حکی فیه ان الانسان اذا اراد الحج ولم یمکنه افرد فی داره بیتا لا یلحقه شیئ من النجاسة ولا یدخله احد ومنع من تطرقه فاذا حضرت ایام الحج طاف حوله طوافه حول البیت الحرام فاذا انقضی ذلک وقضی من المناسک ما یقضی بمکة مثله جمع ثلاثین یتیما وعمل لهم امرأ ما یمکنه من الطعام واحضرهم الی ذلک البیت وقدم الیهم ذلک الطعام وتولی خدمتهم بنفسه فاذا فرغوا من اکلهم و غسل ایدیهم کسا کل واحد منهم قمیصا ودفع الیه سبعة دراهم او ثلاثة الشک منی فاذا فعل ذلک قام له مقام الحج فلما قرأ ابی هذا الفصل التفت ابو عمر القاضی الی الحلاج وقال له من این لک هذا قال من کتاب الاخلاص للحسن البصری فقال له ابو عمر کذبت یا حلال الدم قد سمعنا کتاب الاخلاص للحسن البصری بمکة ولیس فیه شیئ مما ذکرته فلما قال ابو عمر کذبت یا حلال الدم قال له حامد کتب بهذا فتشاغل ابو عمر بخطاب الحلاج

فاقبل حامد يطالبه بالكتاب بما قاله وهو يدافع ويتشاغل الى ان مد حامد الدواة من بين يديه الى ابى عمر ودعا بدرج فدفعه اليه والح عليه حامد بالمطالبة الحاحا لم يمكنه معه المخالفة فكتب باحلال دمه وكتب بعده من حضر المجلس ولما تبين الحلاج الصورة قال ظهرى حمى ودمى حرام وما يحل لكم ان تتأولوا على بما يبيحه واعتقادى الاسلام ومذهبى السنة وتفضيل ابى بكر وعمر وعثمان وعلى وطلحة والزبير وسعد وسعيد وعبدالرحمن بن عوف وابى عبيدة بن الجراح ولى كتب فى السنة موجودة فى الوراقين فالله الله فى دمى ولم يزل يردد هذا القول والقوم يكتبون خطوطهم الى ان استكملوا ما احتاجوا اليه ونهضوا عن المجلس وردوا لحلاج الى موضعه الذى كان فيه ودفع حامد ذلك المحضر الى والدى وتقدم اليه ان يكتب الى لمقتدر بالله بخبر المجلس وماجرى فيه وينفذ الجواب عنها فكتب لرقعتين وانفذ الفتوى درج الرقعة الى لمقتدر بالله وابطأ الجواب يومين فغلظ ذلك على حامد ولحقه ندم على ما كتب به وتخوف ان يكون قد وقع غير موقعه ولم يجد بدا من نصرة ما عمله فكتب بخط والدى رقعة الى لمقتدر بالله فى اليوم الثالث يقتضى فيها ما تضمنته الاولى ويقول ان ماجرى فى المجلس قد شاع وانتشر ومتى لم يتبعه قتل لحلاج افتتن الناس به ولم يختلف عليه اثنان ويستأذن فى ذلك و انفذ الرقعة الى مفلح وسأله ايصالها وتنجيز الجواب عنها وانفاذه اليه فعاد الجواب عن المقتدر بالله من غد ذلك اليوم من جهة مفلح بان القضاة اذا كانوا قد افتوا بقتله واباحوا دمه فليحضر محمد بن عبدالصمد صاحب الشرطة وليتقدم اليه بتسلمه وضربه الف سوط فان تلف تحت الضرب والا ضرب عنقه فسر حامد بهذا الجواب وزال ما كان عليه من الاضطراب واحضر محمد بن عبدالصمد واقرأه اياه وتقدم اليه بتسلم الحلاج فامتنع من ذلك وذكر انه يتخوف ان ينتزع فاعلمه حامد انه يبعث معه غلمانه حتى

يصيروا به الى مجلس الشرطة فى الجانب الغربى ووقع الاتفاق على ان يمضى بعد
عشاء الاخرة ومعه جماعة من اصحابه وقوم على بغال موكفة يجرون مجرى
الساسة فيجعل على واحد منها ويدخل فى غمار القوم واوصاه بان يضربه الف
سوط فان تلف خز راسه واحتفظ به واحرق جثته وقال له حامد ان قال لك
اجرى لك الفرات ذهباً وفضةً فلا تقبل منه ولا ترفع الضرب عنه فلما كان
بعد عشاء الاخرة وافى محمد بن عبد الصمد الى حامد ومعه رجاله والبغال الموكفة
فتقدم الى غلمانه بالركوب معه حتى يصل الى مجلس الشرطة وتقدم الى الغلام
الموكل به باخراجه من الموضع الذى هو فيه وتسليمه الى اصحاب محمد بن عبد الصمد
فحكى الغلام انه لما فتح الباب عنه وامره بالخروج وهو وقت لم يكن يفتح عنه فى
مثله قال له من عند الوزير فقال محمد بن عبد الصمد فقال ذهبنا والله واخرج
واركب بعض تلك البغال الموكفة واختلط بجملة الساسة وركب غلمان حامد
معه حتى وصلوه الى الجسر ثم انصرفوا وبات هناك محمد بن عبد الصمد ورجاله
مجتمعون حول المجلس فلما اصبح يوم الثلاثاء لست بقين من ذى القعدة
اخرج الحلاج الى رحبة المجلس وامر الجلاد بضربه بالسوط واجتمع من العامة
خلق كثير لا يحصى عددهم فضرب الى تمام الالف السوط وما استعفى ولا
تأوه بل لما بلغ ستمأئة سوط قال لمحمد بن عبد الصمد ادع بى اليك فان
عندى نصيحة تعدل فتح القسطنطينية فقال له محمد قد قيل لى انك ستقول
هذا وما هو اكثر منه وليس الى رفع الضرب عنك سبيل ولما بلغ الف سوط
قطعت يده ثم رجله ثم يده ثم رجله وحز راسه واحرقت جثته وحضرت فى
هذا الوقت وكنت واقفا على ظهر دابتى خارج المجلس والجثة تقلب على
الجمر والنيران تتوقد ولما صارت رمادا القيت فى دجلة ونصب الرأس يومين
ببغداد على الجسر ثم حمل الى خراسان وطيف به فى النواحى واقبل اصحابه يعدون
انفسهم برجوعه بعد اربعين يوما واتفق ان زادت دجلة فى تلك السنة

زيادة فيها فضل فادعى اصحابه ان ذلك بسببه ولان الرماد خالط الماء وزعم بعض اصحاب الحلاج ان المضروب عدو الحلاج القى شبهه عليه وادعى بعضهم انهم رأوه فى ذلك اليوم بعد الذى عاينوه من امره والحال الذى جرت عليه وهو راكب حمارا فى طريق النهروان ففرحوا به وقال لعلكم مثل هؤلاء البقر الذين ظنوا انى انا المضروب والمقتول وزعم بعضهم ان دابة حولت فى صورته وكان نصر الحاجب بعد ذلك يظهر الترثى له ويقول انه مظلوم وانه رجل من العباد واحضر جماعة من الوراقين واحلفوا على ان لا يبيعوا شيئا من كتب الحلاج ولا يشتروها۔

ذكر خبر الحسين بن منصور الحلاج عن ابن جرير الطبرى

وفى هذه السنة (اى ٣٠٩ھ) انهى الى المقتدر (الخليفة) خبر الحسين بن منصور الحلاج فامر بقتله واحراقه بالنار بعد ضربه الف سوط وقطع يديه ورجليه وكان الحلاج هذا رجلا غويا خبيثا ينتقل فى البلدان ويموه على الجهال ويرى قوما انه يدعو الى الرضا من آل محمد ويظهر انه سنى لمن كان من اهل السنة وشيعى لمن كان مذهبه التشيع ومعتزلى لمن كان مذهبه الاعتزال وكان مع ذلك خفيف الحركات شعوذيا قد حاول الطب وجرب الكيميا فلم يزل يستعمل المخاريق حتى استهوى بها من لا تحصيل عنده ثم ادعى الربوبية وقال بالحلول وعظم اجترائه على الله عزوجل ورسله ووجدت له كتب فيها حماقات وكلام مقلوب وكفر عظيم فكان فى بعض كتبه انى المغرق لقوم نوح والمهلك لعاد وثمود وكان يقول لاصحابه انت نوح وانت موسى وانت محمد قد اعيدت ارواحهم الى اجسادكم وزعم بعض الجهلة المتبعين له بانه كان يغيب عنهم ثم ينزل عليهم من الهواء اغفل ماكانوا وحرك القوم يده فنثر منها دراهم وكان فى القوم ابو سهل بن نوبخت النوبختى فقال له دع هذا واعطنى درهما واحدا عليه اسمك واسم ابيك وانا اومن بك و

خلق کثیر معی فقال لا کیف وھذا ثم یصنع فقال لہ من احضر مالیس بحاضر صنع غیر مصنوع۔ قال محمد بن یحیے الصولی انا رأیت ھذا الرجل مرات وخاطبتہ فرأیتہ جاھلا یتعاقل وعیتیا یتفصح وفاجرا یظھر التنسک ویلبس الصوف فاول من ظفر بہ علی بن احمد الراسبی لما اطلع منہ علی ھذہ الحال فقیدہ وادخلہ بغداد علی جمل قد شھرہ وکتب بقصتہ وما ثبت عندہ فی امرہ فاحضرہ علی بن عیسیٰ ایام وزارتہ فی سنۃ ۳۰۱ھ واحضر الفقھاء ونوظر فاسقط فی لفظہ ولم یحسن من القرآن شیئا ولا من الفقہ ولا من الحدیث ولا من الشعر ولا من اللغۃ ولا من اخبار الناس فتصحف وصفعہ وامر بہ فصلب حیا فی الجانب الشرقی ثم فی الجانب الغربی لیراہ الناس ثم حبس فی دار الخلیفۃ فجعل یتقرب الیھم بالسنۃ فظنوا ما یقول حقا ثم انطلق وقد کان ابن الفرات کبسہ فی وزارتہ الاولی وعنی بطلبہ موسی بن خلف فافلت ھو وغلام لہ ثم ظفر بہ فی ھذہ السنۃ فسلموا الی الوزیر حامد وکان عندہ یخرجہ الی من حضرہ فیصفعہ وینتف لحیتہ واحضر یوما صاحب لہ یعرف بالسمری فقال لہ حامد الوزیر ما زعمت بان صاحبکم ھذا کان ینزل علیکم من الھواء اغفل ما کنتم قال بلی فقال لہ فلم لا یذھب حیث شاء وقد ترکتہ فی داری وحدہ غیر مقید ثم احضر حامد الوزیر القاضی والفقھاء واستفتاھم فیہ فحصلت علیہ شھادات بما سمع منہ اوجبت قتلہ فعرف المقتدر بما ثبت علیہ وما افتی بہ الفقھاء فیہ فوقع الی صاحب شرطتہ محمد بن عبد الصمد بان یخرجہ الی رحبۃ الجسر یضرب بہ الف سوط ویقطع یدیہ ورجلیہ ففعل ذلک بہ ثم احرقہ بالنار وذلک فی آخر سنۃ ۳۰۹ھ۔

(نوٹ) عبارت بالا ابن جریر طبری کی ہے جو تاریخ طبری جلد دوازدہم مطبوعہ مطبع حسینی مصر سے نقل کی گئی ہے، مگر اس میں کہیں "انا الحق" ابن منصور کے اقوال میں نہیں ہے ۔ نیز میں نے مطاعن کی بعض مکرر روایات بھی ترک کر دی ہیں۔ فقط۔

احمد عبد الحلیم کان اللہ لہ

ف لیکن اوپر کی عبارت میں ہے ثم ادعی الربوبیۃ الخ یہ مرادف ہے انا الحق کہنے کے۔۱۲۔ اشرف علی عفا اللہ عنہ

ذكر خبر الحسين بن منصور الحلاج وما آل اليه امره من القتل والمثلة

انتهى الى حامد بن العباس فى ايام وزارته انه قد موه على جماعة من الحشم والحجاب وعلى غلمان نصر الحاجب واسبابه وانه يحيى الموتى وان الجن يخدمونه فيحضرونه ما يشتهيه وانه يعمل ما احب من معجزات الانبياء وادعى جماعة ان نصرا مال اليه وسعى قوم بالسمرى وبعض الكتاب وبرجل هاشمى انه نبى الحلاج وان الحلاج اله عز الله وتعالى عما يقول الظالمون علوا كبيرا فقبض عليهم ثم ناظرهم حامد فاعترفوا بانهم يدعون اليه وانه قد صح عندهم انه اله يحيى الموتى وكاشفوا الحلاج بذلك فجحده وكذبهم وقال اعوذ بالله ان ادعى الربوبية او النبوة وانما انا رجل اعبد الله عز وجل واكثر الصوم والصلوة وفعل الخير لا غير واستحضر حامد بن العباس اباعمر القاضى وابا جعفر بن البهلول القاضى وجماعة من وجوه الفقهاء والشهود واستفتاهم فى امره فذكروا انهم لا يفتون فى قتله بشيئ الى ان يصح عندهم ما يوجب عليه القتل وانه لا يجوز قبول قول من ادعى عليه ما ادعاه وان واجهه الا بدليل واقرار فكان اول من كشف امره رجل من اهل البصرة تنصح فيه وذكر انه يعرف اصحابه وانهم متفرقون فى البلدان يدعون اليه وانه كان ممن استجاب له ثم تبين له مخرقته ففارقه وخرج من جملته وتقرب الى الله عز وجل بكشف امره واجتمع معه على هذه الحال ابو على هارون بن عبد العزيز الاوراجى الكاتب الانبارى وقد كان عمل كتابا ذكر فيه مخاريق الحلاج وحيله وهو موجود فى يدى جماعة والحلاج حينئذ مقيم فى دار السلطان موسع عليه ماذون لمن يدخل اليه وهو عند نصر الحاجب وللحلاج اسمان احدهما الحسين بن منصور والاخر محمد بن احمد الفارسى كان استهوى نصرا وجاز عليه تمويهه وانتشر له ذكر عظيم فى الحاشية فبعث به المقتدر الى على بن عيسى ليناظره فاحضره مجلسه وخاطبه خطابا فيه غلظة فحكى انه تقدم اليه وقال له فيما بينه وبينه قف حيث انتهيت ولا تزد عليه شيئا والا قلبت عليك الارض كلاما

فی هذا المعنی فتهیّب علی بن عیسے مناظرته واستعفی منه ونقل حینئذ الی حامد بن العباس وکانت بنت السمری صاحب الحلاج قد اُدخلت الی الحلاج واقامت عنده فی دار السلطان مدة وبعث بها الی حامد بن العباس لیسألها عما وقفت علیه من خبره وشاهدته من احواله فذکر ابو القاسم ابن زنجی انه حضر دخول هذه المرأة الی حامد بن العباس وانه حضر ذلک المجلس ابو علی احمد بن نصر البازیار من قبل ابی القاسم ابن الحواری لیسمع ما تحکیه فسألها حامد عما تعرفه من امر الحلاج فذکرت ان اباها السمری حملها الیه وانها لما دخلت الیه وهب لها اشیاء کثیرة عددت اصنافها قال ابو القاسم وهذه المرأة کانت حسنة العبارة عذبة الالفاظ مقبولة الصورة فکان مما اخبرت عنه انه قال لها انی قد زوجتک سلیمان ابنی وهو اعز ولادی علیّ وهو مقیم بنیسابور ولیس یخلو ان یقع بین المرأة والزوج کلام او تنکر منه حالا من الاحوال وانت تحصلین عنده وقد وصیته بک فان جری منه شیٔ تنکرینه فصومی یومک واصعدی اخر النهار الی السطح وقومی علی الرماد والملح الجریش واجعلی فطرک علیهما واستقبلینی بوجهک واذکری لی ما تنکرینه منه فانی اسمع واری قالت واصبحت یوما وانا انزل من السطح الی الدار ومعی ابنته وکان قد نزل هو فلما صرنا علی الدرجة بحیث یرانا ونراه قالت لی ابنته اسجدی له فقلت او یسجد احد لغیر الله قالت فسمع کلامی لها فقال نعم اله فی السماء واله فی الارض لا اله الا الله وحده قالت ودعانی الیه یوما وادخل یده فی کمه واخرجها مملوءة مسکا ودفعه الی ثم اعادها ثانیة الی کمه واخرجها مملوءة مسکا ودفعه الی وفعل ذلک مرات ثم قال اجعلی هذا فی طیبک فان المرأة اذا حصلت عند الرجال احتاجت الی الطیب قالت ثم دعانی وهو جالس فی بیت علی بواری فقال ارفعی جانب البارية من ذلک الموضع وخذی مما تحته ما اردت واومی الی زاوية البیت فجئت الیها ورفعت البارية فوجدت تحتها الدنانیر مفروشة ملأ البیت فبهرنی ما رأیت من ذلک فاقمت المرأة وحصلت فی دار حامد الی ان قتل الحلاج وجد حامد فی طلب اصحاب الحلاج واذکی العیون علیهم وحصل فی یده منهم حیدرة

والسمري ومحمد بن علي القنائي والمعروف بابن المغيث الهاشمي واستتر ابن حماد و
كبس داره فاخذت منه دفاتر كثيرة وكذلك من منزل القنائي فكانت
مكتوبة في ورق صيني وبعضها مكتوب بماء الذهب مبطنة بالديباج والحرير مجلدة
بالادم الجيد ووجد في اسماء اصحابه ابن بشر وشاكر فسأل حامد من حصل في يده
من اصحاب الحلاج عنهما فذكروا انهما داعيان له بخراسان - قال ابو القاسم بن
زنجي فكتبنا في حملها الى الحضرة اكثر من عشرين كتابا فلم يرد جواب اكثرها و
قيل فيما اجيب عنه منها انهما يطالبان ومتى حصلا حملا ولا يحملا الى هذه
الغاية وكان في الكتب الموجودة العجائب من مكاتبات اصحابه النافذين الى النواحي
وتوصيته اياهم بما يدعون اليه الناس وما يأمرهم به من نقلهم من حال الى حال
اُخرى ومرتبة الى مرتبة حتى يبلغوا الغاية القصوى وان يخاطبوا كل قوم على
حسب عقولهم وافهامهم وعلى قدر استجابتهم وانقيادهم وجوابات لقوم
كاتبوه بالفاظ مرموزة لا يعرفها الا من كتبها اليه ومن كتبت اليه - وحكى ابو القاسم
بن زنجي قال كنت انا وابي يوما بين يدي حامد اذ نهض من مجلسه وخرجنا الى دار
العامة وجلسنا في رواقها وحضر هارون عمران الجهبذ بين يدي ابي ولم يزل
يحادثه فهو في ذلك اذ جاء غلام حامد الذي كان موكلا بالحلاج واومى الى
هارون ان يخرج اليه فنهض مسرعا ونحن لا ندري ما السبب نغاب عنا قليلا ثم
عاد وهو متغير اللون جدا فانكر ابي ما رأى منه فسأله عن خبره فقال دعاني
الغلام الموكل بالحلاج فخرجت اليه فاعلمني انه دخل اليه ومعه الطبق الذي رسم
ان يقدم اليه في كل يوم فوجده قد ملأ البيت بنفسه من سقفه الى ارضه وجوانبه
حتى ليس فيه موضع فهاله ما رأى ورمى بالطبق من يده وعدا مسرعا وان الغلام
ارتعد وانتفض وحُمّ فبينا نحن نتعجب من حديثه اذ خرج الينا رسول حامد و
اذن في الدخول اليه فدخلنا وجرى حديث الغلام فدعا به وسأله عن خبره
فاذا هو محموم وقص عليه قصته فكذبه وشتمه وقال فزعت من نيرنج الحلاج

وكلاما فى هذا المعنى لعنك الله اغرب عنى فانصرف الغلام وبقى على حالته من الحيض مدة طويلة۔ وحكى ان المقتدر ارسل الى الحلاج خادما ومعه طائر ميت و قال ان هذه الببغا للولدی ابی العباس وكان يحبها وقد ماتت فان كان ما تدعی صحيحا فاحی هذه الببغا فقام الحلاج الى جانب البيت الذى هو فيه و بال وقال من يكن هذه حالته لا يحيى ميتا فعد الى الخليفة واخبره بما رأيت وبما سمعت منى ثم قال بلى لى من اذا اشرت اليه ادنى اشارة اعاد الطائر الى حالته الاولى فعاد الخادم الى المقتدر واخبره بما رأى وسمع فقال عد اليه وقل له المقصود اعادة هذا الطائر الى الحياة فاشى الى من شئت قال ففعل بالطائر فاحضر الطائر اليه وهو ميت فوضعه على ركبته و غطاه بكمه ثم تكلم بكلمات ثم رفع كمه وقد عاد الطائر حيا فاعاده الخادم الى المقتدر واخبره بما رأى فارسل المقتدر الى حامد بن العباس وقال له ان الحلاج فعل كذا وكذا فقال حامد يا امير المؤمنين الصواب قتله والا افتتن الناس به فتوقف المقتدر فى قتله۔ وقال بعض اصحابه صحبته سنة الى مكة قال واقام بمكة بعد رجوع الحاج الى العراق وقال ان شئت ان تعود فعد فانى قد عزمت ان امضى من ههنا الى بلاد الهند۔ قال وكان الحلاج كثير السياحة كثير الاسفار قال ثم انه نزل فى البحر يريد الهند قال فصحبته الى بلاد الهند فلما وصلنا اليها استدل على امرأة ومضى اليها و تحدث معها ووعدته الى غد ذلك اليوم ثم خرجت معه الى جانب البحر ومعها غزل ملفوف وفيه عقد شبه السلم قال فقالت المرأة كلمات وصعدت فى ذلك الخيط وكانت تضع رجلها فى الخيط وتصعد حتى غابت عن اعيننا ورجع الحلاج وقال لى لاجل هذه المرأة كان قصدى الى الهند۔ ثم وجد حامد كتابا من كتبه فيه ان الانسان اذا اراد الحج فلم يمكنه افرد فى بيته بناء مربعا لا يلحقه شئ من النجاسات ولا يتطرقه احد فاذا حضرت ايام الحج طاف حوله وقضى من المناسك ما يقضى بمكة ثم يجمع ثلاثين يتيما ويعمل لهم ما يمكنه من الطعام ويحضرهم ذلك البيت و يقدم لهم ذلك الطعام ويتولى خدمتهم بنفسه ثم يغسل ايديهم ويكسو كل واحد منهم

قميصا ويدفع الى كل واحد منهم سبعة دراهم او ثلثة دراهم الشك من ابى القاسم ابن زنجى وان ذلك يقوم له مقام الحج. قال وكان ابى يقرأ هذا الكتاب فلما استوفى هذا الفصل التفت ابو عمر القاضى الى الحلاج وقال له من اين لك هذا قال من كتاب الاخلاص للحسن البصرى قال له ابو عمر كذبت يا حلال الدم قد سمعنا كتاب الاخلاص للحسن البصرى بمكة وليس فيه شيئ مما ذكرت فلما قال ابو عمر يا حلال الدم قال له حامد اكتب بما قلت (يعنى حلال الدم) فتشاغل ابو عمر بخطاب الحلاج فلم يدعه حامد يتشاغل والح عليه الحاحا لا يمكنه معه المخالفة فكتب باحلال دمه و كتب بعده من حضر المجلس فلما تبين الحلاج الصورة قال ظهرى حمى ودمى حرام وما يحل لكم ان تتأولوا على بما يبيحه اعتقادى الاسلام ومذهبى السنة ولى كتب فى الوراقين موجودة فى السنة فالله الله فى دمى ولم يزل يردد هذا القول والقوم يكتبون خطوطهم حتى كمل الكتاب بخطوط من حضر من العلماء وانفذه حامد الى المقتدر بالله فخرج الجواب اذا كان فتوى القضاة فيه بما عرضت فاحضره مجلس الشرطة واضربه الف سوط فان لم يمت فتقدم بقطع يديه ورجليه ثم اضرب رقبته وانصب رأسه واحرق جثته فاحضر حامد صاحب الشرطة واقرأه التوقيع وتقدم اليه بتسلم الحلاج وامضاء الامر فيه فامتنع من ذلك وذكر انه يتخوف ان ينتزع منه فوقع الاتفاق على ان يحضر بعد العتمة ومعه جماعة من غلمانه وقوم على بغال يجرون مجرى الساسة ليجعل على بغل منها ويدخل فى غمار القوم واوصاه بان لا يسمع كلامه وقال له لو قال لك اجرى لك دجلة والفرات ذهبا وفضة فلا ترفع عنه الضرب حتى تقتله كما امرت ففعل محمد بن عبد الصمد صاحب الشرطة ذلك وحمله تلك الليلة على الصورة التى ذكرت وركب غلمان حامد معه حتى وصلوه الى الجسر وبات محمد بن عبد الصمد ورجاله حول المجلس فلما اصبح يوم الثلاثاء لست بقين من ذى القعدة اخرج الحلاج الى رحبة المجلس واجتمع من العامة خلق كثير لا يحصى عددهم وامر الجلاد بضربه الف سوط فضرب وما تاوه وما استعفى. قال فلما بلغ ستمائة قال لمحمد بن عبد الصمد ادع بى اليك فان عندى نصيحة تعدل عند الخليفة فتح قسطنطينية فقال قد قيل لى انك ستقول

ذلك وما هو اكثر منه وليس الى رفع الضرب عنك سبيل فسكت حتى ضرب الف سوط ثم قطعت يده ثم رجله ثم ضرب عنقه وأُحرقت جثته ونصب رأسه على الجسر ثم حمل رأسه الى خراسان وادعى اصحابه ان المضروب كان عدوا للحلاج القى شبهه عليه وادعى بعضهم انه رآه وخاطبه وحدث فى هذا المعنى بجهالات لا يكتب مثلها واحضر الوراقون واحلفوا ان لا يبيعوا من كتب الحلاج شيئا ولا يشتروه وكانت مدته منذ ظفر به الى ان قتل ثمان سنين وسبعة اشهر وثمانية ايام۔ وحكى حامد انه قبض على الحلاج بدور الراسبى فادعى تارة الصلاح وادعى خرتا نه المهدى ثم قال له كيف صرت الها بعد هذا وكان السمرى فى جملة من قبض عليه من اصحابه فقال له حامد ما الذى حدا لك على تصديقه- قال خرجت معه الى اصطخر فى الشتاء فعرفته محبتى للخيار فضرب يده الى سفح جبل فاخرج من الثلج خيارة خضراء فدفعها الى فقال حامد فاكلتها قال نعم قال كذبت يا ابن الف زانية فى مأته الف زانية اوجعوا فكه فضربه الغلمان وهو يصيح من هذا خفنا وحدث حامد انه شاهد ممن يدعى النيرنجيات انه كان يخرج الفاكهة واذا حصلت فى يد الانسان صارت بعرا ومن جملة من قبض عليه انسان هاشمى كان يكنى بابى بكر فكناه الحلاج بابى مغيث حين كان يمرض اصحابه ويراعيهم وقبض على محمد بن على القنائى واخذ من داره سفط مختوم فيه قوارير فيها بول الحلاج ورجيعه اخذه ليستشفى به وكان الحلاج اذا حضر لا يزيد على قوله لا اله الا انت عملت سوءً وظلمت نفسى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت وزادت دجلة زيادة عظيمة فادعى اصحابه ان ذلك لاجل ما القى فيها من رماد جثته وادعى قوم من اصحابه انهم رأوه راكب حمار فى طريق المزوان وقال لهم انما حولت دابة فى صورتى ولست المقتول كما ظن هؤلاء البقر وكان نصر الحاجب يقول انما قتل ظلما ومن شعر الحلاج ؎

وما وجدت لقلبى راحة ابداً — وكيف ذاك وقد هيئت للكدر

لقد ركبت على التغرير واعجبا — ممن يريد النجا فى المسلك الخطر

كأنني بين امواج تقلبني … مقلب بين اصعاد ومنحدر
الحزن في مهجتي والنار في كبدي … والدمع يشهد لي فاستشهد البصر

(ومن شعره)

الكأس سهل لي الشكوى بمنتابكم … وما على الكاس من شرابها درك
هبني ادعيت باني مدنف سقيم … فما المضجع جنبي كله حسك
هجر بسوء ووصل لا اسر به … مالي يد وربما لا اشتهي لفلك
فكلما زاد دمعي زاد في قلقي … كانني شمعة تبكي فتنسبك

(ومن شعره)

النفس بالشيء الممتنع مولعة … والحادثات اصولها متفرعه
والنفس للشيء البعيد مديدة … والنفس للشيء القريب مضيعه
كل يحاول حيلة يرجو بها … دفع المضرة واجتلاب المنفعه

(وله)

كل بلاء علي مني … فليتني قد اخذت مني
اردت مني اختبار سري … وقد علمت المراد مني
وليس لي في سواك حظ … فكيفما شئت فاختبرني

وفي الصوفية من يدعي ان الحلاج كوشف حتى عرف السر وعرف سر السر وقد ادعى ذلك لنفسه في قوله

مواجيد اهل الحق تصدق عن وجدي … واسرار اهل السر مكشوفة عندي

(وله)

الله يعلم ما في النفس جارحة … الا وذكرك فيها نيل ما فيها
ولا تنفست الا كنت في نفسي … تجري بك الروح مني في مجاريها
ان كانت العين من فارقتها نظرت … الى سواك فخانتها ماقيها
او كانت النفس بعد البعد آلفة … خلقا عداك فلا نالت اما نيها

وحکی انہ قال الٰہی انک تتودد الی من یؤذیک فکیف لا تتودد الی من یؤذی فیک ثم انشد

نظری بدؤ علتی ویح قلبی وما جنا

یا معین الضنا علیّ اعنّی علے الضنا

وکان ابن نصر القشوری قد مرض فوصف لہ الطبیب تفاحۃ فلم توجد فاوما الحلاج بیدہ الی الھواء واعطاھم تفاحۃ فتعجبوا من ذلک وقالوا من این لک ھذہ قال من الجنۃ فقال لہ بعض من حضران فاکہۃ الجنۃ غیر متغیرۃ وھذہ فیھا دودۃ قال لانھا خرجت من دار البقاء الی دار الفناء فحل بھا جزء من البلاء فاستحسنوا جوابہ اکثر من فعلہ۔ ویحکون ان الشبلی دخل لیہ الی السجن فوجدہ جالسا یخط فی الترب فجلس بین یدیہ حتے ضجر فرفع طرفہ الی السماء وقال الٰہی لکل حق حقیقۃ ولکل خلق طریقۃ ولکل عھد وثیقۃ ثم قال یا شبلی من اخذہ مولاہ عن نفسہ ثم اوصلہ الے بساط انسہ کیف تراہ فقال لشبلی وکیف ذالک قال یاخذہ عن نفسہ ثم یردہ علے قلبہ فھو عن نفسہ ماخوذ وعلے قلبہ مردود فاخذہ عن نفسہ تعذیب وردہ الی قلبہ تقریب طوبی لنفس کانت لہ طائعۃ وشموس الحقیقۃ فی قلوبھا طالعۃ ثم انشد ؎

طلعت شمس من احبک لیلا فاستضاءت فما لھا من غروب

ان شمس النھار تطلع باللیل وشمس القلوب لیس تغیب

ویذکرون انہ سمے الحلاج لانہ اطلع علے سر القلوب وکان یخرج لب الکلام کما یخرج الحلاج لب القطن بالحلج وقیل کان یقعد بواسطۃ دکان حلاج فمضی الحلاج فی حاجۃ ورجع فوجد القطن محلوجا مع کثرتہ فسماہ الحلاج۔ وفی الصوفیۃ من یقبلہ ویقول انہ کان یعرف اسم اللہ الاعظم ومنھم من یردہ ویقول کان مموھا ویذکرون ان الشبلی نفذ الیہ بفاطمۃ النیسابوریۃ وقد قطعت یدہ فقال لھا قولی لہ ان اللہ ائتمنک علے سر من اسرارہ فاذعتہ فاذاقک حد الحدید فان اجابک فاحفظی جوابہ ثم سلیہ عن التصوف ما ھو فلما جاءت الیہ انشأ یقول ؎

.... لما غلب الصبر

وما احسن فی مثلك ان ینتهك الستر
وان عنفنی الناس ففی وجهك لی عذر
كان البدر محتاج الی وجهك یا بدر

وهذا الشعر للحسين بن الضحاك الخليع الباهلی ثم قال لها امضی الی ابی بكر وقولی له یا شبلی والله ما اذعت له سرا فقالت له ما التصوف فقال ما انا فيه والله ما فرقت بين نعمة وبلوی ساعة قط فجاءت الی الشبلی واعادت عليه فقال یا معشر الناس الجواب الاول لكم والثانی لی وذكروا انه لما قطعت يده ورجله صاح وقال ؎

وحرمة الود الذی لم یكن یطمع فی افساده الدهر
ما نالنی عند هجوم البلا باس ولا مسنی الضر
ما قد لی عضو ولا مفصل الا وفيه لكم ذكر

وكتب بعض الصوفية علی جذع الحلاج ؎

لیكن صدرك للاسرار حصنا لا یرام انما ینطق بالسر ويفشيه اللئام

ذكر من توفی فی هذه السنة ۳۰۹ھ

الحسين بن منصور بن محمی الحلاج ویكنی من الاكابر ابا مغیث وقیل ابا عبد الله كان جده محمی مجوسیا من اهل بیضاء فارس ونشأ الحسین بواسط وقیل بتستر ثم قدم بغداد وخالط الصوفية ولقی الجنید والثوری وغیرهما وكان مخلطا ففی وقات یلبس المسوح وفی وقات یلبس الثیاب المصبغة وفی وقات یلبس الدراعة والعمامة ویمشی بالقباء علی زی الجند وطاف البلاد وقصد الهند وخراسان وما وراء النهر وتركستان وكان اقوام یكاتبونه بالمغیث واقوام بالمقیت وتسمیه اقوام المصطلم واقوام المجبر وحج وجاور ثم جاء الی بغداد فاقتنی العقار وبنی دارا واختلف الناس فيه فقوم یقولون انه ساحر وقوم یقولون له كرامات وقوم یقولون ممنس — قال ابو بكر الصولی قد رأیت الحلاج وجالسته فرأیت جاهلا یتعاقل وغبیا یتبالغ وفاجرا یتزهد وكان ظاهره انه

ناسك صوفی فاذا علم ان اهل بلدة یرون الاعتزال صار معتزلیا او یرون الامامة صار امامیا واراهم ان عندہ علم بامامهم ورأی اهل السنة صار سنیا وکان خفیف الحرکة مفتنا قد عالج الطب وجرب الکیمیا وکان مع جهله خبیثا وکان ینتقل فی البلدان۔
انبأنا عبد الرحمن بن محمد القزاز انبأنا احمد بن علی الحافظ حدثنی ابو سعید السجزی اخبرنا محمد بن عبد الله الشیرازی قال سمعت ابا الحسن بن ابی توبة یقول سمعت علی بن احمد الحاسب یقول سمعت والدی یقول وجهنی المعتضد الی الهند وکان معی فی السفینة رجل یدعی بالحسین بن منصور فلما خرجنا من المرکب قلت له فی ای شیئ جئت الی ههنا قال لاتعلم السحر وادعو الخلق الی الله تعالی۔ اخبرنا القزاز انبأنا احمد بن علی اخبرنا علی بن ابی علی عن ابی الحسن احمد بن یوسف قال کان الحلاج یدعو کل وقت الی شیئ علی حسب ما یستنکہ طائفةً طائفةً۔ واخبرنی جماعة من اصحابه انه لما افتتن الناس بالاهواز وکورها بالحلاج وما یخرجه لهم من الاطعمة والاشربة فی غیر حینها والدراهم التی سماها دراهم القدرة حدث ابو علی الجبائی فقال لهم هذه الاشیاء محفوظة فی منازل تمکن الحیل فیها ولکن ادخلوه بیتا من بیوتکم لا من منزله وکلفوه ان یخرج منه جرزتین شوکا فان فعل فصدقوه فبلغ الحلاج قوله وان قوما قد عملوا علی ذلک فخرج عن الاهواز۔ اخبرنا القزاز انبأنا الخطیب قال حدثنی مسعود بن ناصر اخبرنا ابن باکویه قال سمعت ابا زرعة الطبری یقول سمعت محمد بن یحیی الرازی یقول سمعت عمرو بن عثمان یلعن الحلاج ویقول لو قدرت علیه لقتلته بیدی قرأت آیة من کتاب الله فقال یمکننی ان أؤلف مثله واتکلم قال ابو زرعة وسمعت ابا یعقوب الاقطع یقول زوجت ابنتی من الحلاج الحسین بن منصور لما رأیت من حسن طریقته فبان لی بعد مدة یسیرة انه ساحر محتال خبیث کافر۔ قال المصنف افعال الحلاج واقواله واشعاره کثیرة وقد جمعت اخباره فی کتاب سمیته القاطع لمحال اللجاج القاطع بمحال الحلاج فمن اراد اخباره فلینظر فیه فقد کان هذا الرجل یتکلم بکلام الصوفیة فیندر له کلمات حسان ثم یخلطها باشیاء لا تجوز وکذلک اشعاره فمن المنسوب الیه۔ ۵۰

سبحان من اظهر نا سوته ... سر سنا لاهوته الثاقب
ثم بدا فی خلقه ظاهرا ... فی صورة الاکل والشارب
حتے لقد عاینه خلقه ... کلحظة الحاجب بالحاجب

فلما شاع خبره اُخذ وحُبس ونوظر فاستغوی جماعة وکانوا یستشفون بشرب بوله وحتی ان قوما من الجهال قالوا انه اله وانه یحیی الموتی۔ قال ابو بکر الصولی ول من اوقع بالحلاج ابوالحسین علی بن احمد الراسبی فادخله بغداد وغلاما له علے جملین قد شهرهما وذلک فی ربیع الاٰخر ۳۰۱ھ وکتب معهما کتابا یذکر فیه ان البینة قامت عنده بان الحلاج یدعی الربوبیة ویقول بالحلول فاحضره علی بن عیسے فی هذه السنة واحضر الفقهاء فناظروه فاسقط فی لفظه ولم یجده یحسن من القران شیئا ولا من غیره ثم حبس ثم حمل الی دار الخلیفة فحبس۔ قال الصولی وقیل انه کان یدعو فی اول مرة اسے الرضا من اٰل محمد فسعی به فضرب وکان یُری الجاهل شیئا من شعبذة فاذا وثق دعاه الی انه اله فدعا فیمن دعا ابا سهل بن نوبخت فقال له انبت فی مقدم رأسی شعرا ثم ترقت به الحال الی ان دافع عنه نصر الحاجب لانه قیل له هو سنی وانما یرید قتله الرافضة وکان فی کتبه انی مغرق قوم نوح ومهلک عاد وثمود وکان یقول لاصحابه انت نوح ولاٰخر انت موسی ولاٰخر انت محمد قد اعیدت ارواحهم الی اجسادکم وکان الوزیر حامد بن العباس قد وجد له کتبا وفیها انه اذا صام الانسان ثلاثة ایام بلیالیها ولم یفطر واخذ فی الیوم الرابع ورقات هندبا فافطر علیها اغناه عن صوم رمضان واذا صلی فی لیلة واحدة رکعتین من اول اللیل الی الغداة اغتناه عن الصلوٰة بعد ذلک واذا تصدق فی یوم واحد بجمیع ملکه فی ذلک الیوم اغناه عن الزکوٰة واذا بنی بیتا وصام ایاما ثم طاف حوله عریانا مرارا اغناه عن الحج واذا صار الی قبور الشهداء بمقابر قریش فاقام فیها عشرة ایام یصلی ویدعو ویصوم ولا یفطر الا علی یسیر من الخبز الشعیر والملح الجریش اغناه ذلک عن العبادة فی باقی عمره فاحضر الفقهاء والقضاة بحضرة حامد فقیل له اتعرف هذا الکتاب قال هذا کتاب السنن

للحسن البصري فقال له حامد لست تدين بما فی هذا الکتاب فقال بلے هذا کتاب ادین الله بما فيه فقال له ابو عمر القاضی هذا نقض شرائع الاسلام ثم جاراه فی کلام الی ان قال له ابو عمر یا حلال الدم وکتب باحلال دمه وتبعه الفقهاء فافتوا بقتله واباحوا دمه فکتب الی المقتدر بذلك فکتب اذا کانت القضاة قد افتوا بقتله واباحوا دمه فليحضر محمد بن عبد الصمد صاحب الشرطة وليضربه الف سوط وان تلف الا ضرب عنقه فاحضر بعد عشاء الآخرة ومعه جماعة من اصحابه على بغال موكية يجرون مجرى الساسة ليجعل على واحد منها ويدخل فی غمار القوم فحمل وباتوا مجتمعين حوله فلما اصبح يوم الثلاثاء لست بقين من ذی القعدة اخرج ليقتل فجعل يتبختر فی قيده ويقول ؎

ندیمی غير منسوب الی شیئ من الحيف
سقانی مثل ما يشرب کفعل الضيف بالضيف
فلما دارت الکاس دعا بالنطع والسيف
کذا من يشرب الراح مع التنين فی الصيف

فضرب الف سوط ثم قطعت يده ثم رجله وحز راسه واحرقت جثته والقی رماده فی دجلة۔ اخبرنا عبد الرحمن بن محمد اخبرنا احمد بن علی بن ثابت حدثنا عبيد الله بن عثمان الصيرفی قال قال لنا ابو عمرو بن حيويه لما اخرج الحلاج ليقتل مضيت فی جملة الناس ولم ازل ازاحم حتے رأيته فقال لاصحابه لا يهولنكم هذا فانی عائد اليكم بعد ثلاثين يوما وهذا اسناد صحيح لا شك فيه وهو يكشف حال هذا الرجل انه کان ممخرقا يستخف عقول الناس الی حالة الموت۔

انبأنا القزاز انبأنا احمد بن علی انبأنا القاضی ابو العلاء قال لما أخرج الحسين بن منصور ليقتل انشد ؎

طلبت المستقر بکل ارض فلو ارلی بارض مستقرا
اطعت مطامعی فاستعبدتنی ولو انی قنعت لکنت حرا

رومن الحوادث فی سنة (۳۱۲ھ) ان نازوك جلس فی مجلس الشرطة ببغداد فاحضر له ثلاثة نفر من اصحاب الحلاج وهم حیدرة والشعرانی وابن منصور فطالبهم بالرجوع عن مذهب الحلاج فابوا فضربت اعناقهم ثم صلبهم فی الجانب الشرقی من بغداد ووضع رؤسهم علی سور السجن فی الجانب الغربی (وجمعت اخباره فی کتاب) وکان قد صحب الجنید وعمرو بن عثمان المکی وتمزق فی بدایته وجاع وتجوع لکن فی رأسه رئاسة وکبر فسلط الله علیه لما تمرد وخرج عن دائرة الایمان من انتقم منه فافتی العلماء بکفره وقد افتتن به خلق من الرعاع والجهال واتباع کل ناعق عند ما رأوا من سحره وشعوذته وحاله واشاراته التی یستعملها متاخر والصوفیة بحیث انهم تألهوه وادنوا بربوبیته وقد اعتذر الامام ابوحامد عنه فی مشکوٰة الانوار واخذ یتأول قواله علی محامل حسنة بعیدة من الخطاب العربی الظاهر۔ قال ابوسعید النقاش فی تاریخ الصوفیة منهم من نسبه الی السحر ومنهم من نسبه الی الزندقة وحکی ابوعبدالرحمن السلمی ختلاف الطائفة فیه ثم قال هو الی الرد اقرب وکن احط علیه الخطیب واوضح سحره وضلاله وضلله ابن الجوزی وقال ابن خلکان افتی اکثر علماء عصره باباحة دمه وقال ابوبکر بن ابی سعد ان الحلاج مموه ممخرق وعن عمرو بن عثمان المکی قال سمعنی الحلاج وانا اقرأ القرآن فقال یمکننی ان اقول مثله فقلت ان قدرت علیك لا قتلنك وقال ابویعقوب الاقطع وجعفر الخلدی الحلاج کافر خبیث۔ (انتهٰی)

جامع کرامات الاولیاء ج۔۱ ص ۴۰۳

الحسین بن منصور الحلاج من کراماته انه دخل علیه ابن خفیف فقال له کیف تجدك فقال نعم الله علی ظاهرة وباطنة فقال له اسألك عن ثلاث مسائل فقال قل فقال له ما الصبر فقال ان انظر الی هذه الاغلال فتفکك قال ابن خفیف فنظر الیها فتفککت وانشق الحائط واذا نحن علی شاطی الدجلة فقال لی هذا من الصبر

فقلت له ما الفقر فنظر الی حجارة هناك فصارت ذهبا فضة فقال هذا من الفقر
وانی مع ذلك لا احتاج الی الفلس اشتری به زیتا فقلت له ما الفتوة فقال غدا
تراها قال ابن خفیف فلما كان اللیل رأیت كان القیامة قد قامت ومنادیا
ینادی ان الحسین بن منصور الحلاج فاوقف بین یدی الله عز وجل فقیل له
من احبك دخل الجنة ومن ابغضك دخل النار فقال الحلاج بل اغفر یارب
للجمیع ثم التفت الی فقال لی هذه الفتوة اھ قاله الشعرانی فی المنن قال لمنادی
الحسین بن منصور الحلاج البیضاوی الواسطی الصوفی الشهیر صحب الجنید
والنوری وغیرهما وسبب تسمیته بالحلاج انه قعد علی دكان حلاج وبها
مخزن قطن غیر محلوج وذهب صاحب الدكان لحاجة ثم رجع فوجد القطن
كله محلوجا فاشتهر بذلك ومن كراماته انه كان یخرج للناس فاكهة الشتاء
فی الصیف وعكسه ویمد هذه فی الهواء ویعیدها مملوءة دراهم مكتوبا علیها
قل هو الله احد ویسمیها دراهم القدرة - ومنها انه كان یخبر الناس بما اكلوه و
ما فعلوه فی بیوتهم ویتكلم بما فی ضمائرهم ومنها ما حكاه ابن خفیف قال دخلت
علیه بالسجن فسلمت فرد وقال ما یقول الخلیفة فی قلت یقول غدا اقتله فتبسم وقال
وقال لی خمسة عشر یوما یكون من امری كذا وكذا ثم قام فتوضا وكان بالسجن
حبل ممدود وعلیه خرقة فرأیتها فی یده ینشف بها وجهه وكان بینه وبینها
اربعین ذراعا فلا ادری اطارت الخرقة الیه ام مد یده فاخذها ثم اشار بیده
الی الحائط فانفرج فرأیت دجلة والناس قیام علی جانبها قتل ببغداد سنة ۳۰۹ھ

ضمیمۂ ثانیہ

رسالۂ

القول لمنصور

بعد الحمد والصلوٰۃ بعض احباب سے معلوم ہوا کہ علامہ زکریا ابن محمد بن محمود قزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد واخبار العباد مین حسین بن منصور حلاج کا تذکرہ کیا ہے، تو احقر نے اسکو تلاش کیا، معلوم ہوا کہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے کتبخانہ مین موجود ہی، چنانچہ وہان سے کتاب کو منگا کر مطالعہ کیا، اُس مین بیضاء فارس کے تذکرہ مین حسین بن منصور کا حال ملا، جو ہدیۂ ناظرین ہے، اسکو القول لمنصور کا ضمیمہ ثانیہ سمجھنا چاہیے۔ واللہ خیر موفق ومعین۔

مقدمہ علامہ زکریا ابن محمد قزوینی سنہ ۶۰۰ھ مین بمقام قزوین پیدا ہوئے۔ نسباً اصبحی انسی ہین، یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری اصبحی کی اولاد مین ہین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ سنہ ۶۳۰ھ مین کسی وجہ سے دمشق کو وطن بنا لیا، قزوین کو چھوڑ دیا۔ دمشق مین شیخ ابن عربی صاحب فتوحاتِ مکیہ سے ملے، خلیفہ معتصم باللہ آخر خلفاے عباسیہ کے زمانے مین واسط اور حلہ کے عہدۂ قضا پر متمکن رہے۔ کتاب آثار البلاد کی تالیف سے ذی الحجہ ۶۷۴ھ مین فارغ ہوئے اور سنہ ۶۸۲ھ مین وفات پائی۔

اِنکے طرز بیان سے یہ امر واضح ہے کہ اُنکے نزدیک حسین بن منصور اولیاء مین سے تھے، وہ اُنکا تذکرہ بڑی عظمت اور عقیدت کے ساتھ کرتے اور واقعۂ قتل کو وزیر حامد بن العباس کے سوءِ ظن کا نتیجہ قرار دیتے ہین، چونکہ علامہ موصوف قاضیِ اسلام کے عہدہ پر بھی بعہدِ خلفا متمکن رہ چکے ہین اور عہدۂ قضا پر علماے شریعت ہی متمکن ہوا کرتے تھے، اسلئے اُنکی شہادت معمولی شہادت نہین۔ بلکہ اس امر کی بڑی دلیل ہے کہ علماے شریعت بھی حسین بن منصور کے

متعقد تھے۔ واللہ اعلم۔

بیضاؔ زمین فارس میں بڑا شہر ہے۔ اسکو جنات نے سلیمان علیہ السلام کیلئے سفید پتھر سے بنایا تھا۔ اسمین ایک عالیشان شاہی محل بھی ہے۔ جو اپنی سفیدی اور چمک کیوجہ سے بہت دور سے دکھلائی دیتا ہے (اُسی کی وجہ سے شہر کا نام بیضاء ہے) شہر بہت عمدہ بڑی خوبیون کا ہے۔ غلات کی پیداوار بکثرت ہے۔ ہوا صحت بخش، پانی بہت شیریں، زمین بہت پاکیزہ ہے، اسمین سانپ بچھو اور موذی جانور داخل نہین ہو سکتے۔

اسکے عجائبات مین سے یہ ہے کہ لوگ کہتے ہین اسکے باغات مین انگور اتنے بڑے ہوتے ہین کہ اُنکے ایک دانے کا وزن دس مثقال ہوتا ہے (یعنی چار تولہ دو ماشہ) اور سیب کا دور دو بالشت ہوتا ہے۔ حسین بن منصور حلاج اسی شہر کی طرف منسوب ہین جو صاحب کرامات و عجائب تھے۔

کرامات (۱) مشہور ہے کہ وہ شیر پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا تازیانہ بنا لیتے۔

(۲) منقول ہے کہ ایک دن حمام سے آرہے تھے راستہ مین ایک شخص ملا جو اُن سے بے اعتقاد تھا، اُس نے اُن کی گُدی پر زور سے دھول ماری، پوچھا، اے شخص تو نے مجھے کیون مارا؟ کہا، مجھے حق نے اسکا امر کیا تھا، فرمایا حق کے واسطے ایک دھول اور مار، اُس نے جو دوبارہ دھول مارنے کو ہاتھ اُٹھایا فوراً ہاتھ خشک ہو گیا۔

(۳) ابو القاسم بن کج کا بیان ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت حسین بن منصور کے پاس پہونچی جب وہ تستر مین تھے اور اُن سے کچھ مانگا، وہ اُنکو مجوسیون کے آتشکدہ مین لیگئے آتشکدہ کے محافظ نے کہا، اسوقت دروازہ بند ہے اور کنجی موبد کے پاس ہے (موبد آتش پرستوں کے یہان ایسا ہے جیسا نصاریٰ کے یہان گرجا کا پادری) حسین بن منصور نے بڑی کوشش کی کہ آتشکدہ کھولدے، اُس نے اُن کی بات نہ مانی تو آپنے قفل کی طرف اشارہ کر کے اپنی آستین کو حرکت دی، فوراً قفل کھل گیا اور سب کے سب آتشکدہ مین داخل ہو گئے۔ وہان ایک قندیل روشن پایا، جو رات دن مین کسی وقت بھی گل نہ ہوتا تھا۔ آتشکدہ کے محافظ نے کہا، یہ قندیل اُس آگ سے روشن ہے جسمین خلیل (اللہ حضرت ابراہیم)

علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا۔ ہم اسکو متبرک سمجھتے ہین اور مجوسی اس (آگ) سے روشن کرکے چراغون) کو تمام اطراف مین لیجاتے ہین۔ حسین بن منصور نے کہا، کوئی اسکو بجھا بھی سکتا ہے ؟ کہا ہم نے اپنی کتابون مین پڑھا ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے سوا اسے کوئی نہین بجھا سکتا حسین بن منصور نے اپنی آستین سے قندیل کی طرف اشارہ کیا، فوراً بجھ گیا۔ آتشکدہ کے محافظ پر تو قیامت قائم ہوگئی (گھبراکر) کہنے لگا، اللہ اللہ اسی وقت مجوسیون کی تمام آگین مشرق ومغرب مین گل ہوگئی ہین، فرمایا، اسکو پہلی حالت پر بھی کوئی لوٹا سکتا ہے ؟ کہا ہم نے اپنی کتابون مین پڑھا ہے کہ جو اسکو بجھا سکتا ہے وہی دوبارہ روشن کرسکتا ہے اسکے بعد حسین بن منصور کے سامنے عاجزی وزاری کرنے لگا (کہ اللہ کے واسطے اسے روشن کردیجیے) فرمایا، کیا تیرے پاس کچھ ہے جو ان بزرگون کے سامنے ہدیۃً پیش کردے (اگر تیرے پاس کچھ ہو تو ان کو دیدے) مین قندیل کو روشن کردونگا، اُسکے پاس ایک صندوق تھا جسمین ہر مجوسی ایک دینار ڈالا کرتا تھا، اُس نے وہ صندوق کھول کر اُنکے سامنے کردیا اور جو کچھ اُسمین تھا سب کا سب مشایخ کو ہدیہ کردیا، اور کہا یہان اسکے سوا اور کچھ نہین۔ تو حسین بن منصور نے اپنی آستین سے پھر اُس قندیل کی طرف اشارہ کیا، وہ فوراً روشن ہوگیا اور فرمایا ؎

دنیا تخادعنی کانی	لست اعرف حالها
حظر الملیک حرامها	فانا اجتنبت حلالها
مدّت الی یمینها	فردتها و شمالها
فنمتی طلبت زواجها	حتی اردت وصالها
ورأیتها محتاجةً	فوهبت جملتها لها

(ترجمہ۔ دنیا مجھے دھوکہ دیتی ہے، گویا کہ مین اُسکی حالت سے واقف نہین ہون۔ اللہ تعالےٰ نے تو اُسکے حرام سے روکا ہے، مین اُسکے حلال سے بھی پرہیز کرتا ہون۔ دنیا نے میری طرف اپنا دایان ہاتھ بڑھایا، تو مین نے اُسکو بھی ہٹا دیا اور بائین ہاتھ کو بھی۔ مین نے

عہ لعل الصحیح الفصیح حتی اریت ۔۱۲۔ ظ

اُسے نکاح کا پیغام کب دیا تھا، جو وصال کا ارادہ کرتا۔ مین نے دنیا کو محتاج پایا، تو اُسکا سارا حصہ اُسی کو دیدیا۔

ان اشعار کو کلام الملوک مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے غالباً حسین بن منصورؒ نے مناسبتِ مقام کی بنا پر اُن سے تمثل کیا ہے، کیونکہ اُنھون نے اُس صندوق مین سے جو اشرفیون سے بھرا ہوا تھا اپنے لئے کچھ نہین لیا، بلکہ سب کا سب مشائخ صوفیہ کے حوالہ کردیا تھا، یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ آتشکدہ کی یہ رقم جبراً وصول کیگئی تھی۔ جواب یہ ہے کہ رقم وصول کرنے مین جبر نہین کیا گیا، بلکہ قندیل کو جبراً بجھایا گیا تھا، جسمین آتش پرستون کی جہالت پر روشنی ڈالی گئی تھی کہ ایسی کمزور مخلوق کی عبادت کرتے ہین جو ایک انسان کے معمولی اشارہ سے بجھ گئی، اسکے بعد آتشکدہ کے محافظ نے قندیل روشن کرنے کی درخواست کی، تو اس درخواست کو بلامعاوضہ قبول نہ کیا گیا، جب وہ معاوضہ دینے پر راضی ہوگیا، درخواست پوری کردیگئی، اسمین جبر سے کام نہین لیا گیا، اور حق واضح ہوجانے کے بعد قندیل کا روشن کردینا گمراہی کا سبب نہ تھا، اب جو گمراہ ہوگا اپنے ہاتھون ہوگا، اگر حسین بن منصور اُسکو روشن نہ کرتے، وہ لوگ خود کوشش کرکے روشن کرسکتے تھے۔ ۱۲)

(۴) ابو عبداللہ محمد بن خفیف (شیرازی) سے منقول ہے، وہ فرماتے ہین کہ مین حسین بن منصور کے پاس پہونچا، جبکہ وہ جیلخانہ مین مقید تھے، نماز کا وقت آیا تو مین نے دیکھا کہ اُنکے کھڑے ہوتے ہی سب بیڑیان خودبخود کھلکر گرپڑین، اُنھون نے جیلخانہ کے کنارہ پر وضو کیا اور اگلے حصہ مین ایک رومال لٹکا ہوا تھا جو حسین بن منصور سے بہت دُور تھا، بخدا مین نہین کہہ سکتا کہ رومال اُنکے پاس خودبخود آگیا، یا وہ رومال کے پاس پہونچگئے (غرض مین نے وہ رومال اُنکے ہاتھ مین اُسی جگہ دیکھا جہان بیٹھ کر وضو کیا تھا) مین اسپر تعجب ہی کررہا تھا کہ دیکھا ابن منصور پر سخت گریہ طاری ہے، مین نے کہا اپنے آپ کو جیل سے رہا کیون نہین کرالیتے (مطلب یہ تھا کہ جس بات کی بنا پر قید کئے گئے ہو، اُس سے رجوع کرلو، رہا کردیے جاؤگے) فرمایا، مین محبوس و مقید نہین ہون (اور نہ قید کی

تکلیف سے دور رہا ہون)، اے ابن خفیف! تم کہان جانا چاہتے ہو؟ مین نے کہا، نیشا پور۔ فرمایا اپنی آنکھین بند کرو، مین نے اپنی آنکھین بند کرلین، پھر کہا، کھولدو، مین نے آنکھین کھولین، تو نیشا پور کے اُس محلہ مین اپنے آپ کو پایا جسکا مین نے ارادہ کیا تھا، مین نے کہا اب مجھے اُسی جگہ واپس کردیجئے جہان سے آیا تھا، تو اسی طرح واپس کردیا۔ اور فرمایا ؎

واللہ لو حلف العشاق انهم — موتی من الحب او قتلی لما حنثوا

قوم اذا هجروا من بعد ما وصلوا — ماتوا وان عاد وصل بعده بعثوا

تری المحبین صرعی فی دیارهم — کفتیة الکهف لا یدرون ما لبثوا

(ترجمہ۔ بخدا اگر عشاق اس بات پر قسم کھائین کہ وہ عشق کی وجہ سے مُردہ یا مقتول ہین تو وہ اپنی قسم مین حانث نہونگے۔ یہ وہ لوگ ہین جو وصال کے بعد ہجر مین مبتلا ہون تو مرجاتے ہین۔ اور اسکے بعد پھر وصال سے کامیاب ہوجائین تو زندہ ہوجاتے ہین، تم عشاق کو منزل محبوب مین پچھڑا ہوا دیکھوگے جیسے اصحاب کہف پچھڑے پڑے تھے کہ اُنکو بیداری کے بعد یہ بھی خبر نہ تھی کہ کتنی مدت تک سوتے رہے۔

ان اشعار مین رونے کا سبب بتلادیا کہ قید یا حبس نہین بلکہ غلبۂ کیفیاتِ عشق اسکا سبب تھا)

پھر کہا، اے ابن خفیف! رنج یا تو محبوب کے فقدان سے ہوتا ہے، یا مطلوب کے فوت ہونے سے (جیل یا قید سے نہین ہوا کرتا، کیونکہ عارف کیلئے جیلخانہ کسی چیز سے مانع نہین ہوتا) اور حق واضح ہے، اور خواہش نفس رسوا کرنیوالی ہے، اور لوگ سب کے سب طالب ہین، اور ہر ایک کی طلب اُسکی ہمت کے موافق ہے، اور ہمت حال کے موافق ہی، اور حال علم غیب کے موافق عطا ہوا ہے، اور علم غیب مخلوق کی نگاہ سے غائب ہے، اور مخلوق سب کی سب غرق حیرت ہے، (کسی کو بھی اپنے مستقبل کا یقینی علم نہین کہ اللہ کے نزدیک اسکا کیا رتبہ ہے، مقبول ہے یا مردود، مقربانِ بارگاہ بھی اسی لئے لرزان ترسان رہتے ہین ؎

جانِ صدیقان ازین حسرت برنجیت کاسمان برفرقِ ایشان خاک بیخت)

پھر یہ شعر پڑھے ؎

انین المرید لشوق یزید انین المریض لفقد الطبیب

قد اشتد حال المریدین فیہ لفقد الوصال وبعد الحبیب

(ترجمہ۔ طالب کا گریہ بوجہ شوق کے ہے جو ہر دم ترقی پر ہے، اور مریض کا گریہ طبیب کے مفقود ہونے سے ہے۔ اُسکے طالبون کا حال اس بارہ مین زیادہ سخت ہے کیونکہ وصال مفقود ہے (جو اُنکا مطلوب ہے) اور محبوب دُور ہے جو اُنکا طبیب ہے)

پھر فرمایا، اے ابن خفیف! مین نے رب (قدیم) کی زیارت کا قصد کیا، تو کثرتِ زائرین کی وجہ سے قدم رکھنے کی بھی جگہ نہ پائی۔ مین مبہوت کی طرح کھڑا رہا، تو محبوب نے ایک نظر مجھ پر ڈالی، جس سے دفعۃً مین اُس سے متصل ہو گیا۔ پھر فرمایا، جس نے مجھے پہچان لیا پھر مجھ سے اعراض کیا، تو مین اُسکو ایسا عذاب دونگا کہ جہان والون مین سے کسی کو بھی نہ دونگا (تو مین اسلیئے روتا ہون کہ مبادا کسی وقت اعراض کا مرتکب ہو گیا ہون اور اُسی کی سزا مین گرفتار کیا گیا ہون) پھر یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

عذابہ فیک عذب وبعدہ منک قرب

وانت عندی کروحی بل انت منہا احب

وانت للعین عین وانت للقلب قلب

حسبی من الحب انی لما تحب احب

(ترجمہ۔ عاشق کا تیرے واسطے معذب ہونا شیرین ہے، اُسکا تجھ سے بعید ہونا بھی قرب ہے۔ (ان اشعار مین اپنے نفس کو تسلی دی ہے کہ محبوب کے واسطے اور اُس کی راستہ مین ابتلا کا پیش آنا عاشق کیلیئے شیرین ہوتا ہے پس تکلیف عذاب سے گھبرانا نہ چاہیئے بلکہ خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے اور محبوب سے اپنے کو دُور سمجھنا ہی قرب ہے، کہ یہی شانِ عبدیت ہے، اپنے کو مقرب سمجھنا قرب نہین بلکہ بُعد ہے۔ آگے محبوب کو خطاب ہے) اور آپ میرے نزدیک میری روح کے مانند (محبوب) ہین، بلکہ آپ اُس سے بھی زیادہ

محبوب ہین۔ تو میری آنکھ کی آنکھ ہے اور تو ہی میرے دل کا دل ہے (اشارہ ہی مضمون حدیث مضمرت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ کیطرف) یہانتک کہ محبت کی وجہ سے مین اسی چیز کو محبوب کھتا ہون جو آپ کو محبوب ہے۔

ف۔ اس واقعہ مین علاوہ کرامات کے حسین بن منصور حلاج کے جذبات عشق و محبت و جلالت شان معرفت کے آثار بھی بہت زیادہ نمایان و درخشان ہین۔

(۵) جب وہ قتل کے واسطے نکالے گئے تو ایک دربان کو بلایا، اور کہا، جب مجھے جلایا جائے گا دجلہ کا پانی بڑھنے لگے گا، حتے کہ بغداد غرق ہونے کے قریب ہوگا، جب تم یہ حال دیکھو، میرے جسم کی تھوڑی سی راکھ پانی مین ڈال دینا، تو اسکو سکون ہوجائے گا۔ چنانچہ جب اُنکو سولی دیگئی اور بدن کو جلا دیا گیا۔ دجلہ مین طوفان آیا، پانی بڑھنے لگا، یہانتک کہ بغداد کے غرق ہونے کا اندیشہ ہوگیا۔ خلیفہ نے لوگون سے کہا، تم نے حلاج سے اسکے متعلق کچھ سُنا ہے؟ دربان نے کہا، ہان، اے امیرالمومنین! سُنا ہے، وہ اس اس طرح کہتے تھے۔ کہا جلدی اُنکے کہنے کے موافق عمل کرو۔ چنانچہ اُنکی راکھ پانی مین ڈالی گئی، جسکے ہر حصہ سے **اللہ** کا نقش پانی پر لکھا ہوا دیکھا گیا۔ تو پانی کو سکون ہوگیا۔

ف۔ یہ واقعہ تذکرۃ الاولیا، شیخ فرید عطار مین بھی قدرے تفاوت کے ساتھ مذکور ہی ضمیمہ اولی مین اس خیال سے اسکو درج نہین کیا تھا کہ اُسکی تائید کسی تاریخی کتاب مین نہین ملی تھی، اب تائید ملگئی تو ضمیمہ ثانیہ مین درج کردیا گیا، اس واقعہ کو تذکرۃ الاولیاء مین اسطرح بیان کیا ہے کہ "جب حسین بن منصور کو سولی کے واسطے باہر لایا گیا، تو آپنے اپنے ایک مرید کو بلایا اور فرمایا، جب میری راکھ دجلہ مین ڈالی جائے گی، اُسمین سخت طوفان آئے گا، جس سے بغداد کے غرق ہونے کا خطرہ ہوگا۔ اُسوقت تم میرا خرقہ دریا مین ڈالدینا اُسکو سکون ہوجائے گا۔ چنانچہ جب سولی دیکر اُنکے جسم کو جلایا گیا اور راکھ دریا مین ڈالی گئی، دجلہ مین دفعتہً طوفان آگیا، اور راکھ کے ہر ذرہ سے انا الحق کا شور بلند ہوا، پانی اسقدر بڑھا کہ بغداد کے غرق ہونے کا اندیشہ ہوا، اُسوقت

اُس مرید نے وصیت کے موافق حسین بن منصورؒ کا خرقہ دریا مین ڈالدیا، اُسیوقت دریا کو سکون ہوگیا اور شورانا الحق بھی موقوف ہوگیا۔"

اتنی بات تو قریب قریب ہر تاریخ مین مذکور ہے کہ حسین بن منصور کی راکھ دریا مین ڈالے جانے کے بعد دریا کا پانی بہت بڑھ گیا تھا جس کو اُن کے معتقدون نے اُن کی کرامت پر محمول کیا۔ اس سے زیادہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ تاریخ قزوینی اور تذکرۃ الاولیار کے سوا کسی تاریخ مین نہین دیکھا گیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے مورخین نے بیان واقعہ مین اختصار سے کام لیا ہے، کیونکہ وہ ابن منصور سے بداعتقاد تھے۔ قزوینی بداعتقاد نہین، اُس نے پورا واقعہ بیان کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اس واقعہ مین علاوہ کرامت باہرہ کے ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کے صادق ومحق ہونے کی دلیل بھی موجود ہے، معاذاللہ اگر وہ صاحب باطل ہوتے تو اپنے دشمنون کے حال پر رحم کیون فرماتے، بلکہ خود اُنکے غرق ہونے کی تمنا کرتے، اور بس چلتا تو اپنے تصرف کو کام مین لاکر اس سے بھی زیادہ کوئی مصیبت اہل بغداد پر نازل کردیتے۔ مگر وہ عارفِ صادق، صاحبِ حق تھے، اسی لیئے دشمنون کی دشمنی پر نظر نہین کی، بلکہ اپنی عارفانہ خیرخواہی اور ہمدردی کو کام مین لائے۔ کیونکہ عارف اپنے دشمنون اور مخالفون کا بھی خیرخواہ ہوتا ہے، بدخواہ نہین ہوتا۔

سببِ انکار جب اُنھون نے انا الحق کہنا شروع کیا تو لوگون نے اُن سے بے اعتقادی ومخالفت ظاہر کی اور اُنکے بارہ مین گفتگو کرنے لگے، بعض لوگون نے ان سے یہ بھی کہا انا علی الحق کہو (انا الحق نہ کہو) تو کہا، مین تو انا الحق ہی کہونگا، پھر اُن سے کچھ اشعار بھی ایسے ہی سُنے گئے جو انا الحق کے مشابہ تھے، مثلاً وہ کہتے تھے ؎

انا من اھوی ومن اھوی انا　　نحن روحان حللنا بدنا

(ترجمہ۔ مین عین محبوب ہون اور محبوب میرا عین ہے، ہم دو روحین ہین جو ایک بدن مین حلول کیئے ہوئے ہین)

نیز اُن کا یہ بھی قول ہے ؎

عجبت منك ومنی انفیتنی بك عنی
ادنیتنی منك حتے ظننت انك انی

(ترجمہ۔ مجھے تجھ پر اور اپنے اوپر تعجب ہے، تونے اپنے ساتھ مشغول کرکے مجھے اپنے سے فنا کردیا۔ مجھے اپنے سے اتنا قریب کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ تو مین ہے)

اس قسم کی باتین سُنکر بعض لوگ اُن سے بدگمان ہوگئے۔

ف۔ ابن منصور کی زبان سے انا الحق کا نکلنا صوفیہ مین بہت مشہور ہے۔ مگر تعجب ہے کہ تاریخ خطیب و تاریخ طبری اور صلۃ الطبری وغیرہ مین اسکا اصلاً ذکر نہین، بڑی تلاش کے بعد تاریخ قزوینی مین اسکا ذکر ملا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ صوفیہ مین اسکی شہرت بے اصل نہین، مورخین کے نزدیک بھی اسکی اصل ہے۔ لفظ انا الحق کی متعدد وجوہ تاویل رسالہ القول المنصور مین گزرچکی ہین اعادہ کی حاجت نہین، البتہ ان اشعار کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔

پس اول تو اسکی کوئی دلیل نہین کہ یہ اشعار ابن منصور کے ہین، میرا غالب خیال یہ ہے کہ یہ اشعار کسی دوسرے شخص کے ہین جنکو ابن منصور نے تمثلاً پڑھ دیا ہے۔ لسان المیزان مین انا من اھوی ومن اھوی انا الخ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب کیا ہے، اسوقت کتاب میرے سامنے نہین ورنہ صفحہ وغیرہ کا حوالہ دیدیا جاتا۔ اور اگر ابن منصور ہی کے اشعار ہون تو یہ مسلم نہین کہ محبوب سے حق تعالیٰ مراد ہین، ممکن ہے شیخ، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، یا ذکرِ محبوب مراد ہو۔ کیونکہ سالک کو ابتداء مین ذکر اللہ سے بھی ایسی ہی محبت ہوتی ہے جیسی کسی محبوب کی ذات سے ہوا کرتی ہے۔ جب اُسکو فنا فی الذکر کا درجہ حاصل ہوتا ہے، ذکر کو مستقل محبوب سمجھتا اور خود کو عین ذکر اور ذکر کو عین خود مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کا درجہ حاصل ہوتا ہے، تو خود کو عین شیخ اور شیخ کو عین خود سمجھتا ہے، اور اس حالت مین غلبۂ عشق و محبت سے بیخود ہو کر بیساختہ شیخ یا رسول کو خطاب کرکے کہنے لگتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

اور یہ حالت عشق حقیقی کے ساتھ مختص نہین، عشق مجازی مین بھی بعض عشاق پر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو نصر عبداللہ بن علی السراج طوسی کتاب اللمع فی التصوف مین تحریر فرماتے ہین، وقال بعضھم ؎

انا من اھوی ومن اھوی انا — فاذا ابصرتنی ابصرتنا
نحن روحان معاً فی جسد — البس اللہ علینا بدنا

وقال غیرہ ؎

یا منیۃ المتمنی — افنیتنی بک عنی
ادنیتنی منک حتی — ظننت انک انی

وھذہ مخاطبۃ مخلوق لمخلوق فی ھواہ فکیف لمن ادعی محبۃ من ھواقرب الیہ من حبل الورید اھ ص۳۶۱۔

(ترجمہ۔ مین عین محبوب ہون اور محبوب میرا عین ہے۔ جب تو مجھے دیکھے ہم دونون کو دیکھ لیگا۔ ہم دو روحین ایک بدن مین اکٹھی ہین اللہ تعالےٰ نے ہم دونون کو ایک قالب پہنا دیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے "اے آرزو کرنے والے کی آرزو! تونے اپنے ساتھ مشغول کرکے مجھے اپنے سے فنا کر دیا ہے، تونے مجھے اپنے سے اسقدر نزدیک کیا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ تو مین ہے، اور یہ ایک مخلوق کا مخلوق کو خطاب ہے، محبت کے غلبہ مین، تو اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اُس ذات کی محبت کا مدعی ہے جو اُسکی رگِ گردن سے زیادہ اُسکے قریب ہے۔")

اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار مین اللہ تعالیٰ کو خطاب نہین بلکہ ایک مخلوق نے مخلوق کو خطاب کیا ہے۔ پس ابن منصور کا تمثلاً ان اشعار کو پڑھ دینا اس امر کی دلیل نہین کہ اُنھون نے حق تعالےٰ کو ان اشعار سے خطاب کیا ہے، ممکن ہے شیخ، یا رسول، یا ذکرِ محبوب سے خطاب کیا ہو۔ اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حق تعالےٰ ہی سے خطاب کیا ہے، تو یقیناً اُنکی مراد حلول یا اتحاد ہرگز نہین۔ کیونکہ اُنکے عقیدۂ توحید مین جو القول المنصور مین گزر چکا ہے حلول و اتحاد کی صراحۃً نفی موجود ہے، بلکہ اس کا

مطلب بطور اشارہ کے وہی ہے جو حضرت شبلی کے اس قول کا ہے، حیث قال فی مجلسہ:-

یا قوم! ھذا مجنون بنی عامر کان اذا سئل عن لیلے فکان یقول انا لیلے فکان یغیب بلیلے عن لیلے حتی یبقی بمشھد لیلے ویغیبہ عن کل معنی سوی لیلے ویشھد الاشیاء کلھا بلیلے، فکیف یدعی من یدعی محبتہ وھو صحیح ممیز یرجع الی معلوماتہ ومألوفاتہ وحظوظہ نفیھات انی لہ ذلک ولم یزھد فی ذرۃ منہ ولا زالت عنہ صفتہ من اوصافہ معما ان بذل المجہود للمعبود ادنی رتبۃ عند القوم۔

قال الشبلی رحمہ اللہ ان متحابین رکبا بعض البحار فسقط احدھما فی البحر وغرق فالقی الاخر نفسہ الی البحر فغاص الغواصون فاخرجوھما سالمین فقال الاول لصاحبہ اما انا فقد سقطت فی البحر انت لم رمیت نفسک فی البحر فقال انا غائب بک عن نفسی توھمت انی انت اھ (ص۳۶۰ کتاب اللمع فی التصوف)

حضرت شبلی نے اپنی مجلس میں فرمایا:-

اے صاحبو! مجنون بن عامر کی یہ حالت تھی کہ جب اُس سے لیلے کو دریافت کیا جاتا تو کہتا، مین ہی تو لیلے ہون۔ وہ لیلی کی محبت مین لیلی کی ذات سے بھی غائب ہوجاتا تھا، لیلی کے مشاہدہ ہی مین رہتا اور یہ مشاہدہ اُسکو لیلے کے سوا ہر چیز سے غائب کردیتا تھا، وہ تمام اشیاء کو (حتے کہ خود اپنے کو بھی)، لیلے کے ساتھ ساتھ مشاہدہ کرتا تھا، پھر اللہ کی محبت کا دعوے کرنیوالا یہ دعوے کیونکر کرتا ہے حالانکہ وہ تندرست ہے، تمیز کی صفت بھی رکھتا ہے، اپنی معلومات و مالوفات اور حظوظ نفس کے ساتھ تعلق بھی رکھتا ہے۔ ہیہات اس دعوے کا اُسے کیا حق ہے، حالانکہ ابھی تک اُس نے (اپنی مالوفات و حظوظ مین) ذرہ برابر بھی کمی نہین کی، نہ اُسکی صفات مین سے کوئی صفت زائل ہوئی، باوجودیکہ معبود کیلیے کوشش صرف کرنا (اور مجاہدہ کرکے اپنی صفات رذیلہ کو زائل کرنا، اپنے حظوظ و مالوفات مین کمی کرنا) قوم کے نزدیک (محبت کا) ادنیٰ درجہ ہے۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ کہ دو شخص جنمین باہم محبت تھی سمندر کا سفر کر رہے تھے، اتفاقاً انمین سے ایک سمندر مین گر پڑا اور ڈوبنے لگا، فوراً دوسرے نے بھی اپنے کو سمندر مین گرا دیا۔ غوطہ خورون نے غوطہ لگا کر دونون کو زندہ باہر نکال لیا۔ تو پہلے شخص نے اپنے دوست سے کہا کہ مین تو اتفاقاً دریا مین گر گیا تھا، تو نے قصداً اپنے کو کیون گرایا، کہا، مین تیری محبت مین اپنے سے غائب تھا، مجھے یہ معلوم ہوا کہ مین تو ہی ہے۔ (جب تو گرا، تو مین نے سمجھا کہ مین ہی دریا مین گرا ہون، اسلئے بیساختہ گر پڑا)

ف۔ ظاہر ہے کہ حضرت شبلی کا یہ مطلب نہین کہ لیلے و مجنون مین حلول یا اتحاد تھا، بلکہ غلبۂ عشق کی کیفیت بتلانا مقصود ہے، کہ جب سلطانِ عشق کا قلب پر تسلط ہوتا ہے، عاشق ہر دم محبوب کے مشاہدہ مین رہتا ہے، اُسکے سوا ہر چیز اُسکے دل سے غائب ہو جاتی ہے تمام اشیا کو اُسکے ساتھ ہی مشاہدہ کرتا ہے اور اُسوقت وہ اپنے کو بھی غائب و معدوم سمجھتا اور بعض دفعہ غلبۂ عشق مین اپنے کو عین محبوب کہدیتا ہے۔ جب عشق مجازی مین یہ کیفیت ہوتی ہے تو محبت حق مین کیا حال ہونا چاہئے، جو رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔

امید ہے کہ اب ان اشعار کے سمجھنے مین کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہوگی نہ ان اشعار کو خلاف شریعت پر محمول کیا جائے گا۔

غلبۂ عشق الٰہی جب لوگون نے انا الحق کہنے کی وجہ سے شور و شغب کیا تو یہ اشعار پڑھے

سقونی وقالوا لا تغن ولو سقوا جبال سراة ما سقیت لغنتِ

تمنت سلیمی ان اموت بحبها واسهل شیء عندنا ما تمنتِ

(ترجمہ۔ مجھ کو شراب (محبت) پلاکر کہتے ہین کہ گا نہین، حالانکہ اگر موضع سرات کے پہاڑون کو وہ شراب پلادی جاتی جو مجھے پلائی گئی ہے تو وہ بھی گلنے لگتے۔ سلیمی کی آرزو یہ ہے کہ مین اُسکی محبت مین مر جاؤن اور اُسکی یہ آرزو تو ہمارے نزدیک ہر چیز سے زیادہ آسان ہے)

ف۔ یہ اشعار بھی غالباً ابن منصور کے نہین ہین، کسی دوسرے شاعر کے ہین جنکو مثلاً

پڑھ دیا ہے۔ ان اشعار مین اپنا عذر ظاہر کر دیا ہے کہ میری ان باتون کو غلبۂ عشق ومحبت پر محمول کرنا چاہیئے۔ عاشق شراب محبت کی مستی مین راگ گایا ہی کرتا ہے، مین بھی اُسی طرح گا رہا ہون، اور اگر کوئی مجھے موت کی دھمکی دے تو سمجھ لے کہ میرے نزدیک موت سے زیادہ آسان کوئی چیز نہین۔ عاشق موت سے نہین گھبرایا کرتا۔

جب اُنکو قتل کے واسطے باہر لایا گیا تو یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

اقتلونی یا ثقاتی　　ان فی موتی حیاتی
ومماتی فی حیاتی　　وحیاتی فی مماتی
والذی حی قدیم　　غیر مفقود الصفات
وانا منه رضیع　　فی حجور المرضعات

ترجمہ - میرے دوستو! مجھے قتل کر دو - کیونکہ موت ہی مین میری زندگی ہے - اور (دنیوی) زندگی مین میری موت ہے، میری حیات تو موت ہی مین ہے - اور وہ جو زندہ جاوید ہے اُسکی صفات مفقود (ومعدوم) نہین ہوتین - (ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ کی ذات وصفات قدیم ہین) اور مین اُسی سے تربیت یافتہ ہون، تربیت کرنیوالون کی گودون مین پرورش پائی ہے اس لیئے قتل سے میری روح اور میری معرفت ومحبت فنا نہ ہوگی بلکہ اُس کو دوام وبقا حاصل ہوگا ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سببِ قتل منقول ہے کہ مقتدر باللہ (خلیفۂ عباسی) کے زمانہ مین انکو قید کیا گیا اور وزیر حامد بن العباس ان سے بدگمان تھا، چنانچہ وزیر مذکور اور قاضی القضاۃ ابو عمرو کے سامنے انکو لایا گیا انھون نے ابن منصور سے فرمایا، ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ جس کے پاس مال ہو وہ اُسکو فقرا پر صدقہ کر دے، تو یہ اس سے اچھا ہے کہ اس مال سے حج کرے۔ حسین بن منصور نے کہا، ہان مین نے ایسا کہا ہے۔ پوچھا گیا تم نے یہ بات کہان سے سُنی؟

ع ؎ ان اشعار کو مولانا رومی قدس سرہ نے مثنوی معنوی مین تضمین کے ساتھ لیا ہے چنانچہ فرماتے ہین ؎

اقتلونی اقتلونی یا ثقات　　ان فی موتی حیاتا فی حیات - ۱۲ -

کہا، فلان کتاب ہے۔ قاضی نے کہا، اے زندیق! تو جھوٹا ہے، یہ کتاب ہم نے سُنی ہے، اُسمین یہ مضمون ہم کو نہین ملا۔ وزیر نے قاضی سے کہا، بس لکھدو کہ یہ زندیق ہی۔ چنانچہ قاضی کے دستخط لئے گئے اور خلیفہ کے پاس اُنکا فتوے بھیجدیا گیا۔ خلیفہ نے سُولی دیے جانے کا حکم دے دیا۔

ف۔ ابن خلکان اور خطیب کی روایت مین تصریح ہی کہ حسین بن منصور نے یہ بات اُس شخص کے متعلق کہی تھی جو حج سے عاجز ہو یعنے اُسپر حج فرض نہو۔ مطلقاً ہر شخص کے متعلق یہ بات نہین کہی گئی، اور جسپر حج فرض نہوا اُسکے متعلق اب بھی فقہار کا اختلاف ہے کہ اسکو حج کیلئے رقم جمع کرنا افضل ہی یا فقرار پر صدقہ کرنا افضل ہی؟ مفصل کلام پہلے گزر چکا ہی جس سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس قول مین کفر یا زندقہ کی کوئی بات نہ تھی۔ غایت ما فی الباب ایک علمی و فقہی غلطی تھی۔

ف۔ تمام مورخین نے اسباب قتل مین صرف اسی ایک بات کو بیان کیا ہی کہ انھون نے اپنے گھر کے طواف اور تصدق کو عاجز عن الحج کیلئے حج کا قائم مقام کہدیا تھا۔ قول انا الحق کو کسی نے اسباب قتل مین ذکر نہین کیا۔ البتہ قزوینی نے عوام کی بے اعتقادی کے اسباب مین اسکو ذکر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ انا الحق کہنے کی وجہ سے لوگون مین انکی مخالفت کا جوش پیدا ہوا، انکے خلاف شورش اسی سے پھیلی، مگر قتل کیلئے اس بات کو کافی نہین سمجھا گیا، بلکہ وزیر اور اُسکی جماعت کے آدمی اس کوشش مین لگ گئے کہ کوئی معقول وجہ قتل کی ہاتھ آئے تو انکو قتل کیا جائے۔ جوئندہ یابندہ، آخر کار ایک ہاتھ آگئی، جسکی بنا پر قاضی کی زبان سے ابن منصور کے متعلق زندیق یا حلال الدم نکل گیا اور اس طرح ایک بے گناہ کے قتل کا منصوبہ پورا کیا گیا۔

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے ۔۔۔ کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

واقعۂ شہادت کے بعد جو کرامات ظاہر ہوئی ہین اُن سے سب کو ان کی بیگناہی کا علم ہوگیا۔ واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبارتِ تاریخِ قزوینی

مادۂ ضمیمۂ ثانیۂ القول المنصور

البیضاء

البیضاء مدینة کبیرة بارض فارس بناها العفاریت من الحجر الا بیض لسلیمانؑ فیما یقال وبها قهندز یری من بعد بعید لشدة بیاضه وهے مدینة طیبة کثیرة الخیرات وافرة الغلات صحیحة الهواء عذبة الماء طیبة التربة لا تدخلها الحیات والعقارب ولا شیئ من الحیوانات الموذیة۔

من عجائبها ما ذکر انه فی رستاقها عنب کل حبة منها عشرة مثاقیل وتفاح دورتها شبران، ینسب لیها الحسین بن منصور الحلاج صاحب الآیات والعجائب فمن المشهور انه کان یرکب الاسد ویتخذ الحیة سوطا وکان یاتی بفاکهة الشتاء فی الصیف وفاکهة الصیف فی الشتاء ویمد یده الی الهواء ویعیدها مملوءة دراهم احدیة قل هو الله احد مکتوب علیها ویخبر الناس بما فی ضمائرهم وبما فعلوا وحکی انه خرج یوماً من الحمام فلقیه بعض من ینکره و صفعه فی قفاه صفعة قویة، فقال له یا هذا لما صفعتنی، قال الحق امرنی بذلک، فقال بحق الحق اردفها فلما رفع یداه للصفع یبست، فلما ظهر قوله انا الحق انکره الناس وتکلموا فیه وقالوا قل انا علی الحق فقال ما قول الا انا الحق وسمع منه اشعار مثل قوله ؎

انا من اهوی ومن اهوی انا   نحن روحان حللنا بدناً

ومثل قوله ؎

عجبت منك ومنى افنيتنى بك عنى
ادنيتنى منك حتى ظننت انك انى

فلما سمعوا امثال هذه بعض الناس اساء الظن فيه حكى ابو القاسم بن كج ان جمعا من الصوفية ذهبوا الى الحسين بن منصور وهو بتستر وطلبوا منه شيئا فذهب بهم الى بيت نار المجوس فقال للديرانى ان الباب مغلق ومفتاحه عند الموبذ فجهد الحسين فلم يجبه فنفض الحسين كمه نحو القفل فانفتح فدخلوا البيت ثم رأوا قنديلا مشتعلا لا ينطفى ليلا ولا نهارا فقال انها من النار التى القى فيها الخليل ع نحن نتبرك بها ونحمل المجوس منها الى جميع بلادهم فقال له من يقدر على طفائها قال قرأنا من كتابنا انه لا يقدر على طفائها الا عيسى بن مريم ع فاشار الحسين بكمه فانطفأت فقامت على الديرانى القيمة وقال الله الله قد انطفت فى هذه الساعة جميع نيران المجوس شرقا وغربا فقال له من يقدر على ردها فقال قرأنا فى كتابنا انه يقدر على ردها من يقدر على اطفائها فلم يزل يتضرع الى الحسين و يبكى فقال له هل عندك شيئ تدفع الى هذه المشائخ واردها وكان عنده صندوق من دخل البيت من المجوس طرح فيه دينارا ففتح وسلم ما فيه الى المشائخ وقال ما ههنا غير هذا فاشار الحسين بكمه اليها فاشتعلت وقال ؎

دنيا تخادعنى كانى لست اعرف حالها
حظر المليك حرامها فانا اجتنبت حلالها
مدت الى يمينها فرددتها وشمالها
فمتى طلبت زواجها حتى اردت وصالها
ورأيتها محتاجة فوهبت جملتها لها

ومن ظريف ما نقل عنه انه قال بعض منكريه ان كنت صادقا فيما تدعيه فامسخنى قردا فقال لو هممت بذلك لكان نصفه لعمل مفروغا عنه فلما تكلم الناس فى حقه

بقوله انا الحق قال ؎

سقوني وقالوا لا تغن ولو سقوا   جبال سراة ما سقيت لغنت

تمنت سليمى ان اموت بحبها   واسهل شيئ عندنا ما تمنت

وحكى ابو عبد الله محمد بن خفيف قال دخلت على الحسين بن منصور وهو في الحبس مقيد فلما حضر وقت الصلوة رأيته نهض فتطايرت منه القيود وتوضأ وهو على طرف المحبس وفي صدر ذلك المحبس منديل وكان بينه وبين المنديل مسافة فوالله ما ادري ان المنديل قدم اليه او هو الى المنديل فتعجبت من ذلك وهو يبكي بكاءً فقلت لم لا تخلص نفسك فقال ما انا محبوس اين تريد يا ابن خفيف قلت نيسابور فقال غمض عينيك فغمضتها ثم قال فتحها ففتحت فاذا انا بنيسابور في محلة اردتها فقلت ردني فردني وقال ؎

والله لو حلف العشاق انهم   موتى من الحب وقتلى لما حنثوا

قوم اذا هجروا من بعد ما وصلوا   ماتوا وان عاد وصل بعده بعثوا

ترى المحبين صرعى في ديارهم   كفتية الكهف لا يدرون كم لبثوا

ثم قال يا ابن خفيف لا يكون الحزن الا لفقد محبوب او فوت مطلوب والحق واضح والهوى فاضح والخلق كلهم طلاب في طلبهم على قدر هممهم وهممهم على قدر احوالهم واحوالهم مطبوع على علم الغيب وعلم الغيب غائب عنهم والخلق كلهم حيارى في انشائهم

انين المريد لشوق يزيد   انين المريض لفقد الطبيب

قد اشتد حال المريدين فيه   لفقد الوصال وبعد الحبيب

ثم قال يا ابن خفيف حججت الى زيارة القديم فلم اجد لقدم موضعاً من كثرة الزائرين فوقفت وقوف البهيت نظرا الى نظرة فاذا انا متصل به ثم قال من عرفني ثم اعرض عني فاني اعذبه عذابا لا اعذب به احدا من العالمين وجعل يقول

عذابه فيك عذب   وبعده منك قرب

وانت عندي كروحي   بل انت منها احب

وانت للعين عين   وانت للقلب قلب

حتی من الحب انی لما تحب احب

وحکی ان حبسه کان فی عهد المقتدر باللہ وکان الوزیر حامد بن العباس سیئ الظن فیه فاحضر عند الوزیر قاضی القضاۃ ابی عمرو وقالوا له بلغنا انك قلت من کان له مال یتصدق به علی الفقراء خیر من ان یحج به فقال الحسین نعم انا قلت ذلك فقالوا له من این قلت هذا - فقال من الکتاب الفلانی فقال القاضی کذبت یا زندیق، ذلك الکتاب سمعناہ فما وجدنا فیه هذا فقال الوزیر للقاضی اکتب انه زندیق فاخذ خط القاضی وبعث الی الخلیفة فامر الخلیفة بصلبه ولما اخرج استدعی بعض الحجاب وقال لی اذا احرقت یأخذ ماء دجلة فی الزیادۃ حتی یکاد یغرق بغداد فاذا رأیتم ذلك خذوا شیئا من رمادی واطرحوہ فی الماء لیسکن وکان ینشد هذین البیتین ؎

اقتلونی یا ثقاتی ان فی موتی حیاتی
ومماتی فی حیاتی وحیاتی فی مماتی
والذی حی قدیم غیر مفقود الصفات
وانا منه رضیع فی حجور المرضعات

وحکی ان بعض من کان ینکرہ لما صلب وقف بازائه ویقول الحمد للہ الذی جعلك نکالا للعالمین وعبرۃ للناظرین فاذا هو بالحسین وراءہ واضعا یدیه علی منکبیه یقول ما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبه لهم فلما صلب واحرق اخذ الماء فی الزیادۃ حتی کاد یغرق بغداد فقال الخلیفة هل سمعتم الحلاج فیه شیئا قال الحاجب نعم یا امیر المؤمنین انه قال کذا وکذا فقال بادروا الی ما قال فطرحوا رمادہ فی الماء فصار رمادہ علی وجه الماء علی شکل اللہ مکتوبا وسکن الماء وکان ذلك فی سنة تسع وثلثمائة - واللہ الموفق -

ضمیمۂ ثالثۂ القول المنصور

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر تاریخ قزوینی سے حالات ابن منصور کا اقتباس کر چکا تو تاریخ بغداد للخطیب جلد ثامن کا صد۱۱۲ سے صد۱۴۲ تک بالاستیعاب مطالعہ کیا جس مین ابن منصور کا تذکرہ بہت تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے کہ شاید سواد مجتمعہ سابقہ مین کوئی بات رہ گئی ہو اسی اثنا مین مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کی ایک تحریر حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کے واسطہ سے موصول ہوئی جس مین موصوف نے ابن منصور کا مختصر حال تاریخ خطیب اور نفحات الانس لمولانا جامی سے جمع کیا اور شیخ ابن عربی کی رائے انکے متعلق فتوحات مکیہ سے نقل کی ہے، اسی کے ساتھ مکرمی جناب سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کی تحریر بھی پہونچی جس مین موصوف نے چند انگریزی کتابون سے ابن منصور کا تذکرہ نقل کیا ہے۔ موصوف نے انگریزی عبارات کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کرا دیا ہے۔ پس احباب مخلصین موصوفین کے شکریہ کے ساتھ ضمیمۂ ثالثۂ ہذا مین اس تمام مواد کا ضروری خلاصہ درج کیا جاتا ہے تاکہ ابن منصور کے متعلق جسقدر حالات ملے ہین سب ناظرین کے سامنے آجائین کوئی ضروری پہلو تشنۂ تحقیق نہ رہ جائے۔ واللہ ولی التوفیق وہو خیر معین و خیر رفیق۔

بدنامی کے اسباب

جیسا پہلے بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے ابن منصور کے تفصیلی حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر ان کی بدنامی کے دو سبب ہوئے۔ ایک اپنے حالات غامضہ و شطحیات کا اظہار جس مین قول انا الحق زیادہ مشہور ہے۔ دوسرے معتقدین کا غلو۔ چنانچہ تاریخ خطیب صد۱۱۹ کا واقعۂ ذیل شاہد ہے کہ ان معتقدین کے غلو سے خود ابن منصور بھی عاجز تھے اور انہی کی وجہ سے اول ان کی گرفتاری عمل مین آئی۔

ابوالحسن محمد بن عمر قاضی فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ میرے ماموں مجھے حسین بن منصور حلاج کے پاس لے گئے جبکہ وہ بصرہ کی جامع مسجد مین ریاضت و عبادت مین

مشغول تھے مین اسوقت بچہ تھا اسلئے خاموش بیٹھ گیا میرے ماموں نے اُن سے باتین کین۔ ابن منصور نے کہا مین نے اب ارادہ کر لیا ہے کہ بصرہ سے چلا جاؤن۔ ماموں نے کہا، کیون؟ فرمایا بصرہ والون نے مجھے افسانہ بنا دیا ہے جس سے میرا دل تنگ ہے اب مین چاہتا ہون کہ ان سے دُور کسی جگہ جا کر رہون۔ میرے ماموں نے کہا ایسی کیا بات ہے؟ فرمایا یہان کے آدمیون کی عادت یہ ہے کہ اپنے گمان مین بہت سے افعال و احوال میری طرف منسوب کرتے ہین اور اعتقاد کر لیتے ہین کہ مین نے فلان فلان کام کئے ہین نہ مجھ سے دریافت کرتے ہین نہ واقعہ کی تحقیق کرتے ہین اور خواہ مخواہ مشہور کر دیتے ہین کہ حلاج مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات ہے حالانکہ مین کیا چیز ہون جو یہ درجہ مجھے حاصل ہو۔

ابھی کا تازہ واقعہ ہے کہ ایک شخص نے کچھ دراہم فقرا مین تقسیم کرنے کو میرے پاس بھیجے تھے اُس روز کوئی فقیر میرے پاس نہ آیا تو مین نے اُن دراہم کو مسجد کے بوریہ کے نیچے ڈالدیا اگلے دن مسجد مین آیا تو چند فقرا میرے پاس آگئے مین نے نماز توڑکر بوریہ اُٹھایا اور اُسکے نیچے سے دراہم نکالکر فقرا کو دیدئے (نماز نفل ہوگی اور فقرا کے چلے جانے کا اندیشہ ہوگا اسلئے نماز توڑکر تقسیم دراہم مین عجلت کی تاکہ فراغ قلب حاصل ہو اور اطمینان سے نماز پڑھی جاوے) اب ان لوگون نے مشہور کرنا شروع کیا کہ حلاج مٹی پر ہاتھ مارتا ہے تو درہم بنجاتی ہے۔ اسکے بعد ابن منصور نے اسی قسم کے اور بہت سے واقعات سُنائے میرے ماموں یہ سُنکر کھڑے ہوگئے اور رخصتی ملاقات کرکے چلے آئے پھر کبھی اُنکے پاس نہین گئے اور فرمایا اس شخص کا حال مشتبہ ہے اور عنقریب اسکی خاص شان ظاہر ہوگی چنانچہ زیادہ دن نہ گذرنے پائے کہ وہ بصرہ سے چلے گئے اور ان کی حالت مشہور ہوگئی۔

ف۔ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد بن عمر کے ماموں ابن منصور کے معتقد تھے مگر ہم کو اس سے بحث نہین مقصود صرف اس بات کا بتلانا ہے کہ ابن منصور اپنے معتقدون سے خود عاجز اور پریشان تھے۔ اس حقیقت کو جیسا پہلے گذر چکا ہی ابن منصور

نے طاہر بن احمد تستری سے بھی ظاہر کر دیا تھا کہ جو باتیں تم میری نسبت سنتے ہو یہ دوسرون کے افعال ہین میرے کام نہین نہ اُن مین کوئی میری کرامت ہے نہ شعبدہ۔ (تاریخ خطیب جلد ۸ صفحہ ۱۲۱)

اس حقیقت سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ ابن منصور کے متعلق اول ملاقات مین اکثر لوگون کا یہ گمان ہوتا تھا کہ جنات انکے تابع ہین ممکن ہے قاضی محمد بن عمر کو بھی اس قسم کا شبہ ہوا ہو لیکن اہل بصیرت محققین نے بعد مین اس خیال کی غلطی کو تسلیم کیا اور اُنکی کرامات کا من جانب اللہ ہونا اُنپر واضح ہو گیا چنانچہ شیخ ابو العباس ابن عطار سے اُنکے متعلق ایک مرتبہ دریافت کیا گیا تو فرمایا **ذالک مخدوم من الجن** یعنی جنات انکے تابع ہین۔ پھر ایک سال بعد اُن سے سوال کیا گیا تو فرمایا **ذالک من حق** یہ کرامات حق تعالےٰ کی طرف سے ہین یا یہ کرامات حق ہین شعبدہ وغیرہ نہین۔ دریافت کرنے والے نے عرض کیا آپنے پہلے تو فرمایا تھا **مخدوم من الجن** اور اب آپ یہ کہتے ہین فرمایا ہان پہلے مجھے انکے حالات کی تفصیل تحقیق کے ساتھ معلوم نہ تھی اب معلوم ہو گئی اور صحیح بات اُنکے متعلق یہی ہے جو تم نے اب سُنی۔ (تاریخ خطیب جلد ۸ صفحہ ۱۲)۔

ابو العباس بن عطار کا مفصل ترجمہ پہلے گذر چکا ہے جس سے اُنکی اس شہادت کا وقیع اور عظیم ہونا معلوم ہو جائیگا اسکے بعد اُن روایات کی کچھ وقعت باقی نہین رہتی جو خطیب نے ابن منصور کے حیل وغیرہ کے متعلق نقل کی ہین۔ خصوصاً جبکہ اُنکے راوی بھی مجھول ہین چنانچہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۱ مین ایک طویل حکایت حیل کا منتہاے سند، **حدثنی غیر واحد من الثقات من اصحابنا**، یعنی احمد بن یوسف الازرق کہتا ہے کہ مجھ سے میرے چند معتبر ساتھیون نے بیان کیا، کاش وہ ان چند معتبرین مین سے کسی ایک ہی کا نام ذکر کر دیتے تاکہ ابو العباس بن عطار اور ابو القاسم ابراہیم بن محمد نصر آبادی اور ابو عبد اللہ محمد بن خفیف شیرازی اور شبلی وغیرہم سے جو ابن منصور کے مداح اور ثنا خوان اور معتقد تھے اُنکا موازنہ کیا جا سکتا۔

اسیطرح وہ حکایت بھی ہرگز قابل التفات نہین جو جلد ۸ صفحہ ۱۲۳ پر درج ہے جسکا منتہائے سند **فلان المنجم** ہے اس راوی کا منجم ہونا ہی خود اسکے مجروح ہونیکے لئے کافی ہے

چہ جائیکہ اُسکا نام بھی مجہول ہے اسی پر بقیہ حکایات کو قیاس کر لیا جائے کہ اُنکا منتہائے سند یا کوئی مجہول ہے یا راوی نے کسی مجہول کی بات پر اعتماد کر کے ابن منصور کو متہم کیا ہی ایسے مجاہیل کی بے سروپا حکایات سے کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی حیلہ ساز و مکار نہین کہا جاسکتا چہ جائیکہ ایسے شخص کو جسے بہت اولیاء و علماء ولی سمجھتے ہین ۔

مشائخ متقدمین و متاخرین کی رائے

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس صـ۱۶۹ و صـ۱۷۰ مین فرماتے ہین :۔

مشائخ در کار وے مختلف بودہ اند بیشتر وے را رد کردہ اند مگر چندتن ابو العباس (ابن) عطاء و شبلی و شیخ ابو عبداللہ خفیف و شیخ ابو القاسم نصر آبادی۔ و ابو العباس سریج بکشتن وے رضا نداد و فتوے ننوشت گفت من نمی دانم کہ او چہ میگوید۔ و در کتاب کشف المحجوب ست کہ جملہ متاخران قدس اللہ ارواحہم ورا قبول کردہ اند۔ و ہجران بعضے از متقدمان مشائخ قدس اللہ ارواحہم نہ بمعنے طعن اندر دین وے بود۔ مہجور معاملت[عہ] مہجور اصل نباشد۔ و از متاخران سلطان طریقت شیخ ابو سعید[عہ] ابو الخیر فرمودہ است کہ حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ در علوے حال ست در عہد وے در مشرق و مغرب کس چون او

مشائخ اُن کے بارہ مین مختلف القول ہین اکثر نے ان کو رد کیا ہے مگر چند بزرگون نے (قبول کیا ہے) یعنے ابو العباس بن عطاء اور شبلی اور شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی اور شیخ ابو القاسم نصر آبادی نے اور ابو العباس بن سریج (فقیہ شافعیہ) نے اُنکے قتل کی منظوری نہین دی نہ فتوے لکھا اور کہا مین نہین جانتا وہ کیا کہتا ہی کتاب کشف المحجوب مین ہے کہ متاخرین مین سب نے انکو قبول کیا ہے اور مشائخ متقدمین مین سے بعض کا اُن کو چھوڑنا اس وجہ سے نہ تھا کہ اُن کے دین مین کچھ طعن تھا (بلکہ یہ ہجران ظاہری تھا) اور مہجور معاملہ مہجور اصل نہین ہوتا۔ متاخرین مین سے سلطان طریقت شیخ ابو سعید ابو الخیر فرماتے ہین کہ حسین بن منصور حلاج بلند حالت مین ہین اُن کے زمانہ مین مشرق و مغرب مین اُن جیسا (بلند حال)

عہ غالباً ابو سعید بن ابی الخیر صحیح ہے۔ ۱۲۔ ظ۔

عہ یعنی جسکے ساتھ مہجور کا سا معاملہ کیا جاوے یہ ضروری نہین کہ وہ اصل کے اعتبار سے مستحق مہجور ہونے کا ہو کیونکہ مہجور کا سا معاملہ بعض اوقات احتیاط کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ ۱۲۔ اشرف علی

نبود۔ شیخ الاسلام گفت من اورا نہ پذیرم موافقت مشائخ را ورعایت شرع وعلم را ورد نیز نہ کنم شما نیز چنان کنید ویرا موقوف گذارید وآن راکہ وے را بپذیرد دوست تردارم ازانکہ وے را رد کند (بعد چند سطر نوشتہ) شیخ الاسلام گفت کہ وے امام است اما با ہر کسے بگفت و بر ضعفا حمل کرد رعایت شریعت نہ کرد۔ انچہ افتاد وے را بہ سبب آن افتاد۔ و با آن ہمہ دعوے ہر شبانہ روزے ہزار رکعت نماز می کرد وآن شب کہ روز آن کشتہ شد پانصد رکعت نماز گذاردہ بود و شیخ الاسلام گفت کہ وے را بسبب مسئلہ الہام بکشتند و دران جور بود برمے کہ گفتند اینکہ وے میگوید پیغمبری ست و نہ چنان بود اھ۔

کوئی نہ تھا۔ شیخ الاسلام فرماتے ہین کہ مین مشائخ کی موافقت اور علم وشریعت کی رعایت کیوجہ سے اُنکو قبول نہین کرتا۔ مگر رد بھی نہین کرتا۔ تم بھی ایسا ہی کرو اُنکو موقوف ہی چھوڑ دو۔ اور جو اُنکو قبول کرتا ہے مین اُسکو اُس سے زیادہ محبوب رکھتا ہون جو رد کرتا ہے۔ (چند سطر کے بعد لکھا ہے کہ) شیخ الاسلام نے فرمایا کہ وہ امام ہے مگر اُس نے ہر شخص سے (اپنی بات) کہدی اور کمزورون پر (بوجھ) لاد دیا (یعنے ناا ہلون کے سامنے وہ اسرار بیان کر دیے جو اُنکی فہم سے بالا تھے) شریعت کی رعایت نہ کی اُسپر جو کچھ افتاد پڑی اسی سبب سے پڑی، اور باوجود ان تمام دعوون کے وہ ہر شب و روز مین ایک ہزار رکعتین پڑھتے تھے اور جس رات کی صبح کو قتل ہوئے اُسمین پانچسو رکعتین ادا کین۔ شیخ الاسلام نے فرمایا اُنکو مسئلہ الہام کی بنا پر قتل کیا گیا ہے جس مین اُن پر ظلم کیا گیا۔ لوگون نے کہا کہ یہ تو پیغمبری (کا دعوی) ہے حالانکہ ایسا نہ تھا اھ۔

کشف المحجوب کی تصریح سے یہ امر واضح ہے کہ متاخرین صوفیہ مین سب نے ابن منصور کو قبول کیا ہے متقدمین مین بعض نے رد کیا ہے بعض نے قبول کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا یہ دعوے کہ متاخرین صوفیہ مین سے اکثر نے تکفیر کی باستثنائے ابن عطار۔ شبلی۔ فارسی۔ قلابادی۔ نصر آبادی۔ سلامی۔ سعید المعانی۔ ہجویری۔ ابوسعید۔ ہراوی۔ فرہادی۔ عبد القادر گیلانی۔ باقلی۔ عطار۔ ابن عربی۔ رومی کے، صحیح نہین۔ اگر متاخرین کی جگہ متقدمین کہا جاتا تو اچھا ہوتا کیونکہ متقدمین مین واقعی اکثر نے اُنکو رد کیا ہے صرف چند بزرگون نے قبول کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا مین فرقہ حلاجیہ کا جو مذہب بیان کیا گیا ہے

عــہ غالباً شیخ عبید اللہ احرار مراد ہین۔ ۱۲۔ ظ۔

وہ خود ابن منصور حلاج کا مذہب نہین حلاج نے اپنا مذہب اتباع سنت بتلایا ہے اور قضاۃ اسلام کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے کہ سنت کے متعلق اُسکی بہت سی کتابین موجود ہین پس فقہ مین وہ اسکے ہرگز قائل نہین کہ ارکان خمسہ جنمین حج بھی شامل ہے فرض نہین اور انکے قائم مقام دوسرے اعمال بھی ہو سکتے ہین، نہ وہ حلول اللاہوت فی الناسوت کے قائل ہین۔ حلاج کا عقیدہ ذات و صفات خداوندی کے متعلق رسالۂ قشیریہ سے نقل کیا جا چکا ہے جو سراسر کتاب و سنت کے موافق ہے جسمین حلول و اتحاد کی صراحۃً نفی کیگئی ہے فرقۂ حلاجیہ دراصل فرقۂ زنادقہ ہے جس نے زندقہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اپنے کو حلاج کی طرف منسوب کیا اور اپنے عقائد و اعمال سے اُنکو بدنام کرنا چاہا ہے۔

ابن منصور حلاج تصوف مین جمع اور عین الجمع کے ضرور قائل ہین مگر فرقۂ حلاجیہ کے عقیدۂ عین الضم سے اُسکو دور کا بھی واسطہ نہین اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ جمع اور جمع الجمع صوفیہ کی اصطلاح ہے جو نہ ابن منصور کی ایجاد ہے نہ اُنکے معتقدین کے ساتھ مخصوص جو صوفیہ ابن منصور کو رد کرتے ہین وہ بھی اسکے قائل ہین یہ اصطلاح متقدمین کے یہان بھی موجود ہے۔ جنید نے جمع و تفرقہ کے متعلق فرمایا ہے ؎

فتحققتك فی سری فناجاك لسانی ۔۔۔ فاجتمعنا لمعان وافترقنا لمعانی

ان یکن غیبك التعظیم عن لحظ عیانی ۔۔۔ فلقد صیرك الوجد من الاحشاء دانی

(ترجمہ اشعار الغیور مین ملاحظہ ہو مگر وہان بروایت خطیب ان اشعار کو ابن منصور کیطرف منسوب کیا گیا ہے اور کتاب اللمع فی التصوف صـ۲۲۲ مین جنید کی طرف منسوب کیا ہے)

شیخ ابوالحسن نوری (جو ابن منصور حلاج کے شیخ ہین) فرماتے ہین الجمع بالحق تفرقۃ عن غیرہ والتفرقۃ عن غیرہ جمع بہ قلب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجتمع ہونا غیر سے تفرقہ ہے اور غیر سے الگ ہونا اللہ تعالےٰ کے ساتھ جمع ہونا ہے، اس حالت کا پورا غلبہ ہو جائے تو اُسکو عین الجمع یا جمع الجمع کہا جاتا ہے جسکو اتحاد یا حلول سے کچھ بھی واسطہ نہین۔ ابن منصور حلاج کے حالات کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے والا اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ اُنکے معتقدون نے اُنکے باب مین بہت غلو سے کام لیا ہے

جس سے خود ابن منصور بھی پریشان و عاجز تھے اور بار بار ان دعاوی سے بیزاری کا اعلان کرتے تھے جو معتقدون نے اُنکے متعلق اپنے دل مین قائم کرلئے اور عوام مین پھیلا رکھے تھے۔ اس صورت مین اگر فرقۂ حلاجیہ اُنکے معتقدون کی جماعت بھی تسلیم کرلی جائے جب بھی اُنکے خیالات و عقائد کو ابن منصور کی طرف کسی طرح منسوب نہین کیا جا سکتا تنقید روایات تاریخ کا اہم جزو ہے اگر اس سے تساہل برتا جائے تو کسی شخص کے متعلق بھی فیصلہ کن رائے قائم نہ ہوسکے گی کیونکہ تاریخ مین ہر شخص کے متعلق رطب و یابس سب کچھ موجود ہے الا ما شاء اللہ۔

مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لٹریری ہسٹری آف پرشیا مصنفۂ مسٹر براؤن ایم اے مین ابن منصور کے متعلق تنقید روایات سے کام نہین لیا گیا بلکہ رطب و یابس روایات کو جمع کردیا گیا اور حیرت ہے کہ آخر مین تمام بیان کو معتبر روایات پر مبنی کہدیا گیا ہے، القول المنصور کے مطالعہ سے معلوم ہوجائیگا کہ جن روایات کو براؤن نے معتبر بتلایا ہے تنقید و تحقیق کے بعد وہ کسی درجہ مین بھی معتبر نہین۔ تنقید مسٹر براؤن ایم اے

اس جگہ براؤن کی ایک اور غلطی پر بھی تنبیہ کرنا ضروری ہے جسمین عام طور سے اہل یورپ مبتلا ہین وہ یہ کہ ان حضرات نے ابن منصور کو صوفیۂ متاخرین کا خصوصاً ایرانی صوفی شعراء کا محبوب ہیرو قرار دیا ہے اور یہ کہ جس تصوف کو ہم آجکل دیکھ رہے ہین اُسکے بانی ہونے کا شرف ابن منصور کو حاصل ہے الخ اور یہ کہ تصوف کی بنیاد دوسری صدی ہجری کے آخر مین پڑی اور اُسکی تعلیم شروع مین حلاج نے دی الخ حالانکہ صوفیۂ متاخرین کے نزدیک ابن منصور کا درجہ مقتدا اور پیشوا کا درجہ نہین نہ وہ اسکو بانیِ تصوف سمجھتے ہین، بات صرف اتنی ہے کہ وہ ابن منصور کو کافر زندیق نہین کہتے مسلمان اور ولی تسلیم کرتے ہین متقدمین نے جن کلمات کی بنا پر اُنکی تکفیر کی تھی یہ اُنہین تاویل کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صوفیہ متاخرین ابن منصور کو مقتدا پیشوا یا بانی تصوف سمجھتے ہین کسی طرح صحت کے قریب نہین، شیخ ابن عربی قدس اللہ سرہ نے فتوحات مکیہ مین تصریح فرما دی ہی کہ مشائخ صوفیہ کی دو قسمین ہین، ایک وہ جو کتاب و سنت کے عارف ہین ظاہر مین کتاب و سنت کے موافق مشائخ صوفیہ کی دو قسمین

باتین کرتے ہین اور باطن مین کتاب و سنت سے رنگے ہوئے ہین اللہ کے حدود کی نگہبانی کرتے اللہ کے عہد کو پورا کرتے احکام شرع کی پابندی کرتے ہین، ورع اور تقوے مین تاویل سے کام نہین لیتے احتیاط پر عمل کرتے ہین، اہل تخلیط سے جدا اور ممتاز ہین، امت پر شفقت کرتے ہین۔ کسی گنہگار کو حقیر و ذلیل نہین کرتے۔ اللہ کو جو محبوب ہے اُس سے محبت کرتے ہین اور جو اللہ کو مبغوض ہے اُس سے بغض رکھتے ہین اللہ کے راستہ مین کسی کی ملامت کی پروا نہین کرتے اچھی باتون کا امر کرتے ہین اور متفق علیہ منکر سے منع کرتے ہین یہ حضرات وہ ہین جنکا اقتدا کیا جاتا ہے ان کا احترام واجب ہے یہی ہین جنکی صورت دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، اور دوسری قسم وہ مشائخ ہین جو صاحب احوال ہین اُنکی حالت تمکین کی نہین بلکہ بدلتی رہتی ہے ظاہر مین اُنکے اندر (شریعت کا وہ) تحفظ نہین (جو پہلی قسم کے مشائخ مین ہوتا ہے) نہ وہ احتیاط ہی جو اُنمین ہوتی ہے) اُنکے احوال کو تو تسلیم کر لیا جائے مگر انکی صحبت اختیار نہ کیجائے اگر اُن سے کچھ کرامات بھی ظاہر ہون تو اُن (کرامات) پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے جبکہ اُنکے اندر شریعت کے ساتھ سوء ادب موجود ہے کیونکہ ہمارے لئے اللہ تک پہونچنے کا راستہ اُس راستہ کے سوا کوئی نہین جو اللہ تعالے نے شریعت مین مقرر فرمایا ہے۔ تو جو شخص یہ دعوے کرے کہ اللہ تک پہونچنے کا راستہ شریعت کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اُسکا قول غلط اور جھوٹ ہے۔ پس جس شخص مین (شریعت کا) ادب نہو اُسکی اقتدا نہین کیجائیگی اگرچہ وہ اپنے حال مین سچا ہو البتہ اُسکا احترام کیا جائیگا۔ (اس تقسیم کے سُننے ہی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابن منصور قسم اول کے مشائخ مین نہین بلکہ قسم دوم کے مشائخ مین ہین) پھر باب کرامات مین فرمایا ہے کہ جس طرح رسول کے ذمہ معجزات و کرامات کا اظہار واجب ہے کیونکہ وہ (رسالت و نبوت کا) مدعی ہے اسیطرح ولی کے ذمہ کرامات کا اخفار واجب ہے کیونکہ وہ مدعی نہین اور اُسکو دعوے کرنا جائز بھی نہین کیونکہ وہ صاحب تشریع نہین ہے۔ اور شریعت کی میزان عالم مین رکھی ہوئی ہے جسکے نگہبان علماء ظاہر ہین جو اللہ کے دین مین فتوے دینے والے ہین، یہی جرح و تعدیل کے مالک ہین۔ اور یہ ولی (صاحب کرامات) اگر کسی وقت شریعت کی مقررہ میزان سے باہر قدم نکالے تو اگر وہ

ابن منصور دوسری قسم کے مشائخ ہین قسم اول سے نہین

عاقل و مکلف ہے (مغلوب العقل نہین ہی) تو اُسکے حال کو تسلیم کیا جائیگا کیونکہ اُسکے متعلق نفس الامر مین احتمال ہی (کہ اعذار قویہ سے اُسکے حق مین شریعت کی مخالفت مضر نہو) اور وہ احتمال بھی (بے اصل نہین بلکہ) میزان شرعی مین موجود ہے لیکن اگر اُس سے کسی ایسے امر کا صدور ہو جسپر ظاہر شرع مین حد واجب ہوتی ہے اور حاکم کے نزدیک ثبوت بھی ہو گیا تو اُسپر حدود قائم کی جائینگی اسکے سوا چارہ نہین اور وہ احتمال اُسکو حدود سے نہ بچائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارہ مین اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم فرمایا ہی کہ (تم جو چاہو کرو مین نے تم کو بخش دیا) یہ نہین فرمایا کہ تم سے دنیا مین حدود بھی ساقط کر دین (دنیا مین مواخذہ کی نفی نہین کی گئی) تو اگر فرض کر لیا جائے کہ کوئی ولی اہل بدر کی طرح مغفور ہو گیا ہے سو ممکن ہی آخرت مین اُس سے خلاف شریعت کام کرنے پر مواخذہ نہو مگر دنیا مین ضرور مواخذہ کیا جائیگا جبتک وہ حد تکلیف کے اندر ہے۔)

پس احکام ظاہر مین سے جو حاکم اس ولی پر حد جاری کریگا وہ ثواب کا مستحق ہو گا اور یہ ولی اپنی ذات سے گنہگار نہو گا جیسے حلاج اور اُن جیسے دوسرے (اولیاء) فتوحات مکیہ کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:۔

الباب الاحد والثمانون والمائة فی معرفة احترام الشیخ واسراهم

الامام البارع الشیخ الاکبر قدس سرہ قسم المشائخ فی هذا الباب علی قسمین واوجب الاحترام لکل منهما ولا اقتداء لاحدهما فقط

فقال فان الشیوخ علی حالین شیوخ عارفون بالکتاب والسنة قائلون بهما فی ظواهرهم متحققون بهما فی سرائرهم یراعون حدود اللہ ویوفون بعهد اللہ قائمون بمراسم الشریعة لایتأولون فی الورع أخذون بالاحتیاط مجانبون لاهل التخلیط مشفقون علی الامة لایمقتون احدا من العصاة یحبون ما احب اللہ ویبغضون ما ابغض اللہ لا تأخذهم فی اللہ لومة لائم یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر المجمع علیه (الی ان قال) فمثل هولاء هم الذین یقتدی بهم ویجب احترامهم وهم الذین اذا رؤا ذکر اللہ وطائفة

اخرى من الشيوخ اصحاب احوال عندهم تبديل ليس لهم فى الظاهر ذلك التحفظ تسلم لهم احوالهم ولا يصحبون ولو ظهر عليهم من خرق العوائد ما عسى ان يظهر لا يعول عليه مع وجود سوء ادب مع الشرع فانه لا طريق لنا الى الله الا ما شرعه فمن قال بان ثم طريقا الى الله خلاف ماشرع فقوله زور فلا يقتدى بشيخ لا ادب له وان كان صادقا فى حاله ولكن يحترم۔ واعلم ان حرمة الحق فى حرمة الشيخ وعقوقه فى عقوقه فهم حجاب الحق الحافظون احوال القلوب على المريدين۔ اھ (ص۲۸۲ و ۲۸۳ ج ۲ نصف آخر)

ثم قال فى الباب الخامس الثمانين ومائة فى معرفة مقام ترك الكرامات ما نصہ كما ان الآيات والكرامات واجب على الرسول اظهارها من اجل دعواه كذلك يجب على الولى التابع سترها۔ هكذا مذهب الجماعة لانه غير مدع ولا ينبغى له الدعوى فانه ليس بمشرع وميزان الشرع موضوع فى العالم قد قام به علماء الرسوم اهل الفتوى فى دين الله فهم ارباب التجريح والتعديل وهذا الولى مهما خرج عن ميزان الشرع الموضوع مع وجود عقل التكليف عنده سلم له حاله لاحتمال الذى فى نفس الامر فى حقه وهو ايضا موجود فى الميزان المشروع فان ظهر امر يوجب حدا فى ظاهر الشرع ثابتا عند الحاكم اقيمت عليه الحدود ولا بد ولا يعصمه ذلك الاحتمال الذى فى نفس الامر من ان يكون من العبيد الذين لا تضرهم الذنوب عند الله او ابيح لهم فعل ما حرم على غيرهم شرعا فاسقط الله عنهم المواخذة لكن فى الدار الآخرة فانه قال فى اهل بدر ما قد ثبت من اباحة الافعال وكذلك فى الخبر الوارد افعل ما شئت فقد غفرت لك ولم يقل اسقطت عنك الحدود فى الدنيا۔ واما فى الدنيا فلا۔ فالذى يقيم عليه الحدود من حكام الرسوم ماجور وهو فى نفسه غير ماثوم كالحلاج ومن جرى مجراه (فتوحات باب ۱۸۵ ص ۴۰۹ جلد ثانى نصف آخر)

اسمیں حلاج کا نام صاف موجود ہے جس سے واضح ہو گیا کہ وہ قسم اول کے

مشائخ مین نہین جنکی اقتدا کیجاتی ہے بلکہ قسم دوم کے مشائخ مین سے ہین جنکی اقتدا نہین کیجاتی صرف احترام کیا جاتا اور اُنکے حال کو تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ واقعات سے اُنکا صدق و اخلاص ثابت اور اُس زمانہ کے چند بڑے بڑے بزرگون سے اُنکا ولی صاحب کرامات ہونا معلوم ہوچکا ہے اس سے آگے قدم بڑھانا اور ابن منصور کو صوفیۂ متاخرین کا مقتدا پیشوا یا بانی تصوف کہنا تصوف اسلامی سے اپنی بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ اس حقیقت سے ہمکو بھی انکار نہین کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا عنوان اور اسکی تفصیل حسین بن منصور کے دعوے انا الحق کے بعد ظہور مین آئی اس سے پہلے یہ عنوان نہ تھا نہ اسکی تفصیل کیگئی تھی اگرچہ معنون پہلے بھی موجود تھا اور تحقیق علمی کے درجہ مین حقیقت وجود سے بحث کرتے ہوئے اسکا تذکرہ کتابون مین آتا تھا مگر نہ یہ عنوان مشہور تھا نہ تفصیلی کلام اس باب مین کیا گیا کیونکہ ضرورت داعی نہ تھی ابن منصور کے دعوے مذکور کے بعد اُنکو کفر سے بچانے کیلئے اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل کی طرف ضرورت داعی ہوئی اس سے یہ سمجھنا کہ ابن منصور بانی تصوف ہین یا مسئلہ وحدۃ الوجود اُنکی تحقیق کا نتیجہ ہی بالکل غلط ہے کیونکہ حکماء و فلاسفہ و متکلمین اس مسئلہ مین اُن سے پہلے کلام کرچکے ہین اور خود صوفیہ کے کلام مین بھی پہلے سے اسکا ذکر موجود ہے۔ پھر یہ مسئلہ نہ مقاصد تصوف سے ہی نہ مسائل ضروریہ مین اسکا شمار محض ایک زائد مسئلہ ہے جو ابن منصور کو فتوے کفر سے بچانے کیلئے معرض بحث مین لایا گیا اور ظاہر ہے کہ اس صورت مین اُنکے اسلام کا محفوظ کرلینا ہی بڑی کامیابی ہے مقتدا پیشوا یا بانیِ تصوف قرار دینا تو بہت دور ہے یہان سے اُن لوگون کی غلطی بھی واضح ہوگئی جو آنکھین بند کرکے یہ کہہ دیتے ہین کہ تصوف اسلامی مین فلان چیز ہندوٗن کے تصوف سے ماخوذ ہے اور فلان بات افلاطون کے فلسفہ کے اثر سے تصوف اسلامی مین شامل ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات کو تصوف اسلامی کی حقیقت معلوم نہین اسلیئے جو جی مین آتا ہے کہہ ڈالتے ہین" شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے واضح ہوچکا ہے کہ تصوف کی حقیقت کتاب و سنت کی معرفت اور ظاہر و باطن کا اُن سے رنگین ہونا اور ورع و تقوے مین کمال حاصل ہونا ہے جب اسکی بنیاد کتاب اللہ

اور سنت رسول پر قائم ہو تو نہ ابن منصور اسکے بانی ہین نہ افلاطون یا ویدانت کو اس سے کچھ لگا ؤ کیونکہ کتاب اللہ و سنت مین جو کچھ بھی ہے وحی الٰہی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچا ہے۔ رہے بعض احوال و کیفیات و کشفیات و الہامات سو وہ نہ تصوف اسلامی کا جزو ہین نہ اس طریق مین مطلوب یہ ہر شخص کو اُسکی فطری استعداد کے موافق مجاہدات و ریاضات و کثرتِ ذکر و فکر و مراقبات سے حاصل ہوتے ہین، پھران احوال و کیفیات مین بھی جو حالت اور کیفیت موافق سنت ہو وہ افضل ہو اور جو سنت کے موافق نہو وہ مستحسن نہین گو صاحب حال پر ملامت بھی نہین کہ وہ اسمین معذور ہے۔ اسیطرح جو کشف والہام نصوص شریعت کے خلاف نہ ہو مقبول ہو ورنہ قابل رد ہو۔ جن لوگون نے کیفیات و کشفیات ہی کو تصوف سمجھ لیا ہے وہ جب بعضے صوفیہ کی کیفیات کو ویدانت سے ملتا ہوا دیکھتے ہین یا بعض صوفیہ کی کشفیات کو افلاطون کے کشف سے مشابہ پاتے ہین یہ سمجھنے لگتے ہین کہ تصوف اسلامی کی یہ بات ویدانت سے ماخوذ ہے اور فلان مسلہ افلاطون کے فلسفہ کا اثر ہے حالانکہ وہ محض مجاہدہ و ریاضت اور غلبۂ عشق اور خلوت کا اثر ہوتا ہے جب کوئی شخص اللہ کی طلب مین مجاہدہ و ریاضت کریگا، اور ہر دم اُسی کے دھیان مین رہے گا اُسپر فنا اور وحدۃ الوجود کی کیفیت کا غلبہ ضرور ہوگا بلکہ محبوب مجازی کی محبت بھی جب زیادہ غالب ہوگی اُسمین بھی یہ کیفیت طاری ہوگی جیسا اوپر اسطرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ مجنون کو لیلے کی محبت مین درجۂ فنا حاصل تھا اور اس سے آگے بڑھا تو وحدۃ الوجود کی کیفیت طاری ہوگئی کہ جب کوئی پوچھتا کہ لیلے کہان ہو کہتا مین ہی تو لیلے ہون (کتاب اللمع صنا۳) تو کیا کوئی اسکو بھی ویدانت کا اثر بتلائے گا ہرگز نہین بلکہ یہ محض غلبۂ عشق کا اثر تھا جو ہر عاشق پر طاری ہوتا ہے خواہ وہ عاشق محبوب حقیقی ہو یا مجازی۔ اسیطرح خلوت و ریاضت کا عادۃً یہ اثر ہو کہ اس سے کشف ہونے لگتا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل کشف کے بعض انکشافات ایک دوسرے سے ضرور موافق ہونگے اب اگر صوفیہ کے بعض انکشافات افلاطون کے کسی انکشاف سے موافق ہوگئے کہ اُنھون نے بھی عالم ارواح اور عالم مثال کو اُسکی طرح اپنے کشف سے معلوم کر لیا تو اسکو افلاطون کے فلسفہ کا اثر کہنا غلط ہو بلکہ اُسکو خلوت و ریاضت کا

اثر کہا جائیگا" جس شخص کو فلسفہ افلاطون کی ہوا بھی نہ لگی ہو وہ آج کسی شیخ طریقت کے پاس کچھ خلوت و ریاضات کر کے دیکھ لے اسکو بھی ارواح کا کشف ہونے لگے گا بشرطیکہ طبیعت کو کشف سے مناسبت ہو۔ اور چونکہ یہ چیزین تصوف اسلامی کی حقیقت سے خارج ہین اسلئے یہ کہنا تو بالکل ہی غلط ہے کہ تصوف اسلامی مین یہ بات فلان کے اثر سے داخل ہوئی کیونکہ جو شے حقیقت سے خارج ہے وہ اسمین داخل کب ہو سکتی ہے؟۔

حقیقت تصوف

تصوف کی حقیقت وہ ہے جسکو حدیث جبریل مین بیان کیا گیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام و ایمان و احسان کی حقیقت دریافت کی اور حضور نے ہر ایک کو الگ الگ بیان فرمایا۔ آپنے اسلام کی تعریف مین تو اعمال ظاہرہ کو بیان فرمایا اور ایمان کی تعریف مین اعمال ظاہرہ و باطنہ دونون کو اور احسان کی تعریف مین فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اسطرح کرو گویا اسکو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسکو نہین دیکھتے تو وہ تو دیکھ رہے ہین" پس احسان ظاہر اور باطن یعنی اسلام و ایمان دونون کی حقیقت اور روح ہے اسی کی تکمیل و تحصیل کا نام تصوف ہے جو بدون کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی متابعت کاملہ کے حاصل نہین ہو سکتا دوسری عبارت مین یون سمجھئے کہ علم عمل سے مقرون ہو اور عمل اخلاص سے مقرون ہو اخلاص کے معنی یہ ہین کہ علم و عمل سے اللہ تعالے ہی کی رضا مقصود ہو۔ پس تصوف کی حقیقت اخلاص کی تحصیل و تکمیل ہے کہ شریعت نے جن امور کے دل سے جاننے اور ماننے کا حکم کیا ہے اور جن کامون کے کرنے کا امر کیا یا کرنے سے منع کیا ہے اس تمامی علم و عمل مین اخلاص کا درجہ حاصل کیا جائے۔ قال الشیخ ابو نصر رحمہ اللہ فی کتاب اللمع فاول شئی من التخصیصات للصوفیة وما تفردوا بھا عن جملۃ ھؤلاء الذین ذکرھم بعد اداء الفرائض واجتناب المحارم ترک ما لا یعنیھم وقطع کل علاقۃ تحول بینھم وبین مطلوبھم ومقصودھم اذ لیس لھم مطلوب ولا مقصود غیر اللہ تعالی۔ پہلی چیز جو صوفیہ کے ساتھ مخصوص ہے جسمین وہ فقہاء و محدثین سے جنکا اوپر ذکر ہوا ممتاز ہین فرائض کے ادا کرنے اور محرمات سے بچنے کے بعد یہ ہے کہ وہ مالا یعنی کو ترک کر دیتے ہین۔

(یعنی بے فائدہ مشغلوں سے الگ رہتے ہیں) اور اُن تمام علاقوں کو قطع کر دیتے ہیں جو اُنکے اور محبوب کے درمیان حائل ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُنکا کوئی مطلوب و مقصود نہیں صلا اور بدون ترک ما لایعنی اور قطع علائق مانعہ کے اخلاص کا وہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا جس کو حدیث میں احسان سے تعبیر کیا گیا اور ان تعبد اللہ کانک تراہ کی تفسیر سے بیان کیا گیا ہے یہ تو تصوف کی حقیقت تھی اب صوفیہ کی تعریف سُنئے قال الشیخ ابو نصر لا خلاف بین الائمۃ ان اللہ تعالیٰ ذکر فی کتابہ الصادقین والصادقات والقانتین والقانتات والخاشعین (والخاشعات) والموقنین والمخلصین والمحسنین والخائفین والراجین والوجلین والعابدین والسائحین والصابرین والراضین والمتوکلین والمخبتین والاولیاء والمتقین والمصطفین والمجتبین والابرار والمقربین والمشاہدین والمطمئنین والسابقین والمقتصدین والمسارعین الی الخیرات وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان من امتی منہم محدثون وان عمر منہم۔

وقال رب اشعث اغبر ذی طمرین لو اقسم علے اللہ لابرہ وان البراء منہم و فی الحدیث ان فی امتی من اذا قرأ اریت انہ یخشی اللہ وان طلق بن حبیب منہم وقال یدخل من امتی سبعون الفا بلا حساب قیل من ہم یا رسول اللہ قال ہم الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلے ربہم یتوکلون ولا خلاف ان ہؤلاء کلہم فی امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولو لم یکونوا فی الامۃ موجودین واشتغالہم فی کل وقت لم یذکرہم اللہ تعالیٰ فی کتابہ ولم یصفہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اھ صلا۔

علماء کا اسمین خلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین اہل صدق اور اصحاب قنوت اور اہل خشوع و اصحاب یقین و اہل احسان و ارباب توکل کا ذکر فرمایا ہے نیز اُن لوگون کا بھی جنکو خوف و رجا اور خشیت و عبادت و سیاحت و صبر و رضا کی شان حاصل ہے اور اُنکا بھی جنکو اخبات و ولایت و مشاہدہ و اطمینان کا درجہ حاصل ہے۔ نیز سابقین و ابرار

صوفیہ کی تعریف

ومقربین کا بھی ذکر ہے اور انکا بھی جنکو شان اصطفا و اجتبار و مسارعت الی الخیرات حاصل ہے۔ اور حدیث مین ہیکہ میری امت مین مکلم[ا] اور محدث بھی ہونگے جنمین سے عمر بن خطاب بھی ہین۔ نیز آپنے فرمایا کہ بعضے پریشان صورت غبار آلودہ دو پرانے کپڑے پہنے ہوئے (اللہ کے نزدیک) ایسے ہوتے ہین کہ کسی بات پر اللہ تعالی کی قسم کھالین تو خدا اُنکی قسم کو پورا کردیتا ہے اُنھی مین سے براء بھی ہین نیز حدیث مین ہے کہ میری امت مین بعض لوگ ایسے ہین کہ جب وہ قرآن پڑھین تم کو یہ معلوم ہو گا کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہین طلق بن حبیب اُن ہی مین سے ہین، نیز فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی جنت مین بلا حساب کے داخل ہونگے عرض کیا گیا وہ کون ہین فرمایا جو (بیماری مین) داغ نہین دیتے جھاڑ پھونک نہین کرتے اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہین، اور اسمین کسی کو اختلاف نہین کہ یہ سب لوگ امت محمدیہ ہی کے اندر ہین اگر یہ لوگ اس امت مین موجود نہوتے یا ہر زمانہ مین انکا وجود محال ہوتا تو نہ حق تعالی اپنی کتاب مین انکا ذکر فرماتے نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکی علامتین بیان فرماتے اھ۔ بس انہی کو ہم صوفی کہتے ہین جو ان اعمال و اخلاق و مقامات سے موصوف ہون۔" بتلائیے اسمین کونسی بات ویدانت سے یا افلاطون کے فلسفہ سے ماخوذ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے بڑے صوفی حضرات صحابہ تھے کہ یقیناً اعمال و اخلاق و مقامات مذکورہ مین وہ دوسرون سے بڑھے ہوئے تھے بالخصوص مقام صدیقیت جو مقامات اولیاء مین اعلی مقام ہے اسمین تو صحابہ کی برابر کوئی نہین۔ پس ابن منصور کو بانی تصوف کہنا اور تصوف کی بنیاد کو دوسری صدی ہجری کے آخر سے قائم قرار دینا تصوف اسلامی سے بیخبری کا اقرار کرنا ہے۔ اس جگہ شاید یہ سوال کسی کے دل مین پیدا ہو کہ اگر تصوف کی حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان کیگئی اور صوفیہ وہی ہین جنکا ذکر قرآن و حدیث مین ہے تو انکی کیا وجہ کہ صوفیہ متاخرین کا طرز صحابہ کے طرز سے مختلف ہے حضرات صحابہ مین نہ خانقاہین تھین نہ خلوت نشینی نہ چلہ کشی نہ وہ مجاہدات و ریاضات تھے جو صوفیہ نے اختیار کی ہے نہ یہ اذکار و اشغال و مراقبات تھے جو صوفیہ مین رائج ہین۔ جواب یہ ہیکہ قرآن و حدیث مین تزکیۂ نفس کی تاکید سے کسی کو

[ا] جنکی زبان پر حق تعالی بواسطہ القاء تکلم فرماتے ہین وہ مکلم اور محدث کہلاتے ہین جو صدیقین کے اعلے درجہ مین ہوتے ہین ۱۲ ظ

ف تصوف کی صورت ہر دور مین کیون بدلی اور حقیقت کیون نہ بدلی

مجال انکار نہین قد افلح من زکٰہا وقد خاب من دسٰہا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الا وھی القلب، وانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ وغیرہا۔ بکثرت نصوص اسکی ضرورت پر دال ہین اور اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ تزکیۂ نفس کے بعد تحلیہ کی ضرورت ہے یعنی قلب کو محبت الٰہی وتقوے و خشیت وغیرہ اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرنا' سو حضرات صحابہ کو یہ سب دولتین صحبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو جاتی تھین۔ حضور کی نظر کیمیا اثر سے محبت الٰہی کا وہ درجہ انکو حاصل ہوتا تھا کہ وطن سے بے وطن ہونا مال و دولت پر لات مار دینا اللہ کے لیے قرابتدارون کی قرابت سے قطع نظر کر لینا اور اللہ کے راستہ مین جان دینا انکو آسان ہی نہین بلکہ دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔

پھر قرآن انکی زبان مین نازل ہوا تھا اُسکے پُر شوکت بیان نے اُنکے قلوب پوری طرح متاثر ہوتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سُننا اس تاثیر کو بہت ہی تیز کر دیتا تھا اسلیے اُنکو خشیت وتقوے اور اخلاص کامل کا درجہ قرآن پڑھنے اور سننے ہی سے حاصل ہو جاتا تھا اُنکو تمام اعمال عبادات ومعاملات وغیرہ خالص اللہ کیلیے ہوتے اور ہوائے نفس سے پاک ہوتے تھے زمانہ مابعد مین جبتک حضرات صحابہ موجود رہے یہ تاثیر قائم رہی اور تزکیۂ نفس اور تحصیل اخلاص فی النیۃ والعمل کیلیے صحابہ کی صحبت اور قرآن کی تلاوت کفایت کرتی رہی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے دنیا سے اُٹھ گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر کی تاثیر سے دنیا خالی ہو گئی تو تزکیۂ نفس اور تحصیل اخلاص کیلیے محض صحبت مشائخ اور تلاوت قرآن کافی نہ رہی بلکہ اسکے ساتھ مجاہدات وریاضات اور کثرت ذکر وفکر وخلوت ومراقبات کی ضرورت بھی ثابت ہوئی جیسا تدوین حدیث اور تدوین فقہ کی ضرورت بعد مین محسوس ہوئی جسکی صحابہ کے زمانہ مین چندان ضرورت نہ تھی پھر جب دنیا مین شر وفساد کا زیادہ غلبہ ہوا اور مسجدون مین تعلیم وتدریس دشوار ہو گئی تو علمار کو بنار مدارس کی ضرورت محسوس ہوئی اور صوفیہ کو خانقاہین بنانا ناگزیر ہوا تاکہ طالبان علم اطمینان سے کام کر سکین اور طالبان احسان جمعیت قلب وسکون کے

ساتھ مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہو سکیں "۔ پس صوفیہ کے طرز تعلیم کا حضرات صحابہ کے طرز تعلیم سے مختلف ہونا ویسا ہی ہے جیسا فقہا و محدثین کا طرز تعلیم اُن سے مختلف ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ محض صورت کا اختلاف ہے مقصود کا اختلاف نہیں۔ مگر اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرات صوفیہ نے زمانہ مابعد کی ضرورت پر نظر کر کے جو طرز اختیار کیا ہے اسمیں بھی وہ اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے اور وہی طریقہ اختیار کرتے ہین جسکی اصل کتاب و سنت مین صراحۃً یا دلالۃً یا اشارۃً موجود ہو۔ مثلاً خلوت نشینی کیلیئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خلوت غار حرا کو اور چلہ کشی کیلیئے حدیث من اخلص للّٰہ اربعین صباحا۔ اور قول خداوندی فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ کو اصل قرار دیتے ہین اسیطرح جملہ مجاہدات و ریاضات و مراقبات کی اُنکے پاس کتاب و سنت سے اصل موجود ہے اسمین بھی وہ کسی دوسرے غیر اسلامی فرقہ کی تقلید ہرگز نہین کرتے جسکو تفصیل کا شوق ہو وہ حضرت حکیم الامۃ کا رسالہ التکشف عن مہمات التصوف کا جزو اخیر رسالہ حقیقۃ الطریقۃ اور رسالہ تشرف اور مسائل السلوک عن کلام ملک الملوک مطالعہ کرے جنمین تقریباً دو ہزار مسائل تصوف کو کتاب و سنت سے بدلالت واضحہ معتبرہ عند اہل العلم ثابت کیا گیا ہے اور سہولت تتبع کیلیئے ان مسائل کی ایک مستقل فہرست بھی بہ شکل ایک رسالہ ملقبہ بعنوانات التصوف شائع کردیگئی ہے۔ پس یہ خیال سراسر ناواقفی پر مبنی ہے کہ تصوف اسلامی مین کوئی چیز ویدانت سے یا افلاطون کے فلسفہ سے لی گئی ہے یا نطشے یا فشتے کے نظریات کا اُسپر کچھ اثر ہوا ہے یا بودھ مت سے کچھ استفادہ کیا گیا ہے، ہرگز نہین بلکہ تصوف اسلامی کے تمام اصول و فروع کتاب و سنت سے ماخوذ اور اتباع سنت و اتباع سلف کی بنیاد پر قائم ہین۔ صوفیہ محققین کا تصوف تو ایسا ہی ہے اور وہی حقیقت مین تصوف اسلامی ہے، رہے صوفیہ غیر محققین تو اگر اُنکا تصوف کتاب و سنت و اتباع سلف پر منطبق نہو تو اس سے تصوف اسلامی کو بدنام کرنا کسی طرح درست نہین کیونکہ یہ حضرات نہ حقیقی صوفی ہین نہ اُنکا تصوف اسلامی تصوف ہے۔ اس جگہ زیادہ تفصیل کا موقع نہین کہ کتاب کے طویل ہوجانے کا اندیشہ ہے اسلیئے مختصر اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے امید ہے کہ کتاب اللمع فی التصوف کے ترجمہ مین اسپر مفصل تبصرہ کردیا جائیگا

انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام اُسکے اتمام کی دعا فرماوین۔

پس مسٹر رابرٹ کا یہ قول کہ صوفیون کے خیال کے مطابق انسان خدا کا ایک جزو ہی" تصوف اسلامی کے بالکل خلاف اور صوفیہ کے نزدیک بالکل غلط ہی۔ قدیم سے حادث کو کیا نسبت۔ ؟ حادث قدیم کا جزو ہو، این خیال است و محال است و جنون۔ خود حسین بن منصور کا بھی یہ عقیدہ نہین تا بہ دیگران چہ رسد۔ چنانچہ عقیدۂ ابن منصور کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہے کہ یہ قول توحید کے سراسر خلاف ہے۔ ممکن ہی فرقۂ حلاجیہ کا یہ خیال ہو مگر ہم بتلا چکے کہ یہ فرقہ زنادقہ مین شمار کیا جاتا ہے تصوف سے بلکہ حسین بن منصور سے بھی اُسکو کچھ واسطہ نہین جیسا فرقۂ روافض کے عقائد و اعمال کو امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے کچھ علاقہ نہین اگرچہ وہ رات دن اُنکا نام لیتے اور اپنے کو عاشق حسین ظاہر کرتے ہین"

مسٹر براؤن نے حسین بن منصور کے مشائخ مین سفیان ثوری کا نام بھی لیا ہی یہ غلط ہے غالباً ابوالحسین نوری کو سفیان ثوری سمجھ لیا گیا ہے۔ کتب رجال کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ جس شخص کی وفات ۳۰۹ھ مین ہی وہ سفیان ثوری کو جنکی وفات ۱۶۱ھ مین ہے نہین پا سکتا۔

ابن منصور کے متعلق انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ اُن علماء کے ہر فرقہ کے علماء کی رائے نام گنائے گئے ہین جنھون نے ابن منصور کی تکفیر کی یا تکفیر کی مخالفت کی یا توقف فرمایا ہی۔ علمائے معتزلہ و روافض کو بھی اس فہرست مین شامل کیا گیا ہے مگر مین اُنکو حذف کر کے بقیہ کے نام لکھتا ہون۔

چنانچہ تکفیر کرنے والون مین ظاہریہ مین سے ابن داؤد اور ابن حزم کا نام لیا جاتا ہے مالکیہ مین سے طرطوشی۔ عیاض اور ابن خلدون کا۔ حنابلہ مین سے ابن تیمیہ کا۔ ابن عاقل نے اول تکفیر کی مخالفت کی پھر اپنا قول واپس لے لیا۔ شافعیہ مین سے جوینی اور ذہبی نے تکفیر کی اشاعرہ مین سے باقلانی نے۔ ماتریدیہ مین سے ابن کمال پاشا نے۔ صوفیہ مین سے عمرو مکی نے"

فقہائے حنفیہ مین سے بجز ابن کمال پاشا کے کسی کا نام تکفیر کرنے والون مین نہین لیا گیا۔

جس قاضی کے فتوے سے ابن منصور کو سولی دیگئی وہ قاضی القضاۃ ابو عمرو مالکی ہین ،

قاضی ابن بہلول حنفی نے توقف کیا اور بنلوسی نے تکفیر کی مخالفت کی۔ اسیطرح مالکیہ مین سے آبدارئی و دولنجاوی نے۔ حنابلہ مین سے طوفی نے۔ شافعیہ مین سے مقدسی۔ یافعی۔ شرداعی۔ حطامی۔ ابن عقیلہ اور سید مرتضٰے نے۔ اشاعرہ مین سے غزالی اور فخر رازی نے۔ ماتریدیہ مین سے علی قاری نے۔ حکمار اسلام مین سے ابن طفیل۔ سہروردی اور حلبی نے، صوفیہ مین سے ابن عطا۔ شبلی۔ ابن خفیف شیرازی۔ فارسی۔ قلابادی۔ ابوالقاسم نصرآبادی۔ سلامی سعید المعانی۔ ہجویری۔ ابوسعید۔ ہراوی۔ فرہادی۔ (حضرت سیدنا الشیخ) عبدالقادر گیلانی باقلی۔ عطار۔ ابن العربی۔ (مولانا جلال الدین) رومی نے تکفیر کی مخالفت کی، شافعیہ مین سے ابن سریج۔ ابن حجر۔ سیوطی اور رازی نے توقف کیا۔ اور بقول مسٹر براؤن متاخرین صوفیہ مین جامی اور حافظ تو ابن منصور کی تعریف مین رطب اللسان ہین۔

کتاب اللمع فی التصوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکے مصنف شیخ ابونصر عبداللہ بن علی السراج طوسی بھی جو ساتوین صدی ہجری کے آخر مین ہین ابن منصور کو مشائخ صوفیہ مین شمار کرتے ہین کیونکہ اس کتاب کے مختلف ابواب مین وہ اُنکے اقوال بطور حجت کے پیش کرتے ہین۔

اس فہرست کے مطالعہ سے غالبًا ناظرین نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ بہت کم علمار نے ابن منصور کی تکفیر کی ہی۔ کثرت اُن ہی لوگون کی ہی جنھون نے تکفیر کی مخالفت کی ہے اور چند حضرات نے توقف سے کام لیاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ابن منصور حلاج کی تصانیف وغیرہ

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مین لکھاہی کہ منجملہ انکی کتابون کے بحوالۂ کتاب الفہرس صفحہ ۱۱۹۲ ایک کتاب الطواسین ہی جو پیرس مین ۱۹۱۳ء مین طبع ہوئی ہی۔ ستائیس روایات (غالبًا روایات حدیث مراد ہین) اور قریب چارسو کے ملفوظات نثر مین اور ایکسو پچاس اشعار اُن سے منسوب ہین اور یہ سب نہایت خوب ہین" صفحہ ۲۳۹ لغات صفحہ ۲۴

احقر نے ڈھاکہ یونیورسٹی کی لائبریری مین کتاب الطواسین کو تلاش کرایا وہ تو نہ ملی ایک

عہ تصحیح کی ضرورت ہے ۱۲

ابن منصور کی تصانیف اور ان کا انتساب

دیوان فارسی ملا جسکی لوح پر یہ عبارت درج ہی۔ "دیوان مستطاب عارف ربانی و مجذوب سبحانی سراج وہاج حسین منصور حلاج حسب فرمائش عالیجاہ میرزا محمد خان ملک الکتاب الملخاطب بخان صاحب در بمبئی بزیور طبع درآمد ۱۳۲۵ھ" مطبع کا نام کتاب پر درج نہین، ہر غزل کے مقطع مین تخلص حسین ہے۔

میرے نزدیک اس دیوان کی نسبت ابن منصور کی طرف صحیح نہین کیونکہ کسی تاریخ سے پتہ نہین چلتا کہ اُنھون نے فارسی مین شاعری کی ہو اُنکی طرف جسقدر اشعار منسوب ہین سب عربی مین ہین، پھر جس شخص کی تربیت واسط تستر اور بغداد مین ہوئی اور زیادہ حصہ عمر کا بصرہ اور حرمین و بغداد مین گذرا ہو اُسکا فارسی زبان مین ایسے وقت مین شاعری کرنا جبکہ یہ بلاد عربیت کا گہوارہ بنے ہوئے تھے کسی طرح سمجھ مین نہین آتا۔ علاوہ ازین اس دیوان کی زبان بھی قدیم فارسی نہین بلکہ جدید فارسی سے بھی متاخر ہے۔ اکثر غزلون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے حافظ شیرازی اور عراقی جیسے متاخرین شعرا کا اتباع کیا ہے مگر اسمین بھی کامیاب نہین ہوا، ملاحظہ ہو ایک غزل جسمین حافظ کا رنگ اختیار کیا گیا ہے ؎

اے دل و جان عاشقان شیفتہ لقاے تو — عقل فضول کے بود در رہ کبریاے تو
بلبل طبع با نوا از چمن شمائلت — طوطی روح را دہن پر شکر از عطاے تو
آتش جان خاکیان نفحۂ بے نیازیت — آب رخ ہوائیان خاک در سراے تو
گشتہ فراز آسمان پایۂ قدر بندہ ات — بود ورای لامکان سلطنت گداے تو
دیدہ بدوخت از جہان آنکہ بدید طلعتت — گشت جدا ز خویشتن ہر کہ شد آشناے تو
ہست ترا بجاے من بندہ بیشمار لیک — آہ کہ بندہ ترا نیست شہا بجاے تو
تیغ بکش بکش مرا تا برسی بکام دل — جان ہزار ہمچو من بادشہا فداے تو
پیش سگان کوے تو جان برضا ہمی دہم — جان حسین اگر بود واسطۂ رضاے تو

دوسری غزل ملاحظہ ہو جسمین عراقی کی مشہور غزل ؎

حسن خویش از روے خوبان آشکارا کردہ — پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردہ

کا اتباع کیا گیا ہے ؎

اگہ در ظاہر مظاہر آشکارا کردۂ
سرِ نہان ہویت را ہویدا کردۂ

باتو در واحدیت مرا حد را فتح باب
از تجلی اولاً مفتاح اسما کردۂ

خاکی را خلعت تکریم و تشریف عظیم
از نفخت فیہ من روحی ہویدا کردۂ

از سر غیرت کہ تا غیرے نیارد دید نت
پس بچشم خویشتن در خود تماشا کردۂ

درمیان ظاہر و باطن فگندہ وصلتے
نام ایشان ظاہرا مجنون و لیلیٰ کردۂ

عشق را از سر منظوری و وجہ ناظری
گاہ وامق خواندہ نامش گاہ عذرا کردۂ

یہ غزل بہت طویل ہے جسکے بعض اشعار بالکل مہمل ہین، ابتدائی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر شیعی ہے سنی نہین۔ بہرحال اس دیوان کی ابن منصور کی طرف نسبت سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ شاعر نے اپنے دیوان کو رواج دینے کیلئے ابن منصور کی شہرت سے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے ورنہ حسین بن منصور حلاج نے جہانتک میرا خیال ہے فارسی مین شاعری نہین کی نہ اُنکی کتابون مین فارسی دیوان کا کسی نے تذکرہ کیا۔

نوٹ:- مورخان اسلام کا اتفاق ہے کہ حسین بن منصور کی وفات یعنی واقعۂ شہادت ۲۴ ذی قعدہ ۳۰۹ھ مین ہے جسکو اہل یورپ نے ۲۶ مارچ ۹۲۲ء کے مطابق کہا ہے۔ لسان المیزان مین سال وفات ۳۵۹ھ غلط چھپ گیا ہے جو میرے خیال مین امام ذہبی کی غلطی نہین بلکہ بظاہر کاتب کی غلطی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احقر ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی

۱۷ رجب ۱۳۴۵ھ بمقام ڈھاکہ (بنگال)

تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	[illegible]	[illegible]	غروب آفتاب	[illegible]	تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	[illegible]	[illegible]	غروب آفتاب	[illegible]
۱- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۰- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۵- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵- مارچ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵- اپریل	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۰- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۵- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵- مئی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵- جون	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۰- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۵- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵- جولائی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵- اگست	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۵- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۰- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۰- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۵- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۵- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۰- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵- ستمبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۵- اکتوبر	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ: اختصار اور ضبط کے لیے درمیان میں بعض تاریخیں لکھنے میں چھوڑ دی گئی ہیں، اُن کے وہ اوقات سمجھے جائیں جو اُن کے اوپر یا نیچے کے اوقات ہیں جس میں احتیاط ہو۔

تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	ٹھیک دوپہر یا زوال بجے	عصر	غروب آفتاب	[illegible]	تاریخ و ماہ	صبح صادق	طلوع آفتاب	ٹھیک دوپہر یا زوال بجے	عصر	غروب آفتاب	[illegible]
۱- نومبر	۴/۵۰	۶/۱۴	۱۲/۱	۴/۳	۵/۲۴	۶/۵۰	۱- دسمبر	۵/۹	۶/۳۴	۱۲/۲۴	۳/۵۰	۷/۱۵	۶/۴۴
۵- نومبر	۴/۵۴	۶/۱۵	۴/۵۰	۴/۵۰	۵/۲۴	۶/۴۴	۵- دسمبر	۵/۱۳	۶/۴۲	۴/۴۴	۳/۵۴	۷/۱۵	۶/۴۴
۱۰- نومبر	۴/۵۵	۶/۱۷	۵/۵۷	۴/۱۷	۵/۲۲	۶/۴۵	۱۰- دسمبر	۵/۱۵	۶/۴۲	۴/۵۴	۳/۵۲	۷/۱۵	۶/۴۲
۱۵- نومبر	۴/۵۵	۶/۱۲	۵/۵۵	۴/۴۴	۵/۲۴	۶/۴۴	۱۵- دسمبر	۵/۱	۶/۴۴	۴/۴۴	۳/۵۹	۷/۱۵	۶/۵۵
۲۰- نومبر	۵/۴	۶/۲۴	۵/۵۵	۴/۴۹	۵/۱۶	۶/۴۴	۲۰- دسمبر	۵/۲	۶/۴۴	۴/۵۲	۳/۵۴	۷/۱۵	۶/۴۴
۲۵- نومبر	۵/۵	۶/۲۴	۵/۵۲	۴/۴	۵/۱۲	۶/۴۴	۲۵- دسمبر	۵/۲۲	۶/۴۴	۴/۵	۳/۴۴	۷/۱۵	۶/۵

نوٹ :۔ اختصار اور ضبط کے لیے درمیان میں بعض تاریخیں لکھنے میں چھوڑ دی گئی ہیں اُن کے وہ اوقات سمجھے جائیں جو اُن کے اوپر یا نیچے کے اوقات میں جس میں احتیاط ہو ۔

فہرست بعض اُن مقامات کی جہاں بہ نسبت لکھنؤ کے اوقات میں کمی زیادتی ہے ۔

مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ	مقام	منٹ
زیادتی												کمی					
آگرہ	۱۲	بھرت پور	۱۴	سہارنپور	۱۴	مین پوری	۴	الہ آباد	۴	پرتاب گڑھ	۵	دھن باد	۲۳	گورکھپور	۱۰		
الموڑہ	۵	بلند شہر	۱۴	سیتاپور	۱	میرٹھ	۱۳	اعظم گڑھ	۹	پٹنہ	۱۸	رائے بریلی	۲	گیا	۱۶		
ایٹہ	۹	پیلی بھیت	۵	شاہجہانپور	۴	مرادآباد	۹	آرہ	۱۶	پورنیا	۲۵	رانچی	۱۸	مرزاپور	۷		
اٹاوہ	۸	تھانہ بون	۱۴	علیگڑھ	۱۲	منصوری	۱۲	بہرائچ	۴	جہانگیرآباد	۲	سلطانپور	۵	موتی ہاری	۱۶		
اناؤ	۱	جھانسی	۱۰	فتحپور	[illegible]	متھرا	۱۳	بلیا	۱۳	جونپور	۸	سارن	۱۵	مونگیر	۲۲		
باندہ	۱	جالون	۷	فتحگڑھ	۵	مظفرنگر	۱۳	بارہ بنکی	۲	چمپارن	۱۵	غازی پور	۱۱	مظفرپور	۱۸		
بریلی	۶	دہرہ دون	۱۲	فرخ آباد	۶	نینی تال	۶	بستی	۸	چھپرا	۱۶	فیض آباد	۵				
بجنور	۱۱	دہلی	۱۵	کانپور	۳	ہمیرپور	۴	بنارس	۸	دربھنگا	۲۰	کٹک	۲۱				
بدایوں	۹	رامپور	۸	کھیری	۱	ہردوئی	۴	بھاگلپور	۲۵	دمکا	۲۶	گونڈہ	۴				

توثیق

از جناب مولانا سید علی زینبی صاحب لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی (لکھنؤ)

دائمی اسلامی جنتری میں اختصار کے لیے جو تغیر کیا گیا ہے اور درمیان سے جو تاریخیں حذف کر دی گئی ہیں۔ اس سے اصل اوقات میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اور جو تاریخیں لکھی ہیں اُنکے اوقات صحیح ہیں۔ اسلئے یہ مختصر جنتری بھی مفید و قابل اشاعت ہے۔ جنتری کے آخر میں جو نوٹ اور شروع میں جو عبارت لکھی ہے اس سے ہر چیز کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

سید علی زینبی غفرلہٗ ۱۲/ اکتوبر ۱۹۴۱ء